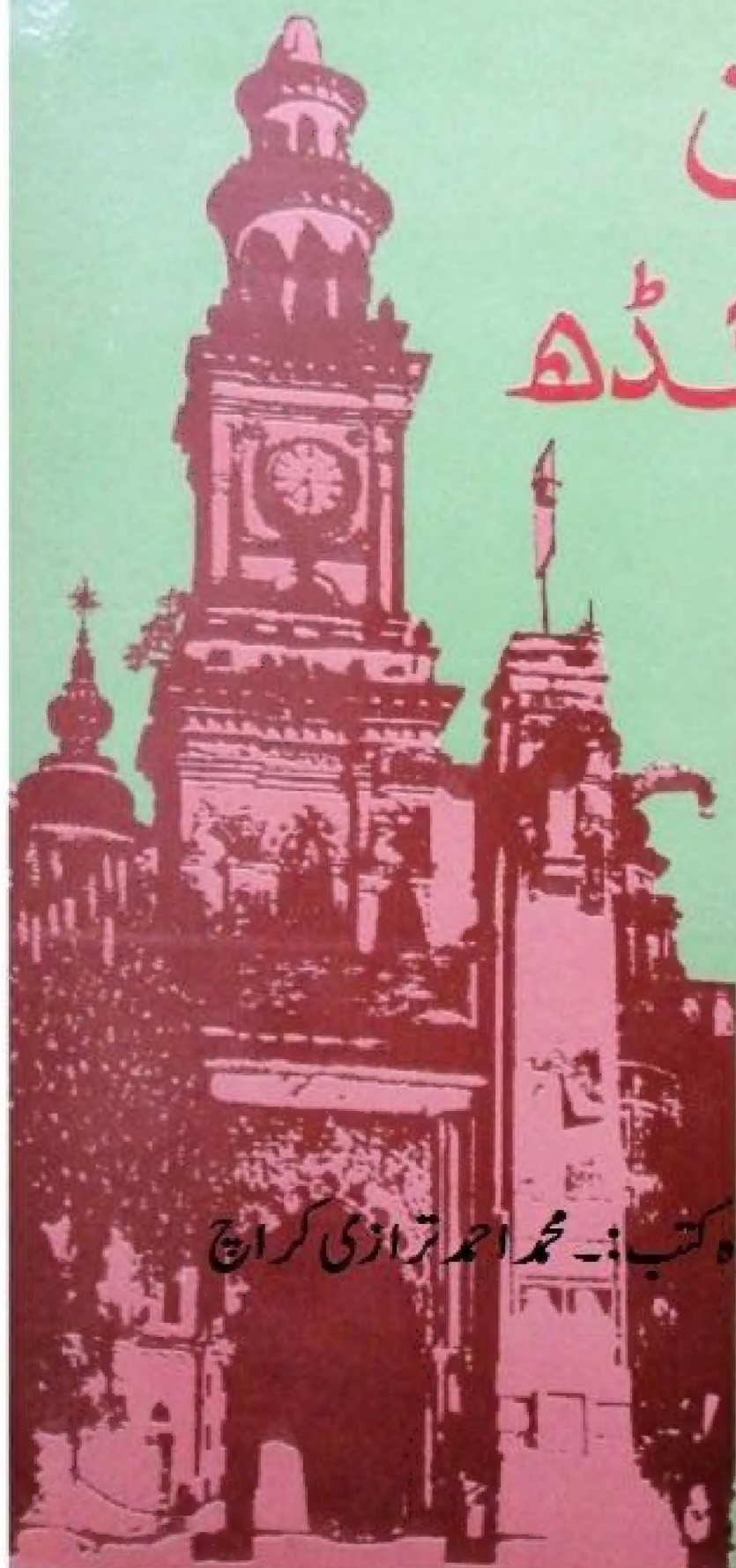


تاریخ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

الحاق جوناگڑھ

حبیب اللہ کھانی

ذخیرہ کتب :- محمد احمد ترازوی کراچی



تاریخ پاکستان کا ایک شرمناک شہ باب

الحاقِ جوناگڑھ

مصنف

حبیب لاکھانی

مترجم

شہناز لاکھانی

لاکھانی پبلی کیشنز

۸۴/۱، لاکھانی متراک سجد روڈ، ہمار کالونی، کراچی

ذخیرہ کتب:- محمد احمد ترازوی کراچی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

الحاق جوناگڑھ

تحقیق و تصنیف _____ حبیب لاکھانی
اردو ترجمہ _____ شہناز لاکھانی
سرورق _____ پرنٹ کیئر سسٹمز، کراچی
ریاست جوناگڑھ کا نقشہ _____ منشی دھوراجوی
طالب _____ پرنٹ کیئر سسٹمز، کراچی
صفحات _____ $200 + 32 + 12 = 244$ مع دو نقشہ جات
اشاعت اول _____ مئی ۱۹۸۹ء
تعداد _____ ایک ہزار

ناشر :-

لاکھانی پبلیکیشنز ۸۴/۱ لاکھانی منزل
مسجد روڈ بہار کالونی، کراچی۔

قیمت ۴۵ روپے

کتاب ملنے کا پتہ :
ہرنات برٹنگ پریس
کاغذی بازار کراچی

انتساب

نواب مہابت خانجی کے نام

جنہ کے ایکس اہم تارنخس فیصلے نے کاٹھیاواڑ
گجراتسے کے اُنس لاکھوں مسلمانوں کو عزم دہستے
اور اعتماد کے ساتھ مملکتسے خداداد پاکتاسے ہجرتسے
کے لئے آمادہ کیا جنہ کسے آمد ملکی معیشتسے کے
استحکام اور ترقیسے خوشحالیسے کا باعث بنسے۔

ذخیره کتب :- محمد احمد ترازوی کراچی

پیش لفظ

میں ریاست جو گڈھ کا باشندہ نہیں ہوں اور دس بارہ سال پہلے تک مجھے جو گڈھ کے معاملے سے کوئی گہری دلچسپی بھی نہیں تھی لیکن ۱۹۴۷ء میں جب میں نے پاکستان کی تخلیق اور ترقی میں مہین برادری کے کردار کی تفصیلات پر مشتمل گجراتی تھیں پاکستان اور مہین برادری کے لئے موجب تحقیق شروع کی اس وقت مجھے اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کی مہین برادری اور دیگر گجراتی مسلم اقوام کی پاکستان کی جانب ہجرت کا سب سے بڑا سبب پاکستان کی تخلیق نہیں بلکہ ریاست جو گڈھ کا پاکستان سے الحاق اور اس سے مرتب ہونے والے ایسے نتائج تھے جو کسی کے خیال و خواب میں بھی نہ تھے۔

اس کے بعد میں نے مہین برادری سے متعلق دیگر معاملات کے علاوہ مسٹر جو گڈھ کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ میں نے اپنی مذکورہ پانچ سو صفحات پر مشتمل کتاب میں سے ستر صفحات میں پاکستان کے ساتھ جو گڈھ کا الحاق، اس پر بھارتی قبضہ، اکیٹا، بانٹو کی لوٹ اور کاٹھیاواڑ، گجرات سے مہین برادریوں اور دیگر مسلمانوں کی ہجرت کی تفصیلات بیان کی تھیں۔ مہینوں کے علاوہ دیگر مسلمانوں پر الحاق جو گڈھ کے کس قسم کے اثرات مرتب ہوئے تھے، انہوں نے کس طرح ہجرت کی اور اس کے بعد پاکستان کی معیشت کے استحکام اور ترقی میں مہین برادری اور دیگر گجراتی مسلمانوں نے کیا کردار ادا کیا تھا۔ اس کی تفصیلات مذکورہ کتاب کے

دیگر متعدد صفحات پر دی گئی تھی۔

اپنی اس کارکردگی کے بعد میں نے ایک مصنف کی حیثیت سے گجراتی مسلمانوں کے لئے اپنے فرض کی کم و بیش ادائیگی پر کچھ اطمینان محسوس کیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی مسئلہ جو ناگہمہ کا مکمل پس منظر کا اٹھیا داڑ اور دیگر مقامات پر پیش آنے والے واقعات ان کے رد عمل اور نتائج کی حقیقت پسندانہ اور مکمل تفصیلات پر مبنی کسی کتاب کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

درلڈ میمن فاؤنڈیشن کے ٹرسٹی جناب عمر فاضل فاروق، کیتار کی مین برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ کیتار کی لوٹ مار اور بعض دیگر واقعات کے چشم دید گواہ رہے ہیں۔ وہ ہر سال ۹ نومبر کے دن گجراتی اخبارات میں الحاق ہونا گڑھ اور اس کے نتائج کے بارے میں مختلف موضوعات پر مضامین قلمبند کرتے رہتے ہیں۔ تین سال قبل اسی قسم کے ایک مضمون کے آخر میں انہوں نے لکھا تھا کہ مسئلہ جو ناگڑھ کی تاریخ پر وقت کی گرد جمع ہو رہی ہے اور اس سے بیشتر کہ آئندہ دس پندرہ سالوں میں وہ مکمل طور پر اوجھل ہو جائے، کسی کو اس کی تفصیلات قلمبند کر لینی چاہیئے، اس وقت تک راقم المعروف مین تاریخ کے موضوع پر چار کتابیں اور متعدد مضامین شائع ہو چکے تھے۔ جس میں سے ”پاکستان اور مین برادری“ میں میں نے اس مسئلہ کا کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے مجھے مذکورہ بالا مضمون کے ذریعے یہ اہم فرض انجام دینے پر پُر زور اصرار کیا تھا۔ مجھے ان کا یہ مشورہ بڑی حد تک مناسب محسوس ہوا اور میں نے اس پر عمل کرنے کا تہیہ کیا۔ ابتداء میں میرا ارادہ پاکستان اور مین برادری کے، صفحات کے علاوہ ابتداء میں پس منظر کا ایک باب اور آخر میں نتائج کے ایک باب کا اضافہ کر کے تقریباً ایک سو صفحات پر مشتمل ایک عظیمہ کتاب مرتب کرنے کا تھا۔ مذکورہ کتاب کے ذریعے مسئلہ جو ناگڑھ کی کافی تفصیلات گجراتی قارئین کے سامنے پیش ہو چکی تھیں اس لئے میں نے اس نئی کتاب کو اردو میں ترتیب دینے کا فیصلہ کیا تاکہ گجراتی نہ جاننے

والے قارئین بھی اس سے مستفیض ہو سکیں ان میں سے بہت سے افراد کو تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ ریاست جو ناگڈھ پاکستان سے الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی اور اس وقت معلومات عامہ کی کتابوں اور ذہنی آدائش کے پر گزروں میں اس ضمن میں ریاست بھادلوپور کا نام لیا جاتا ہے جس نے چند ہیپینے کے منفی رویہ کے بعد پاکستان سے الحاق کیا تھا۔

۹ نومبر ۱۹۸۱ء کو سقوط جو ناگڈھ کو چالیس سال پورے ہونے کو تھے میں نے اس روز کتاب "الحاق جو ناگڈھ" شائع کرنے کا ارادہ کیا اور میں نے ۱۲ اگست کے کام شروع کر کے اس کو مکمل کرنے کے لئے اپنے آپ کو نوے دن کی ہمت دیا لیکن دیگر کاموں کی طرح میرا یہ کام بھی مقررہ مدت میں پایہ تکمیل نہ پہنچ سکا۔ اس دوران میں نے اپنا ابتدائی مسودے کا باب جس میں ۲ جون ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء تک کے واقعات شامل کئے تھے۔ اردو کے معروف مصنف جناب راشد سعید کو دکھائے جن کی کہ اب تک چھپا لیس تصانیف شائع ہو چکی ہیں انہوں نے اس باب کو پڑھنے کے بعد مجھے کہا کہ میرا مطالعہ اگرچہ بہت وسیع ہے لیکن ریاست جو ناگڈھ اور اس کے نواب کے بارے میں ایک دو باتوں کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس باب میں آپ نے بتایا ہے کہ ریاست جو ناگڈھ کے آخری وزیر سر شہنواز تھے اور یہ سب ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کیا تھا الحاق آئین کو دیا تھا یہ اولیٰ بہت سی باتیں میرے لئے بالکل نئی ہیں۔ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ آپ سو صفحات پر مشتمل کوئی کتاب لکھنے کی بجائے اس قسم کی ایک جامع کتاب لکھیں جس میں کہ اس مسئلہ کے ہر پہلو کو آجا کر کیا گیا ہو۔ اور اس کتاب کو مکمل اور مستند بنانے کے لئے جو ناگڈھ کے بارے میں مزید تحقیق کر کے اس کی از سر نو تصنیف کریں۔

میں نے ان کے مشورے کو فوراً قبول کر لیا۔ "پاکستان اور مہین برادری" کی تصنیف کے وقت میں نے اس موضوع پر جو وسیع تحقیقی کی تھی۔ اس کی بہت سی تفصیلات کو میں نے مذکورہ کتاب میں شامل نہیں کیا تھا۔ ان تفصیلات کے علاوہ

میں نے اس موضوع پر مزید تصانیف اور مضامین کا مطالعہ کیا۔ مزید افراد سے
 واقف نہیں کیس اور نئے سرے سے کتاب لکھنے کی ابتداء کی۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مثلاً جو ناگہم ٹھکے دارے میں آخری چالیس
 رباعوں میں دو چار چھوٹے کتابچوں کے علاوہ ایک اردو کتاب اور ایک گجراتی
 سیریل شائع ہو چکی ہیں۔ جو ناگہم ٹھکے دارے سے ڈاکٹر اسماعیل بیگ نے ستمبر ۱۹۶۵ء
 میں حیدرآباد سندھ سے "جو ناگہم ٹھکے دارے" ایک اردو کتاب شائع کی تھی جو چار سو
 صفحات پر مشتمل تھی۔ جو ناگہم ٹھکے دارے کی ایک باشندہ سے جناب محمد علی "خمار" ترمذی
 نے کراچی کے روزنامہ "دن ڈھرانہ" میں ۱۹۶۵ء میں "جو ناگہم ٹھکے دارے" کے
 نام سے پچیس مہینے پر مشتمل ایک سیریل شائع کی تھی۔ ان دونوں مصنفین نے
 بہت جو ناگہم ٹھکے داروں کو اب صاحب کے لئے گہری وفاداری اور وابستگی کے جذبہ
 کے ساتھ اپنی تصانیف تیار کی تھیں۔

ہر یک کے کسی ایک ہی موضوع پر کتابیں لکھنے والے مصنفین کے پاس
 تحقیقاتی مواد کم و بیش ایک ہی قسم کا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل بیگ، جناب خمار
 ترمذی اور قائم المصطفیٰ کے پاس بھی حوالہ جات کے لئے کم و بیش یکساں کتابیں ہیں۔
 پھر مئی ۱۹۶۵ء کی اقوام متحدہ میں بحث کے بارے میں جو انگریزی دستاویز
 انہوں نے حاصل کئے تھے وہ میں میں سال کے عرصہ کے بعد حاصل کرنے میں کچھ
 دیر لگا۔ ڈاکٹر اسماعیل بیگ نے ان دستاویز کو تقریباً مکمل طور پر اپنی کتاب
 کے آخری ڈیڑھ سو صفحات میں شائع کیا ہے۔ میں نے انہی کے حوالے سے اپنی
 اس کتاب کا گیارہویں باب "اقوام متحدہ میں مرتب کیا ہے جس کے لئے کہ میں ان
 کا مشکور ہوں۔

پھر نس کی کتابوں کا کم و بیش یکسانیت کے باوجود میں نے مزید تین ذرائع
 استعمال کئے ہیں جو شش کا ہے۔

جو ناگہم ٹھکے دارے کی حکومت کے ساتھ قریبی تعلق رکھنے والے لوگ لال پارک

اعد تو بھائی کو چھائی کی ستود جو ناگہم کے فوراً بعد شائع ہونے والی تصانیف
 "جو ناگہم، تیرا آل کا سفر" (ہجراتی)، اور جو ناگہم کا دعوی انقلاب و ہجرتی، ان
 دونوں کتابوں میں عارضی حکومت کی تشکیل، اس کی جنگی تیاریاں، ریاست جو ناگہم
 کے مختلف گاؤں پر اس کا قبضہ، سردار پٹیل اور شامرواس گاندھی کی مکمل تقاریر
 وغیرہ کی تفصیلات شامل ہیں۔ یہ دونوں تصانیف مجھے جناب عمر فاضل خادوئی سے
 دستیاب ہوئیں۔

(۱۶) اس وقت کے مسلم ملکیت کے گہرائی اخبارات اور جرائد کی فائلیں جو
 مبین ویلفیئر سوسائٹی کی "اچھی قبر" کے نزدیک واقع مبین ریفورنس لائبریری
 میں دستیاب ہیں۔

(۱۷) اس کتاب میں بیان کئے گئے واقعات کے ردنا ہونے کے وقت ان تعلقات
 پر موجودہ افراد کی حاکمیتیں۔

"پاکستان اور مبین برادری" کی تصنیف میں بھی میں نے ان تمام ذرائع کا
 استعمال کیا تھا اس کتاب میں کاٹھیاواڑ میں روٹنا ہونے والے واقعات اور
 کراچی میں مہاجرین کے لئے امدادی کارروائی تفصیل سے بیان کی تھی میری اس
 وقت کی تحقیق اتنی جامع ثابت ہوئی کہ اس کتاب کے ستر میں سے چھپن صفحات
 اس نئی کتاب میں تقریباً جوں کے توں شامل کمر لئے گئے ہیں جبکہ باقی چودہ صفحات
 زیادہ تفصیل اور نئے نئے نواز کے ساتھ ترتیب دیئے گئے ہیں۔

میر کو رخ اپنے مفروضہ طرز تحریر، انداز بیان اور مخصوص رجحان کا حامل
 ہونا ہے میں اپنی طرز تحریر اور انداز بیان کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن اتنا
 ضرور کہوں گا کہ اس کتاب کا ہر واقعہ غیر جانبداری اور بغیر کسی تعصب کے لکھنے
 کی کوشش کی ہے۔ اور ہر واقعہ کو جس طرح وہ روٹنا ہوا تھا حقیقت پسندانہ طرز
 اور بغیر کسی تعریف و تنقید کے پیش کیا ہے۔ اس موضوع پر میرے اپنے خیالات
 مزید ہیں جنہیں میں نے اس کتاب کے صرف آخری باب میں پیش کئے ہیں۔

منہ جہانگڑھ کے اسے میں اردو میں ایک معلوماتی اور تفصیلی کتاب لکھنے کے لئے میری حوصلہ افزائی کرنے پر میں جناب راشد سعید کا مشکور ہوں انہوں نے اس کتاب کے مسودے کی بھی کچھ اصلاح کی ہے اس کتاب کی تحقیق و تصنیف کے ابتدائی دور میں جناب حضرت پٹیل اور جناب لکھنل کتیا فونی نے تعاون کیا تھا میری بعض دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب کے اصل جمراتی مسودے کو پڑھنے کے بعد مفید مشورے دینے کے لئے میں اپنے دوست جناب اسحق امریہ کا بھی ممنون ہوں اس کتاب سے فلسفہ بہت سے امور میں میرے فائدہ ان کے افراد نے علمی تعاون کیا ہے۔ اس کتاب کی کتابت، چھپائی اور اشاعت کی تمام تر ذمہ داری سے مجھ کو بری کرنے کے لئے میں جناب عثمان عمر باغی والا کا بے حد ممنون و مشکور ہوں۔ مہینہ یوز کے مدیر جناب محمد صدیق پولانی کی رہنمائی بھی مجھے ہر موقع پر حاصل رہی ہے۔

اردو میں اشاعت کی یہ میری پہلی کوشش ہے۔ اور اس وجہ سے اس میں کچھ غامضیوں کا ردہ جانا فطری طور پر لازم ہے جس کے لئے میں قارئین اور ناقدین سے معافی کا طلبگار ہوں۔

جمراتی مسلمانوں نے مسلمانوں کے لئے اور پاکستان کی تخلیق و ترقی میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔ اس کی تاریخ کا کچھ حصہ جمراتی میں مرتب ہو چکا ہے لیکن اردو میں اس سلسلے میں شاید ہی کچھ لکھا گیا ہو۔ الحاقی جونا گڑھ کو ترکاویاں حاصل ہوئی تو پھر پاکستان کی تاریخ کے ساتھ فلسفہ بعض فراموش شدہ ابواب کو انشاء اللہ اہم دھنوں کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

حبیب لکھانی

۱۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء

۱۰۰۰ بھارت کالونی

سکری

فہرست

آغاز داستان

باب اول

صفحہ
۳

تاریخ کے آئینے میں

۱۶۷۵

ریاست جو ناگہند ۵۔ جزیرہ ناکائیہ ۶۔ جو ناگہند کا قدم تریکا،
سونا تھ کا مندر ۹۔ پیر جہیل شاہ ۹۔ یاد گار اشوک ۱۰۔ شہر پاپت
ولیس ۱۱۔ راجپوت دور حکومت ۱۱۔ سون تھ کی پت سنگی ۱۲۔ تھق کا دور ۱۳۔
محمود بیگز کی فتح ۱۳۔ سلطان دور حکومت ۱۴۔ مغلیہ دور حکومت ۱۵۔

باب دوم

بابی خاندان کی حکومت

۱۶۷۵

بابیوں کے آباد اجداد ۱۴۔ اسی کے پرستے ۱۵۔ دادھن پور۔ بابا سید نور۔
بابو ۱۶۔ دیوان امری ۲۰۔ انگریزوں کے ساتھ معاہدہ ۲۱۔ ترقی پسند نوین ۲۲۔
واتار کی یاد میں ۲۳۔ بہادر الدین کالج ۲۵۔ نوب جہا پت غانگی ۲۶۔ ترقی پسند
اصلاحات ۲۸۔ مجددی خوشحالی ۲۹۔ کیسانوں کی خوشحالی ۳۱۔ صنعت کاری
ابتدا ۳۲۔ ذاتی کردار ۳۳۔ عدالتی نظام ۳۳۔ نظام حکومت ۳۴۔ غازی
معاہدات کواماد ۳۵۔ حوالہ جات

باب سوم

دبسی ریاستیں

۵۳۳۸

مقام اور اہمیت ۳۸۔ حکومت برطانیہ اور ریاستوں کے مابین تعلقات ۳۹۔
۱۸۵۷ء کے بعد حکومت برطانیہ کی پالیسی ۴۰۔ اعلان آزادی کے بعد ۴۱۔

پاکستان کے ساتھ منسلک ریاستیں ۴۵۔ دادھن پور۔ پالن پور ۴۶۔ جو دھپور
 جیلیر۔ کپور تھلہ ۴۷۔ بھاد پور۔ غیر پور ۴۸۔ تعلات اور دیگر ریاستیں ۴۹
 بھارتی علاقے سے منسلک ریاستیں ۴۹۔ تراون کور۔ بھوپال۔ رام پور ۴۹
 پختیس گڑھ کا معاملہ ۵۰۔ تین مستحیات ۵۱۔ حیدر آباد پر قبضہ ۵۲
 کشمیر کی کہانی ۵۲۔ حوالہ جات

باب چہارم

الحاق ہونا گڑھ

۱۱۵۴

نواب کی خواہش ۵۴۔ سر شاہنواز بھٹو ۵۵۔ قائد اعظم کی تھین دہانی ۵۶
 اسلام کی خاطر قربانی ۵۷۔ دہلی کی طرف سے رابطہ ۵۸۔ الحاق کا اعلان ۵۹
 جشن پاکستان ۶۰۔ سین برلوری کا مطالبہ ۶۱۔ مخالفت کی ابتداء ۶۲۔ تباہی کی
 دھمکی ۶۳۔ غزوہ جنگ ۶۴۔ محکمہ ہدی کے اثرات ۶۵۔ حکمرانوں کی مخالفت ۶۶
 برادری کا انباء ۶۷۔ نواب کی ثابت قدمی ۶۸۔ اعلان تسلیم ۶۹۔ حوالہ جات
 باب پنجم

چڑھائی کی تیاریاں

۹۱۳۲

دھلی میں تشویش ۷۲۔ دوست بیٹی کی الجھن ۷۳۔ فوجی مامور کا فیصلہ ۷۴
 بھارت کی برہمی ۷۵۔ قائد اعظم کا انباء ۷۶۔ مین جونا گڑھ میں ۷۷۔ بھے
 سونا تھ ۷۸۔ کوٹ احمد۔ آستینیں چڑھائیں ۷۹۔ گاندھی جی کا آشیرداد ۸۰
 عارضی حکومت کا قیام ۸۱۔ راجکوٹ کی راہ ۸۲۔ جونا گڑھ ڈاکس پر قبضہ ۸۳
 بائریاداد کا معاملہ ۸۴۔ بھارتی افواج کی چمکیا ہٹ ۸۵۔ غیر جانبداری کا خاتمہ ۸۶
 تین اہم واقعات ۸۷۔ حکومت بھارت کا بیان ۸۸۔ لیاقت علی خان کی برہمی ۸۹
 شطرنج کا کھیل ۹۰۔ دونوں ملک کی تباہی کا خطرہ ۹۱۔ نہرو کا اندیشہ ۹۲

کاشمیر اور میں بھارتی افواج . ۱۰۰ حوالہ جات

باب ششم

دو محاذوں کی کہانی

۱۰۵۳۹۰

جوناگڑھ اور کشمیر ۹۲۔ مانو در پر قبضہ ۹۳۔ کشمیر کے حالات ۹۴۔
دسبرہ کے روز ۹۵۔ کبھی کا کھیل ۹۶۔ تباہیوں کی پیش قدمی ۹۷۔ بھارتی افواج کی آمد ۹۸۔ پاکستانی کانٹرا انکار ۹۹۔ نواب صاحب کی روانگی ۱۰۰۔
قائد اعظم کے نام پر پیغام ۱۰۱۔ رہنمائی کا فقدان ۱۰۲۔ مزید گاؤں پر قبضہ ۱۰۳۔
بھارتی اور گائیگوار کی مخالفت ۱۰۴۔ نجاہ کا جہاد ۱۰۵۔ حوالہ جات

باب ہفتم

سقوط جوناگڑھ

۱۳۳۱۰۰

مانڈول میں بھارتی بحریہ ۱۰۶۔ باہر یادوؤں کا قبضہ ۱۰۷۔ بانٹوا۔ سردار گڑھ ۱۰۸۔
گلگت میں بغاوت ۱۰۹۔ گاؤں پر قبضہ ۱۱۰۔ شاہنواز کو شیلنگ ۱۱۱۔ کتیڈ
پر حملے کی تیاریاں ۱۱۲۔ فوجی جوناگڑھ کے آخری ایام ۱۱۳۔ لاؤٹ بین سے پردہ
پوشی ۱۱۴۔ قبضہ سنبھالنے کی درخواست ۱۱۵۔ آخری ٹیسٹ ۱۱۶۔ بھارتی سائنس
آخری کارروائی ۱۱۷۔ نومبر کی شام ۱۱۸۔ نیرو۔ یات تھیلنگ ۱۱۹۔ بھارتی مسلمان
گت بنگال میں ۱۲۰۔ سرحد ٹیس کی دھمکیاں ۱۲۱۔ امداد بھیجنے کے سبب ۱۲۲۔

حوالہ جات

باب ہشتم

کتیانہ اور بانٹوا کی تباہی

۱۳۲۔ عارضی حکومت کا قیام۔ ۱۳۳۔ بانٹوا میں جھنڈاؤ خون اور کسی بی مرگندہ
 ۱۳۴۔ بانٹوا میں لوٹ مار اور مسیروں کی ہجرت۔ ۱۳۵۔ کتیانہ پر حملہ ۱۳۶۔ کتیانہ
 کی پہلی لوٹ۔ ۱۳۷۔ مزید دو ہاتھ دو پہلے کا سر پہنچا۔ ۱۳۸۔ کتیانہ میں
 دوسری لوٹ۔ ۱۳۹۔ بانٹوا کتیانہ کی لوٹ مار کا جبرانی ناول میں تکرار۔ ۱۴۰
 مسیروں کی ہجرت کے بعد بانٹوا کی بد حالی۔ ۱۴۱۔ مزید تفصیلات۔ ۱۴۲۔
 مسیروں کی ہجرت کے بعد کتیانہ کی بد حالی۔ ۱۴۳۔

باب نہم

دیگر واقعات

۱۴۴۔ شاد واک گرفتاری۔ ۱۴۵۔ اہل باغی کی شہادت قادی۔ ۱۴۶۔ دیر نول میں
 تلک دلی۔ ۱۴۷۔ باغیوں سے ہجرت۔ ۱۴۸۔ وصال کے ای بی۔ ۱۴۹۔ کیشو د
 میں غارتگی۔ ۱۵۰۔ جواگندہ میں فساد۔ ۱۵۱۔ راجکوٹ کے حادثات۔ ۱۵۲۔
 دھواچی میں ہنگامہ۔ ۱۵۳۔ جیت پور اور دیگر شہر۔ ۱۵۴۔ عارضی حکومت
 کا خاتمہ۔ ۱۵۵۔

باب دہم

کاتھیاواڑ سے ہجرت

۱۵۶۔ قلعہ بندہ میں پناہ۔ ۱۵۷۔ فرخ شاہی پر تھوری سسٹم۔ ۱۵۸۔ ریاست
 بندہ کی کاروائی۔ ۱۵۹۔ گودھرا میں فساد۔ ۱۶۰۔ بندہ و راجستھان کا تعاون۔ ۱۶۱۔
 روکھا کھارستہ۔ ۱۶۲۔ سندھی مہاجرین۔ ۱۶۳۔ بیٹی کی کھردائی۔ ۱۶۴۔ حاجت
 صیب کی پیشکش۔ ۱۶۵۔ پاکستان میں مسیروں کو سہارا۔ ۱۶۶۔ کھوکھر پار میں اندازی
 کھانا۔ ۱۶۷۔ سرکاری کاروائی۔ ۱۶۸۔ سرکاری سہولتیں۔ ۱۶۹۔ خوشگوار باغ۔ ۱۷۰۔

باب نگار حواص

اقوام متحدہ میں

۱۹۹۳ء

چار ماہ بعد ۶۹۔۔۔ جو ناگڈھ اور کشمیر ۱۰۔۔۔ جو پوری تقریباً عمان کی
تقریب ۱۱۔۔۔ رائے شماری یا مذاق ۱۲۔۔۔ ویجوری کا جواب ۱۳۔۔۔ دریا کا طریقہ
آخری تقریب ۱۴۔۔۔ بہت کا خاتمہ ۱۵۔۔۔ شہید کا خاتمہ ۱۶۔۔۔

باب نگار حواص

۲۰ سال کے دوران

۱۹۷۳ء

ماہی سمی کا سفر ۱۷۔۔۔ اقوام متحدہ کو درمیان ۱۸۔۔۔ توجہ کا پورا گڈھو
کاربئی یا دھاری ۱۹۔۔۔ جہازت غائبی کا انتقال ۲۰۔۔۔ دور خانی کی دستور
بندی ۲۱۔۔۔ دیگر کردار ۲۲۔۔۔ باشندہ گان جو ناگڈھ کے مطابق ۲۳۔۔۔
کیا وہ غلطی تھی؟ ۲۴۔۔۔

باب نگار حواص

کیا کھویا۔ کیا پایا

۱۹۷۳ء

منفرد ریاست ۲۵۔۔۔ جبراتی مسلمان ۲۶۔۔۔ سینوں کا کردار ۲۷۔۔۔
باہر کی بریادی۔ پاکستان کی خوشحال ۲۸۔۔۔ متحدہ دھار ۲۹۔۔۔
نظم و ضبط اور اتحاد ۳۰۔۔۔ سیاست کے میدان میں ۳۱۔۔۔ بڑا نقصان ۳۲۔۔۔

حرف آخر

۳۳۔۔۔

ذخیرہ کتب :- محمد احمد ترازوی کراچی

تاریخِ پاکستان کا ایک فسر اموش شدہ باب

الحاقِ جوناگڑھ

الحمد لله رب العالمين

هذا الكتاب

آغاز داستان

برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ فاکا ٹھیا داڑ کی ریاست جونا گڑھ
پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی
بھارت کی افواج اور گاندھی جی کے پیچھے شامل داس گاندھی کی رہنمائی میں
عارضی سرکار نے ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو ریاست جونا گڑھ پر برادری قبضہ کر لیا۔
اس کے نتیجے میں ریاست جونا گڑھ کا نام و نشان مٹ گیا۔ دولت مند
میسوں کے مراکز بانٹوا اور کتیانہ تباہ ویراں ہو گئے۔ ریاست کے مسلمانوں کے
علاوہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کے لاتعداد مسلمانوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان کی
جانب ہجرت کرنا پڑی۔

انہی گجراتی مسلمانوں کی تجماری اور صنعتی سوجھ بوجھ، جوش و دلولے کے نتیجے
میں پاکستان کی نوزائیدہ اور کمزور معیشت مضبوط ہو گئی۔ انہی گجراتی مسلمانوں نے
پاکستان کی اقتصادی خوشحالی کی بنیاد رکھی۔ اور اس طرح جونا گڑھ کی خاک پاکستان کو
خوشحال کر گئی۔

جونا گڑھ کے اس الحاق اور انہی نتائج کی یہ ایک فراموش شدہ داستان ہے۔

100-100

The first part of the paper is devoted to a discussion of the
theoretical aspects of the problem. It is shown that the
problem is equivalent to a problem in the theory of
differential equations. The second part of the paper is devoted
to a discussion of the experimental results. It is shown that
the experimental results are in good agreement with the
theoretical predictions. The third part of the paper is devoted
to a discussion of the conclusions. It is shown that the
conclusions are in good agreement with the experimental results.
The fourth part of the paper is devoted to a discussion of the
conclusions. It is shown that the conclusions are in good
agreement with the experimental results.

تاریخ کے آئینے میں

ریاست جونانگرہ

ریاست جونانگرہ برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ مانا کا تھیلہ میں
 ۵۳ ۲۲ سے ۲۳ ۲۳ تک شمال طول البلد اور ۷۵ ۲۲ تا ۷۶ ۲۲ عرض البلد کے درمیان
 قریب ۱۰۰ میل دور میں اس کا شمار اول درجہ کی ریاستوں میں ہوتا تھا۔ اس کے قریب
 کوئی رہنمائی کی سہولت کا اعزاز حاصل تھا۔ مشرق میں اس کا دریا بنارس میں بہتا تھا۔
 سب سے پہلے ۱۲۳۳ء میں میل تھا اس کی تباہی رات کا کہہ سکتے ہیں۔
 ایک مہینہ بعد اس کے ہندو نے ریاست میں چھوٹے بڑے قریباً آٹھ سو چھیانوے
 شہر اور گاؤں واقع تھے۔ جونانگرہ کی حدود سے کاٹھیاواڑ کی حد تک کا جزیرہ
 مرکز تھا اس کا شمار ترقی یافتہ اور خوشحال ریاستوں میں ہوتا تھا۔ اس کے قریب
 اور جنوب میں بحر عرب واقع تھا۔ ریاست کا سمندری ساحل پوراس میں محدود تھا۔
 تھا جو ہندوستان کی کسی بھی ریاست کے سمندری ساحل کے مقابلے میں طویل ترقی
 تھا اس پر چھوٹی بڑی سرحد (۱۹) ہندو گاہیں واقع تھیں۔ جس میں ہر موسم میں کھڑے رہنے
 والے دیر اول (VIRAYAL) کے بندر گاہ بھی شامل تھیں۔ ریاست میں اس کی اپنی
 ملکیت کی دو سرٹیس (۱۰) میل طویل دریا سے گزرتی تھی۔ اس کے علاوہ ریاست میں ترقی
 تھا۔ اس میں کئی شہر بھی موجود تھیں اور ریاست کے کسی بھی حصہ میں بندر گاہ کا نام
 پہنچا جاسکتا تھا۔ ریاست میں مشرق سے اس کا اپنا آمدنی پوسٹوں نظام موجود
 تھا۔ جزیرہ پوسٹوں یونین (INDIAN PORTAL UNION) کے ساتھ ملحق تھا۔

ریاست سرحد و ملتان کے مقدس مقامات کو مستقل آمدنی کے لئے زمین اور غیر متقول جائیدادیں بطور عطیات دے دی گئی تھیں۔

ریاست میں کاجیاداد کا وسیع ترین جنگل، بلند ترین پہاڑ اور مشہور ترین تاریخی مقامات تھے۔ کاجیاداد کے پانچ مشہور ترین تاریخی مقامات تھے ریاست جو ان کے لئے مندرجہ ذیل تھے۔

پہلے کاجیاداد میں ریاست جو ان کے لئے کاملاً نذر غیر ملکیت اور مستقل رہنے کے لئے چھوڑے گئے تھے جنگلات اور خوبصورت مسدود کی ساحل کی وجہ سے نظری حسن و خوبصورت اور زمینانہ غیر فطرت کے لئے مشہور تھا مثلاً اس میں ریاست کا کھوکھلا ڈیرہ کوڑہ دہلے سے زیادہ تھی۔ جس کی طرف سے لطف آمدنی کا ذخیرہ دیرادلی بندرگاہ تھی۔ آمدنی کے دیگر اہم ذرائع لکھ اور ہاشیادنگی تھے ریاست کی تمام برآمدات قدرتی کھانی، کھانسی، کھانسی اور کھانسی تھیں۔

ریاست میں گمر (GOM) کا جنگل پارو سو پچانوے (۱۲۵۵) مربع میل پر پھیلا ہوا تھا۔ اس میں عربیہ کے ہاؤس اور مختلف قسم کی نباتات اور بڑی بڑیاں پائی جاتی تھیں۔ سوائے افریقہ کے چوری دنیا میں بہر شیر (THINDED LION) صرف گمر کے جنگل میں پائے جاتے تھے۔ ان ہاؤسوں کا شکار کرنے کے لئے ہندو کے راجوں سے لے کر پورے ملک اور ہندوستان کے تمام کے تمام کے کٹر شکاری جانتے تھے۔

جزیرہ دنا کا ٹھیا واڑہ

جزیرہ دنا کا ٹھیا واڑہ بحر عرب کے ساحل پر ایک شہر کے کائنات و اقلیت ہے اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ (۱۶۰) میل اور چوڑائی دو سو بیس میل (۲۰۰) میل ہے اس کا کل رقبہ ایک سو ساٹھ (۱۶۰) مربع میل ہے۔ اس میں تقریباً چار سو پچانوے (۴۵۰) مربع میل زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی آبادی چالیس سو ساٹھ (۴۵۰) ہے۔

یونانی نسل کے سرداروں کی حکومت رہی تھی۔ ہندوستان میں یونانی "یونوں" (YONANS) کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ اس وجہ سے اُن کے دور میں اس شہر کا نام "یونوں گڑھ" رائج ہوا تھا۔ یہ تمام شہر موجودہ جونا گڑھ کی جگہ کے واقع تھا یا اس کے ارد گرد بے جوئے تھے۔ کانی عربی کے بعد "چوڑا سوا" (CHUDASWA) راجپوتوں کے دور حکومت میں اس شہر کو اس کے نزدیک واقع ایک بوسیدہ قلعے کی مناسبت سے "چرن گڑھ" (CHARNAGARH) یعنی بوسیدہ قلعے کا نام دیا گیا تھا جو بعد میں آسان بُرائی میں "جونا گڑھ" یعنی پرانا قلعہ ہو گیا تھا۔ گجرات کے سلطانوں کے دور حکومت میں اس کو مضافی آباد کا نام دیا گیا تھا جو زیادہ عرصہ رائج رہ سکا تھا۔

مذکورہ قلعہ جونا گڑھ شہر سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بلند قلعہ پر واقع ہے اس وجہ سے یہ "اوپر کوٹ" یعنی اوپر والا قلعہ کے نام سے مشہور ہے یہ قلعہ موجودہ صدی کی ابتداء کے بعد غیر ضروری ہو گیا تھا۔ اس قلعہ میں تقریباً چار سو سال سے زائد پرانی تین دس فوہوں کے علاوہ بلند راہبوں کی خانے ہیں اور فوجی بیرکوں کے کچھ کھدڑات آج بھی موجود ہیں جونا گڑھ کا دائرہ کس بھی اس قلعہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔

سومناٹھ کا مندر :-

تقریباً ساڑھے تین ہزار سال پہلے پرانی روایتوں کے مطابق راجا لوگرین نے مذکورہ قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ اس کے بہت پہلے ہی سے جونا گڑھ کا علاقہ ہندوؤں کا ایک مقدس ترین مذہبی مقام بن گیا تھا۔ دیر اول کے نزدیک واقع پریماس پاتن (PRASHAS PATAN) میں وہ جگہ موجود ہے جہاں شری کرشن مبارک ایک شکار کے اتفاقاً تیر لگنے سے انتقال کر گئے تھے۔ اس سے بھی زیادہ مقدس مقام سومناٹھ (SOMNATH) کا مندر بھی اسی علاقہ میں موجود ہے۔ ہندو عقیدے کے

معاذی چندر دیوتا نے بھگوان ششکر کو خوش کرنے کے لئے خیر دیں سال پہلے
 یہ مندر تعمیر کرایا تھا اور اس کو سومانڈھ یعنی چند کے ایک کام دیا تھا۔ زمانہ کی
 رفتار کے ساتھ اس مندر کی متعدد جگہ از سر نو تعمیر اور مرمت کی گئی تھی اور چند بار
 اس کی مرمتی کو بھی توڑا گیا تھا۔

دور وسط میں اس مندر کی بڑی شان و شوکت اور جاہ و بھالی تھی۔ وہاں
 کے مختلف حصول سے ہر روز ان گنت عقیدت مند اس کی یاत्रا کے لئے آتے تھے
 اور پیش جماندہ نے اس کی نذر کرتے تھے۔ سومانڈھ کے بت کو اٹھان، غسل کرانے
 کے لئے مردنا گنگا ندی سے پانی منگوا جاتا تھا۔ جس کے لئے گنگا سے لے کر
 سومانڈھ تک سیکڑوں آدمی ایک مسلسل انسانی زنجیر کی شکل میں متعین کئے گئے تھے۔

پیر نیل شاہ

ریاست میں واقع کرنا پھاڑ کا تھپا دار کا بلند ترین پہاڑ ہے۔ اس کی سات
 چوٹیاں ہیں اور اس کی ہر چوٹی پر ہندو، جین (JAIN) اور مسلمان مذہب
 کے مقدس مقامات واقع ہیں۔ اس کی سب سے بلند ترین چوٹی "گو رکھ ناتھ" ہے
 جو سطح سمندر سے تین ہزار تھپہ سو پچاس فٹ (۲۶۶۶) فٹ بلند ہے۔ یہیں ناتھ

(NEMI NATH) کے نام سے پوجا جاتے والی ایک چوٹی پر جین مذہب
 کے خوبصورت مندر واقع ہیں۔ یہ مندر اور ملتان جی میں واقع "دیو اچھ کے مقام
 پر واقع جین مندر سنگ تراشی اور تعمیرات کے اعلیٰ نمونے شمار کئے جاتے ہیں
 دیگر چار چوٹیوں پر ہندو مذہبی مقامات واقع ہیں۔ ان چھ چوٹیوں کی ہائے دونوں
 سے کافی فاصلے پر ایک بالکل علیحدہ چوٹی واقع ہے جو داتار کے پہاڑ کے نام سے
 معروف ہے یہ چوٹی دو ہزار سات سو اسی (۲۷۰۰) فٹ بلند ہے۔

پیر نیل شاہ داتار چودھویں صدی میں سندھ سے ہوناٹھ آئے تھے
 اور اس پہاڑ پر کافی عرصہ مقیم رہے تھے۔ وہ اس پہاڑ پر جزام کے مریضوں کا

موجود اور ان کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ ان کا پتہ اس کی پیاز پر موجود ہے وہ پیر پیچ کے سر پر تھے اور ان کا نژاد سندھ میں پیر پیچ کے مقام پر ان کے مرشد کے پیلوں میں واقع ہے۔ وہ ان کے پیاز پر ہیضہ بردہ باب کے عقیدت مندوں کی بڑی بھیڑ لگ رہی ہے

یادگار اشوک

خانہ ان مور یہ (MORIE) کے تیسرے بادشاہ اشوک اعظم کے دور حکومت میں جزیرہ ونا کا تھیادار کو مور یہ سلطنت سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ کاتھیادار کے اس وقت کے دار الحکومت ٹھیری نگر کے نزدیک اشوک نے ایک قدرتی چٹان پر گوتم بردہ کے اہلسا، اتحاد، بھلائی اور محمدی و فیرو کے بارے میں فرمان لکھا۔ قبل مسیح میں کندہ کرائے گئے یہ سنگ کا چٹان سطح زمین پر پختہ فٹ کا رقبہ گھیرے ہوئے ہے اور اس کی جلدی ۱۲ فٹ ہے۔ اشوک کی یہ عبارت اس چٹان کے وسط میں ایک سو دو سا مربع فٹ پر کندہ کی گئی ہے۔ اس طرف جونا گڑھ کی تاریکی کی باتا حدہ ابتداء اس چٹان سے ہوتی ہے۔

اسی چٹان پر اشوک کی عبارت کے ایک طرف یونانی نسل کے بادشاہ رودور دمن (RODOR DAMAN) کی ۱۵ قبل مسیح میں کندہ کرائی گئی عبارت میں پانی کا قصبہ۔ اشوک کی عبارت کی دوسری جانب ٹپت خانہ ان کے بہاراجہ سندھ ٹپت (SANDHI TAPT) کے کاتھیادار کے صوبیدار دگورنہ چند پال کی ۱۵۰ میں کندہ کرائی گئی تیسری عبارت میں پانی ہاتھ ہے رودور دمن اور چند پال کی عبارت میں ٹھیری نگر کے نزدیک واقع وسیع "سوڈر مشن"

(SUDANSHI) تالاب کی مرمت کے بارے میں ہے یہ تالاب دور اشوک سے بھی بہت عرصہ پہلے موجود تھا اور ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ تک ٹھیری نگر کی رونق رہنے کے بعد نیست و نابود ہو گیا تھا۔ اس وقت اس وسیع تالاب کے صرف چند آثار موجود ہیں۔ اس طرف اشوک کی یہ چٹان جونا گڑھ کی آٹھ صدیوں کی

مادری کی حفاظت بن گئی ہے۔

جو ہنگامہ شہر کے گردوارہ سے گردوارہ پہاڑ کی طرف ہائی ہوئی سڑک پر ایک میل کے فاصلے پر یہ مادری چٹان آتا ہے۔ دیکھیں جاسکتا ہے۔ جو نامزدہ کے اٹھریں نواب رسول خاں نے اس چٹان پر ایک عمارت تعمیر کرائی کہ اس چٹان کو موسم کی تبدیلیوں سے محفوظ کر دیا ہے۔

کشترب، گیت، وکتبی

قائدانِ موریہ کی حکومت کے بعد گیری نگر بینانی نسل کے کشترب (KASTHAR) اور گپٹ حاکموں کے ماتحت رہا تھا۔ موریہ اور گپٹوں کے دور حکومت میں گیری نگر صوبائی دار الحکومت رہا تھا۔ کشترب سلطنت کا ایک حصہ ہے بعد بڑا رہا ہو گیا تھا۔ اور اس کے مغربی حصہ کا پانی تخت گیری نگر بنا تھا۔ اس وقت گیری نگر بنا تھا۔ اس وقت گیری نگر کی حکومت کا تھیا واٹر کے باہر کچھ مسند اور مالوہ (MALWA) تک پھیل ہوئی تھی۔ کشتربوں کی حکومت ۱۰۰ قبل مسیح سے ۵۰۰ تک رہی تھی اس کے بعد گیری نگر گپٹوں کے ماتحت چلا گیا تھا۔

دہلی ایشیا سے ہونوں (HUN) نے ۵۰۰ء میں گپٹ سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا اور سواشتر میں وکتبی (WALLABHI) کی آزاد حکومت قائم ہوئی۔ ان کا پانی تخت وکتبی پر تھا جس کے آثار موجودہ وڈا گاؤں کے نزدیک پائے گئے ہیں۔

راجپوتی دور حکومت

چار سو سالہ وکتبی دور حکومت کا خاتمہ بالارام نامی ایک سردار نے کیا تھا۔ بالارام کے بعد اس کی کوئی اولاد فریضہ ہونے کی وجہ سے اس کا بھائی چندر پور تخت نشین ہوا۔ اس کے والد کا تعلق سندھ کے حکمران قائدان سے تھا۔ اس وجہ سے چندر پور نے اپنا خاندانی نام چندر پور رکھا (CHANDRAPUR)۔

دکھا۔ چوڑا سما کا دارالحکومت جو نگڑھ سے نو میل کے فاصلے پر واقع دامن ستعلی (DAMAN STHALI) تھا۔ ہندو عقیدے کے مطابق بھگوان کا دامن کے نام سے پہچانا جانے والا اتار اس جگہ ہوا تھا۔ اس وقت اس مشہر کو زستعلی (ZASTHALI) کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ چوڑا سما خاندان کے پانچویں بادشاہ مانگرہ پو (RACH-MAHARAJA) نے دسویں صدی عیسوی میں اُرپرکوٹ کے بوسیدہ قلعے کو از سر نو تعمیر کر دیا۔ اور اپنا دارالحکومت دامن ستعلی سے گیری نگر منتقل کر دیا تھا۔ گیری نگر کو اس کے دور سے بھی جو نگڑھ کے نام سے پہچانا جانے لگا تھا۔

اس کے بعد جو نگڑھ سوراشٹر کی ایک ہزار سالہ تاریکی کا اہم ترین مرکز بنا رہا تھا۔ اس وقت گجرات پر سولن (SOLANKI) خاندان کی حکومت تھی جس کا دارالحکومت پٹن تھا۔ سولنکی اور چوڑا سما مغربی ہند کی سیر بادشاہتیں۔ ان دونوں ممالک کے درمیان مسلسل جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ غزنوی، غلی، تھل، گجرات کے سلطان، انگریزوں، مراٹھی اور کاتھیاواڑ کی دیگر ریاستیں بھی جو نگڑھ کو اپنا سب سے پہلے برف بناتی رہتی تھیں۔ سوراشٹر کی گزشتہ ایک ہزار سالہ تاریخ کے مراہم واقعات میں جو نگڑھ کا اہم کردار پایا جاتا ہے۔

سومنا تھ کی بُت شکنی۔

ہندوستان کے بادشاہ محمود غزنوی نے ہندوستان پر ایک چڑھائی کے دوران، ۱۰۲۵ء میں ششما کو سومناٹ کی بُت شکنی کی تھی اور پھر اپنی غزنی پہنچا گیا تھا۔ اس وقت گجرات، کاتھیاواڑ اور سندھ کے سوا پور سے ہند میں ہندوؤں کی حکومت تھی۔ لیکن جون عمر کی اور نو تعمیر ایک سو پچاس (۱۵۰) سال کے عرصے میں مرہ کے بعد گجرات کے مابین کارپال (KARPAR) کے دور میں ہوئی تھی۔ اس کے ایک صدی کے بعد علاؤ الدین خلجی نے گجرات فتح کر لیا اور اس کے سربراہ

الپ خان نے سنہ ۱۲۹۵ء میں سوناٹھ کی دوبارہ بن سکھائی کی جو گڑھ کے راہی پال
 نے ایک راہی کے بعد اس کو پھر سے تعمیر کرایا۔ اس کے بعد سوناٹھ کے مندر کی
 بھی کچھ مرمت ہوئی رہی تھیم ہند سے قبل اس کی سب سے آفسری مرمت
 انیسویں صدی میں اندور کی جہارانی اہلیہ بالی (LAHALYA HATI) ہو کر ہوئی تھی
 تھی لیکن سوناٹھ کی تدریم شان و شوکت اور مذہبی اہمیت بہت پہلے ختم ہو چکی تھی
 اب بہت کم عقیدت مند اس کی یاد رکھتے آتے تھے اور آہستہ آہستہ مندر
 کھنڈر بنتا گیا۔ ریاست جو گڑھ کے دیوان، اعلیٰ انتظامی افسران اور رعایا کی بہت
 بڑی اکثریت کے ہندو ہونے کے باوجود اس مندر کی کسی نے بھی مرمت نہ کرائی
 آخر کار ریاست کے آثار قدیمہ کے محکمہ نے اس کو محفوظ عمارت قرار دے کر اپنی
 تحویل میں لے لیا۔

تعلق کا محاصرہ۔

محمد تعلق (TUCHLUQ) کے سامنے بغاوت کرنے والے ایک سردار
 ملک شاہی کو جو گڑھ کے رانوگھن (RA NALPAGHAN) نے چاہ دی تھی مگر
 میں محمد تعلق نے اس پر چڑھائی کی۔ رانوگھن نے ملک شاہی کے ساتھ اوپر کوٹ کے تختہ
 میں جا کر سورج بندی کی۔ تعلق نے اوپر کوٹ کے تختے کا محاصرہ کر لیا۔ جو ایک سال
 سے زائد عرصہ تک جاری رہا۔ آخر کار رانوگھن نے شاہی کو فرار کا دیا اور غنیمت کے
 ساتھ صلح کر لی۔ شاہی کو تائب کرتے ہوئے تعلق ٹھٹھے پہنچا جہاں شاہی کے سردار میں اس
 کا چابک اقبال ہو گیا۔

محمود بیگڑا کی فتح۔

ہندو ہویں صدی میں جو گڑھ کے راٹھور ایک (RAATHOR) ایک
 مسلم نے کاٹیاواڑ کے کچھ ہندوؤں کو شکست دی تھی۔ کاٹیاواڑ کی دکن

نجات کے سلاطین کی چند سرحدی چوکیاں ضبط کر لیں اور مسلمانوں کو ہراساں
 کی شروع کر دیا۔ اس وجہ سے سلطان محمود جیٹا (DEGDA) نے جون گڑھ پر
 پڑھائی کی اور پوکھ کے تلو کے دو سالہ محاصرے کے بعد ماٹھیک نے حکمت قبول
 کر لی۔ اس کو قید کر کے احمد آباد لے جایا گیا جہاں وہ مسلمان ہو گیا اور اس کو
 سلطنت کا اعلیٰ ترین خطاب خان خاں عطا کیا گیا۔ اور اس نے اپنا بقیہ زندگی
 احمد آباد ہی میں بسر کی۔ اس طرح جو باگڑر یہ جوٹی سما خاندان کی چھ صدیوں پر
 محیط مکران کو نثر ہو گیا اور مسلم دور حکومت کی ابتدا ہوئی۔

خیال کی جاتا ہے کہ جو باگڑر کے ارد گرد واقع موجودہ تلو سلطان محمود
 جیٹا کے دور حکومت میں تعمیر کیا گیا۔ اس تلو کے ۱۲ دروازے ہیں جن میں سے ۱۱
 ایک یہ دروازے رات کے وقت بند کر دیے جاتے تھے۔ شہر کے باہر کوئی
 مت واقع ہو جائے تو اس کی فوج شہر کے اندر لانے کی طاقت فوج شاہی
 خاندان کے کسی فرد یا کسی اہم شخصیت کی شہر سے باہر وفات ہونے کی صورت
 میں فوج کو دروازے سے نہیں بلکہ تلو کی دیوار توڑ کر شہر کے اندر لال جاتی تھی
 وفضل بکیشو (KESHU) کو تازہ وغیرہ کے ارد گرد درمیانی قسم کے تلو تھے۔
 اس وقت ان تلووں کا کم و بیش حصہ منہدم ہو چکا ہے مگر ان کی دیواروں
 کے کچھ حصے اور دروازے آج بھی موجود ہیں اور ماضی کی یاد دلا رہے ہیں۔

سلطانی دور حکومت

جون گڑھ کی فتح کے بعد کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں میں بھی محمود جیٹا کی
 حاکمیت تسلیم کر لی گئی اور اسے خراج دیے جانے لگے۔ خراج کی روات جون گڑھ
 میں وصول کی جاتی تھیں۔ اس طرح سلطانی دور حکومت میں بھی جون گڑھ بہار اشتر
 کا دار الحکومت بن گیا۔ محمود جیٹا نے وہی غیر نیل کو بہار اشتر کا پہلا صوبیدار
 مقرر کیا جس نے بعد میں سلطان مظفر شاہ ازل کے نام سے نجات کی

ملکران کی تھی۔

عمود بیگڑ اسکے دور حکومت میں بھی کچھ (CUTCH) فتح کر لیا گیا تھا۔
 اور مورول نے اسلام قبول کر لیا تھا چنانچہ ان کی کئی افراد کو اسلام کی تعلیم حاصل کرنے
 کے لئے جو ناگزیر بھیج دیا گیا۔ اس کے علاوہ گجرات، کچھ اور سندھ سے بھی بہت سی
 مسلم اقوام عمود بیگڑ کی دعوت پر جو ناگزیر آکر آباد ہو گئیں۔ تعلیم ہند کے وقت
 ریاست جو ناگزیر کی بیشتر مسلم آبادی انہی خانہ خانوں کی نسل میں سے تھی جو عمود
 بیگڑ اسکے دور حکومت میں یہاں رہائش پذیر ہوئے تھے۔

اس دوران ۱۳۵۷ء میں کاتھیاواڑ کے جنوب میں واقع ایک چھوٹے سے
 جزیرہ دیو (Diu) کے پرتگیزی حکمران اور گجرات کے سلطان کے درمیان مندرجہ
 جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ترکی کے سلطان سلیمان اعظم نے سلطان کی مدد کے
 لئے مصر میں ڈھال لیٹیں بیس بیس فٹ لمبی عین توپیں بھیجیں۔ "نیلم ٹانیک"
 وغیرہ جیسے ناموں سے مشہور یہ تینوں توپیں جنگ کے خاتمہ پر اوپر کوٹ کے
 قلعے میں بھجوا دی گئیں۔ جہاں وہ جنگی طیاروں کے دور تک دفاع کا سب سے
 مؤثر آلات رہیں۔ یہ تین توپیں آج بھی اوپر کوٹ کے قلعے میں تاریکی یادگار
 کے طور پر محفوظ ہیں۔ بیسویں صدی کی ابتداء ہی سے اوپر کوٹ کے قلعے میں تاریکی
 یادگار کے طور پر محفوظ ہیں۔ بیسویں صدی کی ابتداء ہی سے اوپر کوٹ کے قلعے
 کی جنگی اہمیت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور ۱۹۴۷ء میں وہ خود درجہ دار یوں سے
 بحرہ ایک غیر آباد اور ویران مقام بن گیا تھا۔

مغلیہ دور حکومت

ریاست جو ناگزیر تقریباً سوا سو سال تک سلطانی حکومت کے ماتحت رہی۔
 اس کے بعد مغل شاہ اکبر کی فوج نے گجرات اور کاتھیاواڑ پر چڑھائی کی گجرات
 کے سلطان مظفر شاہ سوم نے ان کا دیر انداز مقابلہ کیا لیکن آخر کار اسے شکست

ہوئی، اسے قید کر لیا گیا اور ۱۵۹۶ء میں اس نے خودکشی کر لی اس کے ساتھ
 سلطان دور حکومت انتظام پذیر ہوا اور ریاست جو ناٹھہ کے علاقہ میں مغلیہ
 دور حکومت کا آغاز ہو گیا، ملاطین کی طرح ملل فرار و اذان نے بھی بدستور کاٹیجیوٹ
 میں اپنا دور حکومت جو ناٹھہ کو ہی دکھا اور سوراٹر کی تمام ریاستوں کا خراج پہنچے
 کی طرح جو ناٹھہ میں ہی وصول کیا جاتا تھا۔ ابھر کے وزیر مہاراجا ٹوڈر ملتانے
 رسولی نظم و نسق کے لئے سوراٹر کو چار جہزائیاں حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔
 اس میں سے وہ علاقہ جس میں جو ناٹھہ واقع تھا وہ سوراٹر کے نام سے پہچانا
 جاتا تھا۔ جو سوراٹر کی جڑوں ہوئی لڑائی شکل تھی۔ بقیہ تین حصے بالار، بھالادوڑ
 اور گوہلوڑ نام سے پہچانے جاتے تھے۔ جس لڑکو بھی سوراٹر کا صوبیدار مقرر
 کیا جاتا تھا وہ پورے سوراٹر کا بھی صوبیدار سمجھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے لفظ
 سوراٹر پر سے کاٹیجیوٹ کے لئے بھی رائج ہو گیا۔ کاٹیجیوٹ کے صوبیدار کو منیر
 دور میں "سورٹھ سرکار" کے نام سے پہچانا جاتا تھا اور بعد میں مغلیہ دور حکومت
 کے بعد غواہوں کے دور میں بھی یہ نام جو ناٹھہ کے نوابوں کے لئے بھی مستعمل
 رہا تھا۔

دربار حیات آباد کہ چند کتب خانہ



مکتبہ حیات آباد



مکتبہ بہادر الدین کالی جوان آباد



مہابت خان مدرسہ جو ناگڑہ



عقلمیل شاہ وائے کاشی



جانب مقبره



جانب الدريه المقبره

مغلیہ حکومت کی نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور کئی باخیریں حاصل کی تھیں۔
 قمر خان کے بیٹے صلاحیت خان نے بھی تجربات اور کامیابیاں اسکے کئی مقامات
 پر مغلوں کے لائسنس کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور کئی اشیاء
 فرانسیسی دود چلا رہا تھا۔

صلاحیت خان کو بیٹا شیر خان بھی مغلوں کی طرف سے کئی مقامات پر
 نوہدار مقرر ہوتا رہا تھا۔ اسی دوران اس نے جو نگرہ کے نوہدار کی حیثیت
 سے بھی خدمات انجام دی ہیں۔

شیر خان اور نگرہ کی وفات کے بعد مغلیہ حکومت کمزور ہونے لگی تھی
 تجربات اور کامیابیاں میں بار بار مراعاتوں کی شکریاں ادا کرتی تھی جو وسیع پیمانے
 پر عوام اور غریبوں کو اسکے واپس پٹے جاتے تھے تجربات اور کامیابیاں اسکے
 متعدد علاقے اپنے سابق صوبیداروں کے ماتحت خود مختار ہونے لگے تھے۔ کئی
 مقامات پر اگرچہ اب تک مغلیہ صوبیدار انتظام سنبھالے ہوئے تھے لیکن وہ بہت
 کمزور اور بے اثر ہو چکے تھے۔

راہی کے بیڑے

جو نگرہ میں بھی نسل نوہداران برامنی اور لوٹ کھسوٹ اور رعایا کے
 دہان و مال کی حفاظت میں کام رہے تھے آخر کار جو نگرہ کے انتظامی امور
 میں پیش پیش ویرانی برپا ہوئی تھی چند رہنما اور رعایا کے نمائندے ہالسیہ
 پہنچے اور شیر خان کو دعوت دی کہ وہ جو نگرہ اگر حکومت کی ہانگ ڈال دینا چاہتا ہے
 شیر خان چند سال پہلے بھی جو نگرہ میں مغلیہ نوہدار کی حیثیت سے خدمات انجام
 دے چکے تھے۔

شیر خان نے نوہداران ہالسیہ سے جو نگرہ لے لیا۔ اسی وقت تمام
 علاقے اور سرکاری عمارتیں پر مغلوں کا قبضہ تھا۔ اس وجہ سے لوگوں کے شہر

کی بہتری منڈی کے نزدیک اسی کے درخت کے نیچے ایک چبوترے پر ان کی
 تا چوٹھی کی۔ اس کے بعد انیسویں صدی کے آخر تک جو ناکھڑے کے تمام نوابوں
 کی غیر رسمی تا چوٹھی اسی اہل کے پیش کے تھے چبوترے پر کی جاتی تھی۔ اور اس
 کے بعد ہی محل میں اس کی رسمی تا چوٹھی ہوتی تھی۔

شیر خان نے بہادر خان کا نام اختیار کر کے جونا گڑھ میں بابا خاندان کی
 حکومت کی ابتدا کی۔ اس کی زندگی کے پانچ دس سال اپنی حکومت کو مضبوط اور مستحکم
 کرنے کی خاطر مسلسل جنگ و جدل میں گذرے۔ اسے گونڈل (GONDAL)
 کے راجا باو جی اور اپنے ناگربھن دیوان دپت رام کا بہت تعاون حاصل ہوا
 دپت رام کے بعد بھی ایک سو سال سے زائد عرصے تک ناگربھن ہی جونا گڑھ
 کے دیوان مقرر ہوتے رہے اس کے بعد بھی گونڈل ایک ریاست کے اس بلند
 ترین عہدے پر ہندوؤں کو مقرر کیا جاتا رہا۔ یہ سب ہندو اور خصوصاً ناگربھن
 بابا خاندان کے بہت وفادار رہے تھے۔ ریاست کے خلاف کسی مہم میں انہوں
 نے کبھی کوئی حصہ نہ لیا۔

رادھن پور۔ بالا سینور۔ بانٹوا :-

بہادر خان نے گونڈل میں جونا گڑھ کے علاقے میں بابا خاندان کی حکومت
 کی بنیاد ڈالی۔ اس سے چند دہائیوں پہلے بابا خاندان کی دیگر تین ریاستیں وجود
 میں آچکی تھیں۔ صدرت خان کے بچاؤ اور بعد ازاں شمل گجرات میں رادھن پور
 بالا سینور میں اپنی حکومت قائم کر چکے تھے گونڈل میں رادھن پور کا رقبہ
 ۱۵۰ مربع میل اور آبادی پچھتر ہزار کی تھی۔ بالا سینور کا رقبہ ۱۵۰ مربع میل اور
 آبادی تقریباً پچیس ہزار تھی۔

محمد جویں صدی کی ابتدا میں بانٹوا چند حکمرانوں پر مشتمل ایک چھوٹی
 سی سستی تھی۔ گونڈل میں بہادر خان کے دو بھائی دلا دھان اور دھنڈا خان
 راجپوت پر شاہ دیا کی "جونا گڑھ" (جونا گڑھ سنٹر و سنٹر گڑھ)

اپنے خاندان اور سپاہیوں کے ساتھ وہاں رہائش پذیر ہوئے۔ مانا دور اس کے قریب واقع تھا۔ بعد میں دونوں بھائیوں نے جوارا کر لیا اور بانٹوا دور آور خان کے حصے میں آیا جبکہ دلا دور خان کے حصے میں مانا دور اور بانٹوا کا درجہ حاصل تھا اس کا رقبہ ۱۱ مربع میل اور آبادی تقریباً پچیس ہزار تھی۔ بانٹوا مشترکہ حصہ داری کا تعلق تھا اور اس سے زیادہ تر انتظامی امور ریاست جونا گڑھ طے کرتی تھی علاوہ میں اس کی آبادی تقریباً پچیس ہزار تھی۔

دیوان امرچی۔

بہادر خان کا انتقال ۱۷۵۷ء میں ہوا اب اس کا بیٹا جہات خان اول تخت نشین ہوا۔ اس کی حکومت کے ابتدائی دور میں اس کے شہنشاہ کے بھائیوں جو کہ بانٹوا کے تھے ان کے ساتھ اس کی خانہ جنگی ہو گئی۔ گوٹال کے راجا کبھاجی نے جہات خان کو ان کی مشکلات سے نجات دلائی۔ جہات خان نے اس کے حصے میں کبھاکو ایکٹا (UPLETA) کا تعلق سے دیا۔

۱۷۵۷ء میں جہات خان کے انتقال کے بعد اس کا تیسرا سال بیٹا جہاد خان تخت نشین ہوا۔ جہات خان اور اس کے بعد جہاد خان نے حکومت امرچی کنوری نامی ایک نگر پر بن جو نگر گڑھ کا دیوان تھا۔ امرچی کو کاٹھیاواڑ کو تاریخی کا عظیم ترین دیوان مانا جاتا ہے اس نے ریاست جونا گڑھ کے رقبہ میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ سلطان اور مغلیہ و دوسری حکومت میں دوسری ریاستوں سے وصول کی جانے والی زور طلبی یعنی خراج بھی دواڑ وصول کرنا شروع کر دیا تھا مگر صرف تینتالیس سال کی عمر میں بعض دیگر عظیم سیاست دانوں کی طرح آخر کار ریاست جونا گڑھ کا یہ سب سے وفادار اور عظیم ترین دیوان بھی قاتلوں کے خنجر کا شکار بن گیا۔

اس کے چند سال بعد اس کے دو بیٹے دیوان رگھوناتھ جی اور دیوان پنجوڑی بھی کئی سال تک دیوان کی حیثیت سے ریاست کی خدمات انجام دیتے

رہے تھے۔ ان میں دیوان رنجپور بھی شامل تھے۔ انہوں نے تاریخی، تہذیبی وغیرہ کے موضوعات پر فارسی میں جو کہ اس وقت کی زبان تھی، ۴۰ کن ہیں تصنیف کی تھیں۔

نواب حامد خان کی وفات کے بعد بیار خان ثانی ۱۱۵۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ دیوان رنجپور بھی کی تصنیف "تاریخ سورتھ و ولایت" کے مطابق ۱۱۵۲ھ میں بیار خان ثانی کی ایک شادی کچھ کے زمانہ "راہبھار مل جی" کی بہن قیصر بائی کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ شادی کے پانچ سال بعد ۱۱۵۴ھ میں قیصر بائی کا انتقال ہو گیا۔

انگریزوں کے ساتھ معاہدہ۔

حامد خان کے دور حکومت میں بڑا دردہ (BARODA) کا ساما گائیکواٹھ تجارت کے علاوہ کاٹھیاواڑ کے بھی کچھ علاقوں پر قابض تھا۔ حامد خان کے دور حکومت سے ہی جونا گڑھ اور گائیکواٹھ کے درمیان جھڑپیں شروع ہوئی تھیں ۱۸۰۶ء میں ایٹ انڈیا کمپنی کی فوج مہاراجہ فتح سنگھ راؤ (FATEH SINGH RAO) کے ساتھ کاٹھیاواڑ میں داخل ہوئی۔ اس کے چند سال بعد ہی خصوصاً کرنل واکر (COLONAL WALKER) کی کوششوں سے کاٹھیاواڑ پولیٹیکل سیٹلمنٹ (KATHIWAR POLITICAL SETTLEMENT) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس معاہدے کی وجہ سے جونا گڑھ کو کاٹھیاواڑ کی اہم ترین ریاست کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ اور اس کو دوسری ریاستوں سے ندر علی وصول کرنے کا حق دیا گیا۔ ساتھ ہی ریاست جونا گڑھ کی طرف سے انگریزوں اور گائیکواٹھ کو دی جانے والی سالانہ رقومات طے کی گئیں۔

دیوان رنجپور بھی "تاریخ سورتھ و ولایت" صفر ۱۲۵۰-۱۲۶۰

۱۸۱۳ء کے اس مقام سے کے تحت ریاست جونا گڑھ انگریزوں کو سالانہ
 اٹھائیس ہزار تین سو چوبیس روپے (۲۹۳۹۴) روپے فراخ دیتی رہی اور بڑودہ
 کے ٹیکوٹ کو بھی سینتیس ہزار دو سو روپے (۳۷۲۱۵) روپے کا سالانہ فراخ دیتی
 رہی اس کے عوض ریاست جونا گڑھ کا ٹیکوٹ کی ۱۳۴ ریاستوں اور تعلقوں وصول
 سے بطور زورہ طلبی ہانوسے ہزار چار سو اکیس (۹۲۴۲۱) روپے سالانہ وصول کرتا
 رہا۔

انڈیا رقومات ۱۸۱۳ء میں طے کی گئی تھیں اس کے بعد بھی باوجود یہ کہ
 روپے کی قیمت میں بہت بڑی تبدیلی کے تقسیمینا ڈیڑھ صدی یعنی
 ۱۸۴۹ء تک ان رقومات میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔

ریاست جونا گڑھ بال حکومت کے ابتدائی دور میں کافی وسیع تھی لیکن
 اس وقت کی متزلزل سیاسی صورت حال کے باعث اس کے رقبہ میں تبدیلیاں
 ہوتی رہتی تھیں۔ انہی تبدیلیوں کے باعث اپنا علاقہ گونڈل کے ماتحت اور
 امرتل اور کوٹنار کے علاقے ٹیکوٹ کے ماتحت چلے گئے تھے۔ ۱۸۱۳ء
 کے بعد اس کے رقبہ میں کوئی تبدیلیاں رونما نہ ہوئیں۔ لیکن اس سے قبل بڑ
 والی تبدیلیاں کے باعث ریاست جونا گڑھ کی جغرافیائی حالت کافی عجیب و غریب
 ہو گئی تھی۔ اس کے کچھ تعلقہ تحصیلیں اور گاؤں جو کہ ریاست جونا گڑھ کی علمداری
 میں آتے تھے۔ ریاست کی ملقاتی حدود سے بہت دور ریگڑہند ریاستوں
 سے پاروں اطراف سے گھرے ہوئے تھے۔ اسی طرح دیگر ریاستوں کے گاؤں
 اور تحصیلیں ریاست جونا گڑھ میں واقع تھے اور چاروں اطراف سے ریاست
 جونا گڑھ سے گھرے ہوئے تھے اس کے باوجود حکومت برطانیہ کی بالادستی کی

وجہ سے ان کے درمیان کبھی کوئی جھگڑا فساد نہیں ہوتا تھا۔ اور ہر قسم کا کاروبار
بغیر کسی رکاوٹ کے چلتا رہتا تھا۔

کانیہا ورڈ پوٹیکل ٹیلنٹ کے بعد چھپے کا ٹیٹا وارڈ میں تمام تر چھوٹی
بڑی ریاستوں کے درمیان جنگ و جدل کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ جنگ بہت سے راجا
اپنی ریاستوں میں بڑے علم و حکمت کے ساتھ حکومت کرتے تھے مگر وسیع پیمانے پر
پھیل ہوئی برائسی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس دور میں کسی بھی ریاست کی سرحدیں تبدیل نہ
ہوئیں۔ اس معاہدے کی وجہ سے اسن امان کے ایک نئے دور کا ابتداء ہوئی جو
۱۹۳۴ء تک جاری رہا۔

ترقی پسند قوانین۔

بہادر خان ثانی نے ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۷ء تک حکومت کی۔ اس کے
بعد تخت نشین ہونے والے نواب حامد خان ثانی ۱۹۳۷ء میں صرف ۲۳ سال
کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اس کے بعد اس کا بھائی بہاوت خان ثانی صرف ۴ برس
کی عمر میں تخت نشین ہوا۔

اس کے ۳۱ سالہ دور حکومت میں کامیاب کا موجودہ طریقہ عمل میں آیا۔ کچھ دندہ
مقرر کئے گئے اور ہر ایک وزیر کے سپرد علیحدہ علیحدہ شعبے کئے گئے انہوں نے جو نگرانی
مشہر میں بہت سے ترقیاتی کام کر دیے اور شہر کو چوڑی سڑکوں، باغیچے اور
عوامی عمارتوں سے آراستہ کر دیا۔ اس کے علاوہ دوسری کئی اصلاحات بھی عمل میں
لائی گئی۔

نواب بہاوت خان کو حکومت برطانیہ کی طرف سے "سز" کا خطاب بھی
عطا کیا گیا۔ جو ان کے بعد کے نوابوں کو بھی ملتا رہا۔

۱۸۹۷ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹا یادگار خان جی سوئم تخت نشین ہوئے۔ وہ بڑے علم دوست انسان تھے انہوں نے ریاست میں تمام طلباء کے لئے بنگلہ ایک کی تعلیم مفت دینے کا انتظام کیا۔ ریاست جو ناگزیر کی طرف سے ہندوستان کی مختلف تعلیم گاہوں کو بڑی رقمات کے عطیات دیئے گئے تاکہ ریاست کے باہر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانے والے طلباء کو ان تعلیم گاہوں میں با آسانی داخلہ مل سکے ۱۸۹۷ء میں ریاست جو ناگزیر میں ریلوے کی آمد ہوئی۔

ان کے بعد ۱۹۱۱ء میں تخت نشین ہونے والے نواب رسول خان جی بھی علم کے بڑے دلدادہ اور ترقی پسندوں کے علاوہ مونیانہ خیالات کے حامل تھے وہ ہر مذہب و فکر کے عاملوں، پیروں، فقیروں، سادھوؤں، سنوں کے ساتھ اپنا زیادہ تر وقت گزارتے تھے۔ انہوں نے ریاست میں شراب اور عصمت زدوشی پر مکمل پابندی عائد کر دی تھی۔ ان کے والد کے وقت میں شرع ہوئے والے بہت سے منصوبے ان کے اپنے دور میں مکمل ہوئے۔

داتا کی یاد میں :-

یادگار خان سوئم کے دور حکومت میں جمیشل شاہ داتا کی خدمت خلق کی یاد میں داتا کے پہاڑ کے دامن میں پرنس البرٹ لپروس ہسپتال (PRINCE ALBERT LEPROSY HOSPITAL) کی تعمیر ہوئی۔ اس کا سنگ بنیاد ۱۸۹۹ء میں برطانیہ کے پرنس آف ویلز شہزادہ البرٹ وکٹر (PRINCE ALBERT VICTOR) جو بعد میں شہنشاہ آئرلینڈ بن گئے تھے ان کے ہاتھوں رکھا گیا تھا انہی کے دور حکومت میں ۱۹۰۰ء میں ریاست جو ناگزیر کے دیوان ہری رائے نے ایک لائبریری نکالی جس میں ایک لاکھ پندرہ ہزار کے انعامات دیئے گئے

بعد ساڑھے تین لاکھ کی آمدنی ہوئی تھی اس رقم سے گورکھ ناتھ کی پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے بارہ ہزار میٹر عیاں تعمیر کرائی گئیں اس کے بعد حکومت کی طرف سے واناہ کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے بھی میٹر عیاں بنانے کا کام شروع ہوا تھا اس کا افتتاح بمبئی کے گورنر میرسن نے ۱۸۹۸ء میں کیا تھا۔ اس کے بعد تین اور چوٹیوں تک پہنچنے کے لئے بھی میٹر عیاں تعمیر کی گئی تھیں۔ اس طرح گرناہ دنیا کا سب سے زیادہ بلندی تک لے جانے والی میٹر عیاں رکھنے والا پہاڑ بن گیا ہے۔

ریاست جونائٹھ میں ۱۸۶۶ء میں ریاست کی سب سے پہلی پبلک لائبریری قائم ہو چکی تھی۔ تیس سال بعد اس لائبریری کے لئے شہر کے ایک بڑے چوک پر ایک شاندار عمارت قائم کی گئی۔ "بیارد خان جی لائبریری" کے نام سے مشہور اس لائبریری کا سنگ بنیاد ۱۸۹۸ء میں بمبئی کے گورنر لارڈ سینڈ ہرسٹ (LORD SANDHURST) نے رکھا تھا اور اس کا افتتاح ۱۹۰۱ء میں

بمبئی کے گورنر لارڈ نارٹھ ہارٹ (LORD NORTH HART) نے کیا تھا اس دو منزلہ عمارت میں ایک وسیع عجائب گھر بھی بنایا گیا ہے اس لائبریری میں اردو، فارسی، عربی، سنسکرت کے علاوہ دیگر کئی زبانوں کی ہائیں ہزار تعانیف کا خزانہ موجود ہے جس میں سے اکثر کتابیں پیش بابا اور نایاب قسم کی ہیں۔

بہاء الدین کالج

نواب رسول خان جی کے دور حکومت کی سب سے اہم ترین یادگار بہاء الدین کالج کا قیام ہے۔ شیخ بہاء الدین تین نوابوں کے دور حکومت میں وزارت کے فرائض انجام دے چکے تھے انہوں نے خود کسی قسم کی باضابطہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی

لیکن پھر بھی وہ بڑے علم دوست انسان تھے وہ بہت سخی بھی تھے۔ ان کے
 وزیرت میں ریاست نے خصوصاً تعلیمی شعبے میں بہت ترقی حاصل کی تھی۔
 شیخ بہار الدین نے ۱۸۹۹ء میں اپنی عمر کے ساٹھ سال پورے کئے ان
 وقت ان کے دوستوں اور بہن خواہوں نے ساٹھ ۷۰ ہزار روپے کی رقم اٹھا کر
 ان کے پلہ گار قلم لکھنے کے لئے ان کے سپرد کی۔ شیخ بہار الدین نے اس
 میں اپنی طرف سے بیس ۷۵ ہزار روپے کا اضافہ کر کے پوری رقم حکومت کو
 سوپ دی۔

ریاست نے اس رقم میں اپنی طرف سے ڈیڑھ لاکھ روپے ملا کر
 یہ رقم دو لاکھ تیس ہزار روپے تک پہنچادی اور اس فنڈ میں سے بہار الدین کا
 تعمیر کرانے کا فیصلہ کیا۔ اس کا سنگ بنیاد ۱۹۰۶ء میں پوٹنیکل ایجنٹ کرنل
 جے۔ ایم۔ ہنٹر (COL. J. M. HUNTER) کے ہاتھوں رکھا گیا اور اس
 کا افتتاح ہندوستان کے وائسرائے لارڈ کرون (LORD CURZON)
 کے ہاتھوں ۳ نومبر ۱۹۰۶ء کے روز ہوا۔

بہار الدین کا کالج برصغیر کی اولین مسلم کالجوں شمار ہوتا ہے۔ یہ کالج خصوصاً
 مغربہ بدگنس سے پہلی مسلم کالج ہے۔ اس میں اندرون ریاست اور بیرون ریاست
 کے مسلمان علماء سے تیس لینے کی بجائے ان کو اسکا رٹپ دی جاتی تھی۔ ساتھ ہی ریاست
 اور دیگر سہولتیں بھی بتیا کی جاتی تھیں کاغذ وادار اور کثرت کے علاوہ دیگر ملاقاتیں
 خصوصاً سندھ کے کئی علماء اس کالج سے استفادہ کرتے تھے سندھ کے متعدد
 سیاستدان اور دانشوروں نے بھی اس کالج میں تعلیم حاصل کی تھی۔

کالج میں سکھوں کے لئے اتنی سہولتیں دیتا جہاں کے باوجود کالج کے طلبہ
 میں صرف دس سے دانیسہ مسلمان علماء کی بڑی اکثریت ہندوؤں

پر مشتمل تھی اس میں سے پہلی ۱۵ فیصد عہدہ کو ملت تعلیم دی پہلی تھی۔
شیخ بہاء الدین دو خوش نصیب مسلمان تھے جنہوں نے اپنی زندگی میں ہی
اپنی اس یادگار کو پایہ تکمیل تک پہنچنے دیکھا۔
اس کے چند سال بعد سندھ میں تقریباً ۱۵۰۰۰۰ اسی سال کی عمر میں ان کا
انتقال ہو گیا۔

ریاست میں مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے کی ہر ممکن سہولتیں دیتے ہوئے
اور ان کی حوصلہ افزائی کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت تعلیم کی طرف اپنی زندگی بھر
بند و بادل کی اکثریت تعلیم کی طرف مائل تھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ جامعہ ملی
کے چند نر و بکی عہدیداروں کے سوا ریاست کے تقریباً ہر اعلیٰ سرکاری عہدوں پر
ہندو عہدیدار ہی مقرر تھے اس کے علاوہ سکولوں اور چوک خانہ متوں میں بھی مسلمانوں کی
تعداد بہت کم تھی۔

نواب مہابت خان جی۔

ریاست جو بنگالہ کے نواب نواب مہابت خان جی کی زیر نگرانی و نگرانی
میں ہوئی ان کے دور نواب۔ سول خان جی کا سلسلہ اس انتقال ہونے کے بعد
دو طرفہ گیارہ سال کی عمر میں ریاست جو بنگالہ کے حکمران بن گئے تھے لیکن
کی کم سن کی وجہ سے حکومت رعایہ کی جانب سے ریاست کے امور سنبھالنے کے
لئے ایک انگریز ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا تھا۔ نواب مہابت خان جی نے اس کی تعلیم
و صلاحیت کے لئے سکھانے لگے لیکن پہلے جنگ تعلیم کے بارے میں لگائے کہ
وہ سے وہ ایک سال بعد ہی واپس آ گئے۔ اور ان کی ایک تعلیم گاہ میں
تعلیم حاصل کرنے گئے سندھ میں وہ جو بنگالہ واپس آ گئے سندھ میں ان کے

من شور یک پہنچے ہی ریاست کی ہاگ ڈور ان کے سپرد کر دی گئی۔
 ہاگ ڈور ان کے دور حکومت میں بیسویں صدی کی موجودہ ترقی کی ابتدا ہو
 چکی تھی۔ اور ریاست جو ناگزیر بھی بہت سے شہرہ نامے زندگی میں خاصی ترقی کرنے
 لگی تھی۔ تعلیم اور انتظامی شعبوں میں نواب رسول خان بی اے ایڈمنسٹریٹر کے دور
 میں کی گئی اصلاحات کو اور ترقی دی گئی تھی۔

ترقی اور اصلاحات :-

ریاست میں اس کی اپنی نجی ملکیت کی دسویں میل طویل ریلوے لائن
 تھی اس کے علاوہ بیرون ریاست ایک اور ریلوے لائن میں اس کا نمبر ۳۷ حصہ
 تھا ریاست کے بیشتر علاقوں میں پکی سڑکیں تھیں اور ریاست کے کسی بھی حصہ
 میں بندوبست کا کام آسانی پہنچا جاسکتا تھا۔ ریاست میں ۱۹۷۱ء سے اس کی اپنی نجی
 اندرونی پوسٹل سروس شروع ہو چکی تھی جو انڈین پوسٹل یونین
 (INDIAN POSTAL UNION) کے ساتھ ملحق تھی۔

گیر (GAR) کے جنگل میں پائے جانے والی بیش بہا نباتات اور بڑی بوٹیوں
 کا ایک موزیم (MUSEUM) اور تجربہ گاہ شہر کے ایک خوبصورت محل موقی
 باغ میں قائم کی گئی تھیں۔ پوری ریاست میں خاص لکھی استعمال کیا جاتا تھا اور
 ڈالڈالہ بناسپتی لکھی کی دسامبر پر پابندی عائد تھی گیر کے جنگل میں شکار کے
 لئے مہند کے دائرے سے لے کر چھوٹے بڑے بہت سے حکمران جو ناگزیر
 آتے رہتے تھے۔ نواب صاحب خود بھی شکار کے بہت شوقین تھے۔

ان وجوہات کی بنا پر جو ناگزیر کی رعایا بالی خاندان کی بہت وفادار تھی
 ہندوؤں کو ریاست میں شاید ہی کوئی تکلیف ہوگی۔۔ انتظامیہ پر بھی ہندوؤں

کا کنٹرول تھا۔ خصوصاً ریاست کے دیوان، سپہ سالار احمد دوسرے اعلیٰ عہدوں پر ہنگر ہرمن بڑی تعداد میں فائز ہوتے رہتے تھے اور اس وجہ سے وہ بالیائی زبان کے بہت وفادار تھے۔

تجارتی خوشحالی۔

بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں کانٹیاواڑ کے زمین تجارت کے لئے پورے ہندوستان میں دور دور تک پہنچی چکے تھے۔ ان زمین تاجروں اور سوداگروں کی بڑی تعداد کانٹیاواڑ کے چھ سات شہروں میں رہائش پذیر تھی ان میں ریاست جوناگڑھ کے شہر بانٹوا (BANTVA) اور کتیانہ (KUTIYANA) پیش پیش تھے اور ان کے ساتھ ہی دھوراجی (DHORAJI) اور جیت پور (JETPUR) زمینوں کی دولت مند اور سخاوت کے اہم ترین مراکز تھے۔ خصوصاً بانٹوا کی دولت کے بارے میں بہت سے مبالغہ آمیز قصے مشہور کئے گئے تھے اور وہ قصے سنہ ۱۹۴۷ء میں بانٹوا کی ہربادی کے بعد بھی کانٹیاواڑ کے لوگوں کے ذہن سے مٹ نہ سکے تھے۔ بانٹوا کی تباہی کے تقریباً پچیس سال بعد بانٹوا کے ایک ہندو وکیل نے اپنی قرب کردہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ

”بانٹوا میں تین ارب پنچ اور ۲۰ کروڑ بتاتے تھے جبکہ کچھ جی تو لگی لگی میں تھے۔“

اس بات میں بہر حال اتنی صداقت ہے کہ بانٹوا میں چھ سات کروڑ لڑے

اور تقریباً پچیس لکھپتی تھے۔

اس قسم کی ایک دو مبالغہ آمیز باتوں کو الگ رکھتے ہوئے سنہ ۱۹۰۰ء کے بعد بانٹوا کے مہینوں کی تجارتی شان و شوکت کی سطح کی بھرپور حسب ذیل باتیں زیادہ تر صیح ہیں۔

۱۔ بانٹوا کے مہین اس وقت کا ٹھیکہ دار کے علاوہ اس کی اہم تجارتی منڈیوں کرنلک، ستارا، ساٹلی، میرٹھ، بونہ، دھارواڑ، کلکتہ، بیلگام، بستی، مدراس کے علاوہ آندھرا، بنگال، سندھ، پنجاب، ارمیر، جنوبی ہند وغیرہ کی تجارتی منڈیوں میں اپنی شاخیں قائم کر چکے تھے۔ وہ سیلون، ملایا، انڈونیشیا وغیرہ جیسے سمندر پار ملکوں میں زیادہ سے زیادہ اپنا تجارتی دائرہ کار وسیع کرنے کے لئے جاتے تھے۔ کتنے ہی تجارتی اداروں کی ایک سو سے زیادہ شاخیں ایک وقت مختلف مقامات پر تھیں۔ اس وقت صوبہ مدراس کی نصف تجارت آدم عاقی پیر محمد (موجودہ آدم لائیڈ) حسین قاسم دلدار (موجودہ دالامیڈ) ہالہ عاقی جیب پیر محمد (موجودہ ارگ لائیڈ) ان تین تجارتی اداروں کے ہاتھ میں تھی۔ ہندوستان کی بڑی بڑی صنعتوں کی اہم ایجنسیاں بانٹوا کے تاجروں کے ہاتھ میں تھیں۔ ہندوستان و بھیلی، ویرٹن انڈیا مپس کمپنی، تاتا اسٹیل، برہما اسٹیل ورڈ و کیویم، کاشیکس سکے علاوہ ہند غیر ملکی سگرٹوں کی کمپنیاں بھی انہی کے پاس تھیں۔ ہندوستان کی بیرونی تجارت میں بانٹوا کے تاجر اہم مقام رکھتے تھے۔ برہما جو اس وقت ہندوستان سے ملحق تھا۔ وہاں سے برآمد کئے جانے والے لاکھوں ٹن چاول کی برآمد کا انحصار حصہ بانٹوا کے ایک تاجر کی معرفت برآمد ہوتا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے درمیان حکومت برطانیہ کو صرف سے ہندوستان کے بڑے بڑے درآمد کنندگان کی ایک فہرست تیار

۱۹۴۷ء جون ۹

کی گئی اس میں ہندوستان کے چھ صوبے بڑے بڑے گانہ گان کے نام شامل
تھے جن میں سے تین ہانٹوا کے جاہل تھے۔

کتیانہ کی خوشحالی۔

کتیانہ بھی ریاست جو ناگڑہ میں مہینوں کی خوشحالی کا ایک شہر تھا۔
اس کی آبادی تیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی جس میں سے سچیں (۲۵) ہزار مسلمان تھے
اور ان میں بھی مہینوں کی اکثریت تھی جو بیسویں صدی کی ابتدا سے سہارن کے لئے
ہندوستان کے مختلف حصوں اور برما، سیلون اور افریقہ تک پہنچ گئے تھے
ان کی تجارتی کارروائیوں کے سبب کتیانہ جو کچھ عرصہ پہلے آٹھ دس ہزار نفوس پر مشتمل
ایک چھوٹا قصبہ تھا وہ اب تیس ہزار کی آبادی پر مشتمل کافی وسیع اور خوشحال شہر بن
گیا تھا۔ مہینوں کے مہار کی فیاضانہ سناؤ توں اور مہینوں کے رضا کاروں کے خدمت خلقی کے
مذہب کے جوش و خروش نے پورے کتیانہ کی شہری زندگی کو ایک پار و پ دے
دیا تھا۔ مہینوں نے وہاں پر ایک اہل اسکول، تعلیم گاہیں، مطب، مسافر خانوں
جماعت خانوں، کتب خانوں، باغ، دار در کس وغیرہ جیسے فلاحی اداروں کو تعمیر
کر کے کتیانہ کو کاٹھیاواڑ کے چند ترقی یافتہ شہروں کی صف میں لاکھڑا کر دیا تھا۔
ہانٹوا اور کتیانہ کے علاوہ دھودھادی، جیت پور، پور بندر، اپٹا، ورتلی
وغیرہ کے شہروں میں بھی جیسے جیسے مہینوں تاجر رہتے تھے اور وسیع دھرم
تجارتی کمزول اور خوشحالی کے علاوہ فیاضانہ سناؤ توں کے لئے بھی مشہور ہو
چکے تھے۔

ریاست کی تجارتی خوشحالی میں مہینوں کے علاوہ مندو، جٹے اور لوہانہ

۲۸ ہانٹوا ڈائریکٹری صفحہ ۲۹ تا ۲۸

۲۶ کتیانہ مہینوں کی پیش کش دس سال بعد صفحہ ۲۵، ۲۶

تاجروں کا بھی کچھ حصہ رہا تھا۔

ان تمام تجارتی برادریوں کی طرف سے بڑی تعداد میں تعلیم کا بھی مطلب
دچر خانہ مذہبی مقامات اور دیگر نلامی ادارے کام کرتے تھے اور ہر فرد بلا تخصیص
قوم و مذہب ان سے مستفید ہوتا ہے۔

صنعت کاری کی ابتداء:-

اس وقت تک چند مسلمانوں ہندوستان کے مختلف حصوں میں کچھ صنعتیں
قائم کر چکے تھے۔ ان میں کاٹھیادڑ کے مین پیش پیش تھے ۱۹۳۵ء میں انہوں نے
ایک ایسی صنعت کی ابتداء کی جو ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے سب سے مشترکہ صنعتی
منصوبہ تھا اس مشترکہ منصوبے کو کاٹھیادڑ انڈسٹریز (KATHIWAR

INDUSTRIES) کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اس کے بانی برما کی صنعت میں اہم
کردار ادا کرنے والے سیٹھ لطیف ابراہیم باوانی تھے۔ ۱۹۴۲ء میں انہوں نے اس
مشترکہ منصوبے کے لئے بہت تنگ دود کی اور اس کے لئے تمام بڑے مین تاجروں
سے رابطہ قائم کیا۔

جناب لطیف ابراہیم باوانی کی کوششوں سے ۱۹۴۵ء کی ابتداء میں کاٹھیادڑ
انڈسٹریز ایک کرورپ کے منظور شدہ سرمائے سے قائم کی گئی اس کے چیرمین
ان کے بڑے بھائی اور معروف صنعت کار جناب احمد ابراہیم باوانی تھے اس کے
زیادہ تر ڈائریکٹر بھی مین تھے نواب بہاوت خان جی بھی اس صنعت منصوبے کے
سرپرست تھے۔

انڈسٹریز کے لئے بطور بینک ایجنٹ کام کرنے کے لئے ولی عہد دلاور
خان جی کے نام سے "دلاور سنڈیکیٹ کے نام سے ایک کمپنی قائم کی گئی۔
شاہانہ لطیف ابراہیم باوانی (مین عالم کلا باوانی نمبر ستمبر ۱۹۶۰ء)

اس منصوبے کے لئے ریاست جو ناگزیر کے چودہ وار علاقے میں تین دس مہینے
میل کا پلاٹ حاصل کیا گیا اور وہاں پر پورٹری ورکس ورکس کے برتن بنائے اور
سالٹ ورکس کی مشینری نصب کر کے پیداوار کی ابتدا کر دی گئی۔
بعد میں وہاں ڈیپٹی سٹیشن کا ایک بڑا پلانٹ نصب کرنے کی تیاری ہو رہی تھی
کہ اس وقت برصغیر کا بخارا ہو گیا۔ اور ریاست جو ناگزیر و سرحد ہندوستان میں
شامل کر دی گئی۔ اور کاٹھیاواڑ انڈسٹریز کی تمام تر مشینری و دیگر حکومت نے ضبط
کر لی۔ مٹا

ذاتی کردار :-

نواب صاحب غائبی کو شکار کا بہت شوق تھا وہ گیر کے جنگل کے درختوں
اور نباتات میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ گیر کے جنگل کے درختوں کی حفاظت کے
لئے انہوں نے بہت سخت قوانین نافذ کئے تھے انہیں افزائش حیوانات میں کافی
دلچسپی تھی۔ ریاست جو ناگزیر کے سرکاری فارم کے جانور میٹھی کی موشیوں کی نائش میں
بہت دفعہ اصلی اخراجات حاصل کر چکے تھے۔ نواب صاحب کو اصلی نسل کے کتے اور
گھوڑے پالنے کا بھی بڑا شوق تھا۔ وہ حیرانہ کتے میں بڑے شوقین اور فیاض قد دان
تھے۔ نواب صاحب سرگرم نوشی نہیں کرتے تھے اور سنگریٹ نوشی کرنے والوں کو
اپنے نزدیک بھی نہ آنے دیتے تھے۔

عدالتی نظام :-

ریاست میں اصلی قسم کا عدالتی نظام رائج تھا۔ اس میں مختلف اوقات میں

۱۲ مسلم مجرات ۱۲ جنوری ۱۹۲۵ء

۱۳ مسلم مجرات ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء

سرفیردشاہ بہت ، سرچیمین لال ، سیٹل وارڈ وغیرہ جیسے بہت سے غیر مسلم اہل
نامور قانون دان بطور جسٹس ریاست جو ناگزیر میں مذہبات انجام دے چکے تھے۔

نظام حکومت

نواب بہاوت خان کی ایک خود مختار حاکم ہونے کے باوجود ایک آئینی سربراہ کی
حیثیت سے کام کرتے تھے۔ ریاست میں بہت عرصے سے وزارتی طرز حکومت
رائج تھا۔ اس وزارت کو "اسٹیٹ کونسل" (STATE COUNCIL) اور اس کے
ارکان کو "ممبر" (MEMBER) کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اور اس کا سربراہ
دلیوان یعنی وزیراعلیٰ ہوتا تھا۔ بر وزیر کے پاس کچھ مقررہ دفاتر ہوتے تھے ان کے
اختیارات میں نواب کسی بھی طرح کی دخل اندازی نہیں کرتے تھے۔ ان کی تقرری
بغیر کسی مذہبی دھڑی تعصب کے صرف قابلیت کی بنیاد پر کی جاتی تھی۔ ۱۹۳۴ء میں
اسٹیٹ کونسل کے سب سے سینئر ممبر شیودت رائے مانگڈ (SHIVDUT
RAO MANGAD) تھے اسٹیٹ کونسل کے علاوہ ایک ایڈوائزری
کونسل رجسٹری شوریٰ ابھی برقی جس میں بغیر کسی تعصب کے سماجی رہنما
ساجروں ، دانشوروں ، جاگیرداروں اور زمینداروں کے نمائندے مقرر کئے
جاتے تھے۔ اس ایڈوائزری کونسل کی میٹنگ کا کوئی وقت مقرر نہ تھا اور کسی اہم
موضوع پر رائے جامع جاننے کے لئے ہی اس کی میٹنگ بلائی جاتی تھی۔

جونا گڑھ کشہر میں کافی سالوں سے میونسپل کمیٹی قائم ہو چکی تھی اس کے
ممبروں کا بھی تقرر کیا جاتا تھا۔ ۱۹۳۴ء میں اس کے آخری پینین اردو کے
مشہور ادیب قاضی احمد میاں اختصار تھے۔ دیگر مقامات پر مقامی مسائل حل
کرنے کے لئے پنچائتیں مقرر کی جاتی تھیں اس کے علاوہ برہادری میں اس کے ایک

رہتا کہ ”سرکاری پٹیل“ کا عہدہ دیا جاتا تھا اس کے فرائض میں برادری کے بھگتے
 آپس میں لڑنا دینا اور اگر وہ بھگتے عدالت تک پہنچیں تو اس میں عدالت کی
 غیر جانبدارانہ رہنمائی کرنا بھی شامل تھا۔

ریاست میں کوئی سیاسی جماعت نہ تھی بلکہ وہاں میں کانگریس کے اگسٹے
 جو ناگزیر ہر جہاں منڈل قائم کیا گیا تھا۔ لیکن یہ ادارہ تھوڑے ہی عرصے میں غیر فعال
 ہو گیا۔ مسلمانوں کا ایک ادارہ ”بعیت مسلمانان جو ناگزیر تھی۔ اس کی ایک اہم زیاد
 ریاست کی ملازمتوں میں مسلمانوں کی بہت کم تعداد کے بارے میں تھی۔ اس بعیت
 کے بانی ریاست کے مشہور ماہر تعلیم جناب اسماعیل ابراہانی (ABRAHANT)
 تھے۔ جو بعد میں ریاست کے وزیر تعلیم بھی رہے تھے۔ بعیت چند خصوصی موقعوں
 پر تقاریر منعقد کیا کرتی تھی۔ ۱۹۴۷ء میں اس کے صدر قاضی احمد میاں اختر
 تھے اور اعزازی سیکریٹری جناب احمد یوسف خانانی رہتے تھے۔ دونوں عہدیداران
 کے ہم نام اور ہم تخلص ہونے کی وجہ سے اعزازی سیکریٹری نے اپنی
 پہچان کے لئے اپنے تخلص کے ساتھ ڈگری شامل کر دی اور اختر علی۔ علی۔ علی۔
 کے نام سے پہچانے جانے لگے۔

مذہبی مقامات کو امداد

۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۸ء تک ریاست جو ناگزیر کے اعلیٰ ترین عہدے پر
 شمس پور شاہ دیوانی فائز رہے تھے۔ ان بیاسی سالہ بزرگ نے چند سال
 پہلے ایک اخباری ملاقات میں نواب مہابت خان کی کئی دور حکومت کی کچھ باتیں
 سنا زہ کی تھیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ نواب صاحب کے دربار میں شتر فہرہ ملازم مہند تھے
 وہ ہندو مذہب کے بارے میں بڑی محبت رکھتے تھے۔ گرنہ اس کے سادھوؤں
 کے لئے اتنا ج کی بوریاں اور اسٹیلے خوردنی پہنچائی جاتی تھیں۔ ہندو مذہب

مقامات اور ان کے منصبوں (مستقلوں) کے لئے پالیسی ۲۰۰۰ کاڈوں کی آمدنی وقف
کر دی گئی تھی۔ ۱۱

اسی طرح مسلاؤں کے مذہبی مقامات کی مستقل آمدنی کے لئے کثیر تعداد میں
کاڈوں وقف کر دیئے گئے تھے۔

۱۹۳۷ء کے بعد کانٹھوارڈ میں غیر ماضی ز مینداری کا خاتمہ ہو گیا اور
کھیتی باڑی کرنے والے کی نوں کو زمینوں کا مالک بنادیا گیا۔ اس وجہ سے ان
مذہبی مقامات کی یہ زمیندارانہ آمدنی ختم ہو گئی پھر عقیدت مندوں کی طرف سے
نذرانے اور عطیات کا وجہ سے ان کی رونق چبے کی طرح ہی قائم ہے۔
جونہڑی شہر میں دوپہر کے بارہ (۱۲) بجے ایک توپ داغی جاتی تھی۔
اس کے ساتھ ہی سرکاری منگر خانے کے دروازے کھول دیئے جاتے تھے۔ اور
عزبان اور فقراء کو کھانا دیا جاتا تھا۔ اسی طرح سادھوؤں اور بندو عزبان کے لئے
ایک صومہ "سداورت" قائم کیا گیا تھا جہاں سے انہیں کپے اناج اور دیگر اشیائے
خور و نوش تقسیم کی جاتی تھیں۔ ۱۹۴۷ء کے بعد یہ سنگم خانہ اور سداورت بند کر
دیئے گئے تھے۔

اس طرح بانی خاندان کے دور حکومت میں اور خصوصاً نواب مہابت خان کی
کے تقریباً سیتیس (۳۷) سالہ دور حکومت میں ریاست کے لوگ سکھ، اہلینان
اور سداوتی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔ لوگوں کا معیار زندگی بھی بلند
ہوتا جا رہا تھا۔ اور ادب و تعلیم اور تہذیب و تمدن میں جو ناگزیر کام صوفیہ اہل
پر آج کا تھا۔

انتظامیہ بھی اعلیٰ معیار کی اور غیر جانبدار تھی۔ ان سب حقیقتوں کا ایک نمایاں
ثبوت ۱۹۴۷ء کے بعد ہندو مصنفین کی ریاست جو ناگزیر کے بارے میں لکھی
۱۱ دیکھا، جو ناگزیر کے نواب کی بی بی پرانی باتیں چتر لکھا ۱۱ فروری ۱۹۵۱ء

محکم کتابوں میں ملتا ہے۔ جس میں حوالہ حکومت کے خلاف کوئی بھی شکایت یا
الزام نہیں ملتا بلکہ مختلف شعبوں میں کامیابی کے بارے میں اظہار
تقریر کیا گیا ہے۔

دہلی ریاستیں

مقام اور اہمیت۔

تقسیم ہند کے وقت ملک میں کل پانچ سو تینتر (۵۷۲) چھوٹی بڑی دہلی ریاستیں تھیں جو برصغیر کے ایک تہائی حصہ پر پھیلی ہوئی تھیں اور ملک کی ایک چوتھائی آبادی اس میں آباد تھی ان میں کشمیر، حیدرآباد، میسور، جیسی ریاستیں برطانوی ہند کے کسی بھی صوبہ کے برابر آبادی اور رقبہ رکھتی تھیں۔ ۵۷۲ ریاستوں میں سے تقریباً تین چوتھائی ریاستیں بہت چھوٹی تھیں اور ان کے حکمران محدود قسم کے اندرونی اختیارات رکھتے تھے۔ باقی ماندہ ایک سو چالیس (۱۴۰) ریاستیں کافی بڑی تھیں اور ان کے حکمران تاج برطانیہ کے ساتھ مختلف معاہدوں سے منسلک تھے ان معاہدوں کی رو سے دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کی ذمہ داریاں حکومت برطانیہ کے ذمہ تھیں۔ باقی تمام معاملات میں یہ حکمران مکمل طور پر خود مختار ہوتے تھے ان بڑی ریاستوں میں برطانوی ریذیڈنٹ بھرتے تھے۔ چھوٹی ریاستوں کو مختلف گروہوں میں اکٹھا کر کے ان کی یکجہتی بنادی جاتی تھی۔ اور ان پر پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کیا جاتا تھا ریلوے ڈاک، ٹیلی گراف اور کرنسی وغیرہ کے امور ریاستوں اور حکومت برطانیہ کے مابین تعلقات کو اور بھی گہرا اور مستحکم کرتے تھے۔ چند قابل تعریف حکمرانوں

کے سوا تمام حکمرانوں کی بہت بڑی اکثریت عیش و نشاط کی دلدادہ، شہوت پسند اور ظالم تھے۔ وہ مختلف ذریعوں سے رعایا کا استحصال اور ان پر ظلم کرتے تھے۔ ان حکمرانوں سے رعایا کو کوئی اُنسیت نہ تھی۔ ریاستوں کے اندرونی معاملات میں حکومت برطانیہ کوئی مداخلت نہیں کرتی تھی۔ صرف وسیع پیمانے پر ہونے والی بد امنی اور لاقانونیت کی صورت وہ دخل اندازی کرتی تھی اس کے علاوہ کسی حکمران کے کمبختی میں سخت نشین ہونے کی صورت میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ناظم ناظر مشیر مقرر کیا جاتا تھا۔ اور حکمران کے سن بلاغت تک پہنچنے پر تمام اختیارات حکمران کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔

چند حکمران نہایت ہی ترقی پسند تھے یہ حکمران رعایا کی نلاح و بہبود کا بہت خیال رکھتے تھے۔ انکی رعایا کو کچھ ایسی سہولتیں بھی میسر تھیں جو برطانوی ہند کے رہنے والوں کو بھی حاصل نہ تھیں۔ تعلیم و تہذیب کے شعبوں میں چند ریاستیں نمایاں شہرت رکھتی تھیں۔

حکومت برطانیہ اور ریاستوں کے مابین تعلقات

انیسویں صدی کی ابتداء تک ہندوستان کا بہت بڑا علاقہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت آچکا تھا۔ مغلیہ سلطنت بالکل کمزور ہو گئی تھی اور پورے ملک میں ان گنت دیسی ریاستیں خود مختار ہو چکی تھیں اور آہ آواز حکمران کرنے لگی تھیں اس وقت تک ایسٹ انڈیا کمپنی، دیسی ریاستوں کے ساتھ جو معاہدات کرتی تھی وہ مساوات کے اصول پر مبنی تھے۔

۱۸۱۳ء کے ان حالات میں بہت تغیر آگیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کی سب سے بڑی طاقت بن گئی تھی اس وجہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ

معاہدات اب بھی مساوات کے اصول پر جوئے کے اور جو ان میں کچھ کی برتری
 کے وجود کو تسلیم کرتے تھے۔ ان سے معاہدوں اب دہائیوں کچھ کی اہلیت
 کے بغیر ملک داخل نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کو امن و امان کی حفاظت
 کے لئے کچھ کے ماتحت ملاکان ملے پر ان کو ان کے لئے ان ان کے
 اہلیت کے لئے دہائیوں کچھ کو ملازمہ نقد رقم مستقل طور پر کوئی علاقہ
 سے رہتا تھا۔ کچھ نے ان کی شہرہ نام کے ساتھ ساتھ میں کا تھیاوار کی
 ایک ریجنٹس (۱۸۴۳) ریاستوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جو کا تھیاوار
 پریسبیٹیرین کے نام سے مشہور ہے۔ اسی قسم کے معاہدے، اہلیت کی
 میں ۱۸۴۷ اور ۱۸۴۸ میں کی ایک سویتا میں (۱۸۴۵) ریاستوں کے ساتھ
 بھی کیے گئے تھے۔

۱۸۵۷ء کے بعد حکومت برطانیہ کی پالیسی

۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم کر
 دی گئی اور حکومت برطانیہ نے برطانوی ہندوستان کی ایک دور رس بحالی۔ انہوں
 نے ان میں ریاستوں کے ساتھ کئے گئے تمام معاہدات کو جو کا توں عمل میں
 جاری رکھنے کا اعلان کیا۔

۱۸۵۷ء کے گورنر آف انڈیا کیٹ کے تحت ۱۸۵۷ء میں برطانوی
 ہند کے چند موبول میں ایکشن منعقد کر کے عوامی مکونوں کا یہ عمل میں آیا
 گیا تھا۔ اس ایکٹ میں دہائیوں کی ایک فیڈریشن قائم کرنے کی بھی تجویز
 تھی لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر اس پر عمل نہ ہو سکا۔ اس میں ان عوامی
 مکونوں کو بھی کوڑ دیا گیا تھا۔

۱۹۳۰ء کے عشرے میں کانگریس نے بہت مسکراہٹوں میں ہندوؤں پر مشتمل پرجائنتھ لوں اعداد کی پریشدوں کی تشکیل کی تھی اور ان کے ذریعے ایسی عملی نائنڈ کی کے لئے تحریکیں چلائی تھیں جن سے ریاستوں کی انتظامیہ میں ہندوؤں کی برتری سب سے ان سب تحریکوں کے رد با رد ان سروراء ولیم بھائی پٹیل سے۔

۱۹۳۰ء میں بیک وقت ایک دو جن کے قریب ریاستوں میں ایسی تحریکیں نمودار سے چلائی گئیں جو تمام کی تمام ناکام رہیں۔ اس دوران راجکوت کی تحریک سب سے نمایاں رہی۔ راجکوت کا ٹیڈاواڑ کے وسط میں ایک چھوٹی کا ریاست تھی جہاں برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کا صدر دفتر واقع تھا۔ اس تحریک میں خود گاندھی جی خود سروراء ولیم بھائی پٹیل کے حصہ لیا تھا۔ اور اس دوران گاندھی نے اپنا جارجی "سرن بہت" بھی کیا تھا۔ اس وقت کچھ کا ٹیڈاواڑ مسلم لیگ کے صدر غلام محمد میمن رہنماؤں نے ان کا سخت مقابلہ کیا۔ جس کے نتیجے میں ان دونوں کو اپنی شکست تسلیم کر کے ایکٹ پیوڑا پڑا۔ اس دوران غیر منقسم ہندوستان کے نقشے میں ایسی ریاستوں کو زرد رنگ سے واضح کیا جاتا تھا۔ سروراء پٹیل نے اس وقت ہندوستان کے نقشے میں سے زرد رنگ کو ختم کرنا اپنی زندگی کا اہم ترین نصب العین بنالیا تھا۔

اعلان آزادی کے بعد۔

حکومت برطانیہ نے ۲۰ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کو آزادی دینے کے ارادے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے بہت عرصہ پہلے ہی سے دینی ریاستوں کے مکران اپنے مستقبل کے بارے میں شکرتھے۔ وہ خود سروراء میں حکومت برطانیہ کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کا حوالہ دیکھ کر کہہ رہے تھے کہ حکومت برطانیہ

ہندوستان چھوڑتے وقت دیسی ریاستوں سے اپنی بالادستی ختم کر کے ان کو بھی آزاد قرار دینے والے اور ان کو کسی بھی مقامی طاقت کے حوالے نہ کیا جائے۔ ان حالات میں دیسی ریاستیں اپنی چند مشترکہ علاقائی سیاستیں قائم کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں۔ لاکھنؤ میں بھی ایسی ہی مشترکہ ریاست قائم کرنے کی گفت و شنید ہو رہی تھی اور ریاست جونا گڑھ نے بھی اس میں شامل ہونے پر رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ ان دنوں کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ حکومت برطانیہ پاکستان کے مطالبہ کو واقعی تسلیم کرے گی۔ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ مائونٹ بیٹن

(LORD MOUNT BATTEN) اور ان کے پیٹرو لارڈ ویول

(LORD WAVELL) ریاستوں کے حکمرانوں کو یہ یقین دلا چکے تھے کہ حکومت برطانیہ ان کی رضامندی کے بغیر ان کی آزادی کو کسی اور طاقت کے سپرد نہیں کی جائے گی۔ کینیڈا مشن کے ۱۹۴۶ء کے اعلان میں بھی اسی قسم کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔ اس وقت تک بھی یہ بات غیر یقینی تھی کہ مسلم لیگ کے پاکستان کے مطالبہ کو تسلیم کر لیا جائے گا یا نہیں۔ اس وجہ سے مطالبہ پاکستان کے تسلیم ہونے کے ساتھ ہی دیسی ریاستوں سے تعلق حالات میں بھی بہت بڑی تبدیلیاں آئیں گی۔

۱۹۴۷ء کو حکومت برطانیہ نے برصغیر کو جون ۱۹۴۷ء میں آزادی دینے کا اعلان کیا۔ اس اعلان میں کہا گیا کہ برصغیر کی آزادی کے ساتھ ہی ریاستوں سے برطانوی بالادستی کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور اسے برطانوی ہند کی وارث کسی بھی طاقت کو منتقل نہیں کی جائے گی۔ برطانوی بالادستی کے خاتمہ کے بعد بر ریاست کی طور پر خود مختار ہو جائے گی۔ اس اعلان میں برطانوی ہند کی ایک آئین ساز اسمبلی قائم کرنے کی بھی گنجائش تھی اور ہر اس کا فیصلہ ریاستوں پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ ان آئین پر مبنی کی آئین ساز اسمبلی میں شامل ہوں یا نہیں۔

اس آئین ساز اسمبلی میں شامل ہونے کا مطلب مجاہدت میں شامل ہو جانا تھا
 مذکورہ اعلان کے چند ہفتوں بعد پنڈت جواہر لعل نہرو نے گوالیار میں آل
 انڈیا اسٹیٹس کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے یہ دھمکی دی کہ آئین ساز اسمبلی میں
 شامل نہ ہونے والی ریاست کو ملک کا دشمن قرار دیا جائے گا اور اسے اس پیلے
 کے تانے بھگنے پڑیں گے۔

یہ دھمکی کافی مؤثر ثابت ہوئی اور بڑی تعداد میں ریاستیں آئین ساز اسمبلی
 میں شامل ہو گئیں۔ لیکن کسی بھی ریاست نے الحاق کا اعلان نہ کیا۔

اس کے بعد ۲ جون ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کے آخری دائرہ لارڈ
 ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کے منصوبے کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ اس منصوبے کے
 مطابق ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے برطانوی ہند کے ماتحت علاقوں کی دو حصوں میں
 تقسیم سے دو خود مختار حکومتیں پاکستان اور مجاہدت وجود میں آنے والی تھیں۔
 اس اعلان کے آخر میں دیسی ریاستوں کے بارے میں حسب ذیل الفاظ
 میں ذکر کیا گیا تھا۔

”ریاستوں کے مابقی میں حکومت برطانیہ کے سپرد کئے گئے تمام اختیارات
 ریاستوں کو واپس مل جائیں گے۔“

ریاستوں، حکومت برطانیہ اور تاج برطانیہ کے درمیان ہونے والے تمام
 معاملات ختم ہو جائیں گے اس سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر کرنے کے لئے
 ریاستیں ہندوستان میں برطانوی ہند کی وارث دو میں سے کسی بھی حکومت
 اور حکومتوں کے ساتھ فیڈرل اصولوں پر تعلقات قائم کر سکیں گی اور اس میں
 ناکافی کی صورت صورت میں وہ ان دونوں میں سے ایک یا دونوں
 خود مختار حکومتوں کے ساتھ خصوصی قسم کا سیاسی بندوبست کر

براؤن، پی۔ سی، اسٹوری آف انڈیا، انڈیا اسٹیٹس، صوفیہ، ۱۹۴۷ء

کے گی ۲

اس تاریخی اعلان کے دوسرے روز لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ایک اخباری کانفرنس میں ریاستوں کے بارے میں حسب ذیل مزید وضاحت کی۔
 ۵۔ ہندوستانی ریاستیں حکومت برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کرتے وقت آزاد ریاستیں تھیں۔ معاہدے کے فائدہ کے بعد وہ پھر سے اپنی آزاد حیثیت حاصل کر لیں گی۔ اور پاکستان یا بھارت کسی بھی آئین ساز اسمبلی میں شامل ہونے کے لئے یا کوئی اور بندوبست کرنے کے لئے آزاد رہیں گی ۶۔ ۲

بھارت کی پالیسی میں تبدیلی :-

لیکن اس کے فوراً بعد ہی بھارتی حکام نے ان اعلانات سے یلے سن اخذ کرنے شروع کر دیئے کوئی بھی دیسی ریاست آزاد نہیں رہ سکتی اور انہیں دونوں خود مختار حکومتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کرنا لازمی ہے بھارت نے اپنے ساتھ الحاق کی خواہش رکھنے والی دیسی ریاستوں کو یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ یہ الحاق صرف تین شعبوں یعنی امور خارجہ، مواصلات اور سکیم تک ہی محدود رہے گا اور حکمرانوں کے اپنے اختیارات میں کسی قسم کی کوئی کٹوتی نہیں کی جائے گی ۳۔

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے الحاق کے بارے میں وضاحت کرنے کے لئے اور حکمرانوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے دہلی میں حکمرانوں کی اور ان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں انہوں نے کہا کہ ریاستیں کسی بھی حکومت کے ساتھ الحاق کرنے کے سلسلے میں

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے الحاق کے بارے میں وضاحت کرنے کے لئے دہلی میں حکمرانوں کی اور ان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں انہوں نے کہا کہ ریاستیں کسی بھی حکومت کے ساتھ الحاق کرنے کے سلسلے میں

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے الحاق کے بارے میں وضاحت کرنے کے لئے دہلی میں حکمرانوں کی اور ان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں انہوں نے کہا کہ ریاستیں کسی بھی حکومت کے ساتھ الحاق کرنے کے سلسلے میں

مکمل آزادی رکھتی ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں وہ جغرافیائی حالات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

پاکستانی علاقہ سے منسلک ریاستیں۔

آزادی کے وقت پاکستانی علاقے سے متروک ریاستیں منسلک نہیں جس میں جموں و کشمیر جیسا رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑی ریاست بھی شامل تھی۔ تاہم اعظم ایک اصول پسند آدمی تھے اور وہ اس خیال سے متاثر تھے کہ کسی بھی ریاست کو مرضی کے خلاف الحاق کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

اس وجہ سے پاکستانی علاقے سے منسلک کسی بھی ریاست پر پاکستان کا اثر سے الحاق کے لئے کوئی دباؤ نہیں ڈالا۔ نتیجتاً ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی تک پاکستان کی علاقہ داروں سے منسلک کسی بھی ریاست نے پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق نہیں کیا تھا۔

جوڈھپور، جیسلمیر، کپورتھلہ

پاکستان کی سندھ سرحد پر جوڈھپور اور جیسلمیر نامی دو راجپوت ریاستیں تھیں آزادی کے قبل جوڈھپور ریلوے اپنی سرحد سے کافی دور واقع حیدر آباد سندھ تک آتی تھی۔ سندھ کے ساتھ ان ریاستوں کے قریبی تعلقات تھے۔ جوڈھپور کے مہاراجہ سر ہنوت سنگھ (SIR HANUPT SINGH) اپنی ریاست کا الحاق پاکستان کے ساتھ کرنا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں دہلی جاکر قائد اعظم سے گفت و شنید کر آئے تھے۔ اس ملاقات کے وقت جیسلمیر کے مہاراجہ کمار ولی عہد

۵۔ ایئر جیسی صفحہ ۲۳۲

۶۔ ایئر جیسی صفحہ ۲۳۸

بھی موجود تھے جو دھپور کے مہاراجہ نے قائد اعظم سے الحاق کی شرائط کے بارے میں وضاحت چاہی۔ قائد اعظم نے فوراً ایک سادہ کاغذ اٹھا کر اس پر اپنے دستخط کر دیئے اور مہاراجہ سے کہا کہ آپ کو جو بھی شرائط مناسب لگیں وہ سب اس میں لکھ سکے ہیں۔ مہاراجہ نے یہ یقین دہانی کرائی کہ وہ اپنی ریاست جو دھپور سے واپس آنے کے بعد اپنے آخری فیصلے سے مطلع کر دیں گے۔

مہاراجہ کے ارادہ کی خبر ملتے ہی بھارت کے ریاستی امور کی وزارت کے سیکریٹری مرہوی۔ پی۔ مینن (V. P. Menon) فوراً مہاراجہ کے پاس گئے اور انہیں سکولارڈ مائٹ بیٹن کے پاس پہنچے گئے۔ مائٹ بیٹن نے مہاراجہ سے کہا کہ آپ کی ریاست کا پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے فیصلے پر قانونی نکتہ نظر سے تو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر اس کے سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔ ریاست جو دھپور میں آبادی کی اکثریت ہندو ہے اور ریاست بھی دیگر ریاستوں کے بیچ میں گھری ہوئی ہے جن کی رعایا ہندو ہے۔ اور آپ کے اس فیصلے سے ریاست میں قومی فسادات بھی بھڑک اٹھیں گے۔

مہاراجہ جنونت سنگھ پر اس وباؤ کا گہرا اثر ہوا انہوں نے بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔

اس کے بعد جمیلیر کی ریاست نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

مغلنی پنجاب کی سرحد کے ساتھ منسک ریاست کپورتھلہ کی آبادی میں پینسٹ فیصد (۶۵) مسلمان تھے اور اس کا حکمران سکھ تھا۔ اس نے بھی اپنی ریاست کا الحاق بھارت کے ساتھ کر لیا۔

رادھن پور - پالن پور :-

پاکستان کی سندھ کا سرحد سے خشک رادھن پور اور پالن پور نامی دو ایسی ریاستیں واقع تھیں جن کے حکمران مسلمان تھے اور رعایا کی اکثریت ہندو تھی۔ ہندوستان کے صوبہ گجرات کے شمالی حصے میں ان دونوں ریاستوں کے علاوہ بالا سینور، سچن اور کھبات نامی ریاستیں بھی واقع تھیں جن کے حکمران مسلم تھے ان میں رادھن پور اور بالا سینور کے حکمران بالہ خاندان سے تھے۔ ان تمام ریاستوں نے گجرات کی بڑی ریاست بڑودہ (گائیگوار) کے ساتھ مل کر اپنی ایک علیحدہ یونین بنانے کا ارادہ کیا تھا لیکن آخر کار انہوں نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔ صوبہ گجرات میں واقع مسلم حکمرانوں کے ماتحت دیگر ریاستوں کو (TONIC) اور جمنیرہ وغیرہ نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کر لیا۔

سندھ کے جنوب میں واقع ریگستانی ریاست کچ جس کا حکم ہندو تھا اور رعایا کی اکثریت بھی ہندو تھی یہ بھارت کے ساتھ ملحق ہو گئی۔

بھاو پور، خیر پور :-

پاکستانی علاقے کے ساتھ خشک باقی ماندہ تمام ریاستوں کے حکمران بھو کشمیر کے مسلمان تھے اور ان کی رعایا کی اکثریت بھی مسلم تھی۔

ریاست بھاو پور کی آبادی ۲۰ لاکھ تھی جس میں ۸۳ مسلمان تھے۔ ریاست کے نواب اور وزیر اعلیٰ جناب مشتاق احمد عثمانی ریاست کے لئے کسی قسم کا نیم آزاد درجہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ لیکن انکس کے آخر میں پنجاب میں وسیع پیمانے پر قومی جذبات بھوت پڑے۔ جس سے ریاست بھاو پور پر بھی گہرے اثرات ڈالے۔ آخر کار ریاست بھاو پور نے سرگودھا کے ساتھ پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق

کر لیا۔ اس کے فوراً بعد ہی پڑوسی ریاست خیبر پور سنہ میں پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق کر لیا۔

قلات اور دیگر ریاستیں۔

اس کے چند ماہ بعد ہی شمال مغربی سرحدی صوبہ کے ساتھ منسلک چار ریاستیں چترال، ہوات، دیو اور امب میں پاکستان کے ساتھ ملحق ہو گئیں۔

ہوچستان سے منسلک چار ریاستوں قلات، سبیلہ، خاران اور مکران کا رقبہ بہت وسیع اور نہایت ہی پسماندہ تھا۔ مگر ان کی کل آبادی صرف پانچ لاکھ تھی ان میں سے ریاست قلات کا ارادہ آزاد رہنے کا تھا اور اس کے سران خان نے ایک انگریز کو اپنا وزیر خارجہ بھی مقرر کیا تھا۔ ریاست قلات نے دیگر تینوں ریاستوں سبیلہ، خاران، اور مکران پر مختلف دعوے اور حقوق جتانے لگی جس کے نتیجے میں ان تینوں ریاستوں نے مارچ ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اس طرح قلات تنہا رہ گیا۔ اور آخر کار اس نے بھی اسی ہیسے میں پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا۔

بھارتی علاقے سے منسلک ریاستیں۔

پاکستان کے برخلاف بھارت نے اپنے علاقے سے منسلک ریاستوں کو اپنے ساتھ الحاق کے لئے مجبور کرنے کے لئے چانکیہ (CHANAKYA) کے سیاسی اصولوں پر بھروسہ رکھا۔ یہ اصول ”سام“ یعنی دلائل سے کسی کو سمجھانا ”دھم“ کسی کو رشوت اور پیسہ دے کر اپنا ہم خیال بنانا ”بھید“ یعنی کسی کے عقیدہ راز کو افشاء

۲۲۵۔ ۲۲۶

۲۲۶

کرنے کی دھمکی دینا اور "دونڈ" یعنی سخت سزا کی دھمکی دینے پر مبنی تھے ان کوششوں میں بھارتی ریاستی امور کے وزیر سر سارو دبھو بھائی پٹیل (WALLABHI-SHAI PATEL) اور سیکریٹری مسٹر دی۔ پی۔ سین نے اہم کردار ادا کیا اور ان کو گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی پوری بھارتی حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی۔ نتیجتاً بھارت کے یوم آزادی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تک سوائے چند ایک کے تمام ریاستیں بھارت کے ساتھ الحاق کر چکی تھیں بھارت میں چائنا کیس کے اصولوں پر جس طریقہ کار سے عمل کیا گیا اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

تراون کور، بھوپال، رام پور۔

جنوبی ہند میں واقع ریاست تراون کور (TRAVAN KORI) کے مہاراجہ نے آزادی کے ارادہ کا اعلان کیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ریاست تراون کور کے وزیر اعلیٰ رام سوامی آئنگر کو دہلی بلوایا۔ اور انہیں دلائل اور دھمکیوں کے ساتھ یہ فیصلہ تبدیل کرنے پر اصرار کیا۔ مگر وزیر اعلیٰ رام سوامی اپنے فیصلے پر قائم رہے اور بعد میں وہ دہلی سے تراون کور واپس پہنچے جہاں ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور وہ شدید زخمی ہو گئے۔ مہاراجہ نے فوراً دہلی بذریعہ ہواباز ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔ لیکن ریاستوں کے حکمرانوں پر اس واقعہ کے گہرے اثرات مرتب ہوئے اور وہ خوفزدہ ہو کر بھارت کے ساتھ اپنے الحاق کا اعلان کرنے لگے۔ ملا صوبہ مدھیہ پردیش میں واقع ریاست بھوپال کا حکمران مسلمان تھا۔ پھر اس کی آبادی میں مسلمانوں کی کافی تعداد تھی بھوپال کے خواب نے بھارت کے ساتھ اپنی ریاست کا الحاق کر دیا۔ ریاست کے مسلمانوں نے اس فیصلہ کے خلاف بغاوت سوزی۔ اب نے حکومت بھارت سے امداد طلب کی اور بھارت نے فوراً ہی اپنی فوج

ریاست جو پالہ میں بھیج دیں جنہوں نے یہ بغاوت کچل دی مگر
 اسی طرح رام پور میں بھی آبادی کی اکثریت ہندو تھی اور اس کا حکمران مسلمان
 غلاب تھا۔ غلاب کے بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کے فیصلے کے خلاف مسلم آبادی
 نے بغاوت کر دی۔ غلاب نے حکومت بھارت سے امرار کی اپیل کی اور سردار پٹیل کے
 فوری حکم سے چھٹی جات راجنٹ رام پور پہنچے لڑی جس نے اس بغاوت کا خاتمہ کر
 دیا مگر

چھتیس گڑھ کا معاملہ :-

میسور پر دہلیش سے شک چھتیس گڑھ کے علاقے میں پندرہ ۱۹۵۱ء ریاستیں
 اور مسوہ اریہ میں چھوٹی بڑی چھتیس ریاستیں واقع تھیں۔ آزادی سے قبل
 ان میں سے بہت سی ریاستوں کے حکمران رائے پور میں اکٹھے ہوئے۔ اور انہوں
 نے اپنی ایک آزاد "ایسٹرن اسٹیٹس یونین" قائم کر دی یونین کا ایک آئین مرتب کیا
 گیا۔ ایک حکمران کو اس کا سربراہ چنا گیا ایک مشترکہ پولیس کا نظام قائم کر دیا گیا
 اور سرگت سے اس یونین نے اپنی کارکردگی کی ابتداء بھی کر دی اس
 یونین میں شامل نہ ہونے والی ایک ریاست "بستان" تھی جو معدنی دولت سے مالا مال
 تھی۔ اور وہ اپنی بڑی کسی ریاست حیدر آباد کے ساتھ کسی قسم کے اقتصادی الحاق
 کی کوشش کر رہی تھی۔

سردار پٹیل کے لئے یہ سب باتیں فطری طور پر ناگوار تھیں۔ انہوں نے
 اور وی پی سنگھ نے ان سب حکمرانوں سے شک اور ناگ پور میں سخت دشمنیہ
 کی۔ انہوں نے ان حکمرانوں سے کہا کہ آپ کو ریاستیں ملانی، تہذیبی، اقتصادی

۱۹۴۳ ایمر حبیبی

۱۹۴۵ ایمر حبیبی

اور جبراً فیائی نکتہ نظر سے آپس میں کس بھی طرح کی مناسبت نہیں رکھتیں اور چند ریاستیں تو بہت چھوٹی بھی ہیں اس وجہ سے آپ کی یہ نوین کس طرح بھی کارآمد ثابت نہیں ہوگی اور بھارت اس کو بھی بھی تسلیم نہیں کرے گا۔ مگر ان پھر بھی اپنے فیصلے پر قائم ہے۔ اس پر سردار پٹیل نے ان کی سنگین تباہی کی دھمکی دی۔ اس گفت و شنید سے کچھ عرصہ پہلے ہی کو ٹکڑیوں کی ریاستی برائے پر مابندوں ان ریاستوں میں سے دو ریاستوں میں وسیع پیمانے پر جداسی اور فسادات برپا ہو چکی تھیں آخر کار حکمرانوں کو باطل سزا سے بھگنا پڑا اور انہوں نے بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

ریاستوں کے حکمرانوں کو اندازہ کرنا کہ وہ کس مرتبہ کرنے کا انہیں حق دیا گیا تھا۔ اس حق کو استعمال کرنے کی یہ پہلی اور آخری کوشش اس طرح ناکام بنا دی گئی۔

گاندھی جی کو جب اس تمام معاملے کی اطلاع ہوئی تب انہوں نے کہا کہ ان حکمرانوں کو الحاق کے لئے تیار کرنے کی کارروائی چھوٹے بچوں کو بھابھ دینے کے برابر تھی۔ اس سے ان سب حکمرانوں کا ہی بھلا ہوگا تا

تین مستثنیات۔

اس طرح حکومت بھارت کے اپنے علاقے سے خشک تمام ریاستوں کو اپنے ساتھ ملحق کر دینے کے بعد اب صرف تین مستثنیات باقی رہ گئی تھیں یہ تینوں ریاستیں اپنی خصوصی حیثیت رکھتی تھیں اور وہ اپنی جداگانہ تواریخ مرتب کر گئی تھیں۔ یہ تین ریاستیں میدراپور، کشمیر اور جونا گڑھ تھیں ان میں سے میدراپور کی کہانی اپنا الگ رخ رکھتی تھی جبکہ کشمیر اور جونا گڑھ کی

باب چہارم

الحاق جوناگڑھ

نواب کی خواہش۔

۲۰ جون ۱۹۴۷ء کو برصغیر کی تقسیم کے منصوبے کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ یہاں اعلان میں دیس ریاستوں کے حکمرانوں کو غیر مشروط طور پر یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ بھارت یا پاکستان کے ساتھ اپنی ریاستوں کا الحاق کر سکتے ہیں۔ یا خود مختار رہ کر اپنی مرضی کے مطابق کوئی قبائل انتظام کر سکتے ہیں۔

جون مرحومہ کے بابی مکران نواب مہابت خان کی موٹم ریاست کے انتظامی امور میں بہت کم مداخلت کرتے تھے۔ جس وقت برصغیر کے نقشے پر پاکستان وجود میں آیا تھا تب ایک مسلمان حکمران ہونے کی حیثیت سے وہ فطری طور پر اپنی ریاست کو پاکستان کے ساتھ ملحق کرنے کی خواہش رکھنے لگے۔ ان کی اس خواہش کی تکمیل کی راہ میں نظامر بہت سی مشکلات درپیش تھیں۔ ریاست جوناگڑھ سوائے اپنی منہ منگات کے تین اطراف سے ہندو ریاستوں کے درمیان گہری ہوئی تھیں جو سب کی بھارت سے الحاق کرنے والی تھیں۔ علاوہ ازیں ریاست جوناگڑھ کی بیشتر آبادی ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ اور انہیں دی جانے والے متعدد مراعات اور امتیازات کے وجود میں سامنے میں ان کو چاہنا ہی مشکل تھا۔

اس وقت ریاست جو ناگزیر کے دیوان و وزیر اعلیٰ خان بہادر عبدالقادر
 محمد حسین تھے۔ وہ اس سے قبل سندھ میں ضلع شکارپور کے ڈپٹی کمشنر رہ چکے تھے۔
 ۱۹۵۰ء سے وہ ریاست کے دیوان کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے
 ۱۹۵۶ء میں ان کو اپنی ملازمت کے باعث ولایت پاکستان جانے کی ضرورت پیش
 آنے لگی تب ان کو ایسے قابل اعتماد آدمی کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس ہونے
 لگی جو ان کی غیر حاضری میں ریاست کے دیوان کے فرائض سے بخوبی عہدہ بردار
 ہوں گے۔ سر شاہنواز بھٹو کے ان کے دیرینہ تعلقات تھے۔ اور اسی لئے ۱۹۵۶ء
 کے آئینہ میں انہوں نے سر شاہنواز بھٹو کو جو ناگزیر کے کابینہ میں شامل کر لیا تھا۔

سر شاہنواز بھٹو

سر شاہنواز بھٹو کی پیدائش ۱۸۸۹ء میں ضلع لاہور کے ذبیحہ دار گھرانے
 میں ہوئی۔ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۹ء تک بی بی میسٹیو اسمبلی کے رکن رہے۔ مولے
 منٹو اصلاحات کے سلسلے میں معتقد کی گئی اسپرٹل کانفرنس میں انہوں نے سندھ
 کی نمائندگی کی تھی ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۶ء تک وہ صوبہ بی بی کی کابینہ میں شامل رہے
 اور سندھ کی علیحدگی کے معاملے میں قانونی مشیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں
 انہوں نے لندن کی گورنمنٹ کانفرنسوں میں بھی حصہ لیا۔ انہیں حکومت برطانیہ
 کی طرف سے صحت اور پنڈ و غیر مطالبات عطا ہوئے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں سندھ
 کا علیحدہ صوبہ وجود میں آنے کے بعد وہ گورنر کے مشیر اعلیٰ بن گئے۔ ۱۹۴۷ء کے
 الیکشن میں انہوں نے اتحاد پارٹی کے نائب صدر کی حیثیت سے حصہ لیا لیکن شیخ
 عبدالحمید سندھ صوبے کے مقابلے میں انہیں شکست ہوئی۔ اس کے بعد وہ تقریباً
 ایک دہائی تک بی بی سندھ پبلک سروس کمیشن کے رکن کے طور پر فرائض انجام دیتے رہے۔

جسٹس کے کمرے میں انہوں نے ریاست جو ناگزیر کے دیوان کی دعوت
 قبول کر کے جو ناگزیر کے کانسٹیبل میں شمولیت اختیار کر لی اور اس طرح انہوں نے
 برصغیر کے اہم ترین کارکنان کے ساتھ ساتھ کے دیوان میں اپنی سیاسی کارکردگی
 کو دہرا دکھایا۔ بعد ازاں سٹی ۱۹۴۷ء میں دیوان عبدالقادر کے ساتھ ساتھ
 کے لئے ریاست روانہ ہوئے پر شاہنواز بھٹو کو قائم مقام دیوان مقرر کیا گیا۔
 جو ناگزیر کے پکتان کے ساتھ الحاق میں بن دو اشخاص نے ہم ترین کردار
 ادا کیا ان میں سے ایک سر شاہنواز بھٹو تھے۔ اور دوسرے سفیل عابدی محمد ابراہانی
 (M. A. B. B. A.) تھے جو اس وقت ریاست جو ناگزیر کی اسٹیٹ کونسل کا ایک
 اہم رکن تھے۔

قائد اعظم کی یقین دہانی

نواب صاحب نے تمام پہلوؤں پر غور و فکر کرنے کے بعد اپنے
 فیصلے پر قانونی رائے لینے کے لئے بین الاقوامی شہرت یافتہ قانون دان چوہدری
 غفر اللہ خان کو جو ناگزیر آئے کی دعوت دی۔ غفر اللہ خان تین دن جو ناگزیر
 میں مقیم رہے۔ انہوں نے اس فیصلے کے تمام پہلوؤں کا بغور مطالعہ کر کے یہ
 مشورہ دیا کہ جو ناگزیر کے پکتان کے ساتھ الحاق کی راہ میں کسی طرح کی کوئی
 قانونی رکاوٹ نہیں ہے۔

اس کے بعد نواب صاحب نے سر شاہنواز بھٹو کو قائد اعظم سے مشورہ لینے
 کے لئے نئی دہلی بھیجا جہاں انہوں نے ۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم کے ساتھ
 خصوصی گفتگو کی۔

۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء جیل دہلی صفحہ ۱۴۳

۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء مسلم لیگ

مرثا جواز نے جہدِ اہم معاشات میں قائمِ اہم سے جہادِ ماحول کو
 قائمِ اہم معاشات کو مزید تقویت دلا کر رکھا۔

• پاکستان کسی طاقت کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ کچھ کو
 ناگزیر کشی پر مجبور کرے۔ چاہے وہ کچھ کو کھانسی سے مراد
 کی مراد کرے۔ دیرالاول کی بندرگاہ کو کچھ سے زیادہ دور نہیں۔ میرا یہ تصور ہے
 کہ آپ حدِ اہم تک ہر معاملے سے عیسائی اختیار کریں۔ اور انتظار کریں اور
 اس کے بعد ہی آخری فیصلہ کیا جائے گا۔

اسلام کی خاطر قربانی۔

• جواز جھوٹے قائمِ اہم کے نام ایک خدا میں جو نیکو کے حالات تقیید
 سے بیان کئے تھے اور کچھ تھا کہ
 "میرے خیال سے بڑا ہی انسان کے اور اسلام کے اور کچھ اور کچھ کلاموں
 کی عزت و ابر و اور مرتبہ کی حفاظت کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں
 کیا جائے گا۔"

دہلی کی طرف سے دباؤ۔

اس کے بعد ہند کے وائسرائے اور ڈومینٹ جین نے ۲۹ جولائی کو دہلی
 ریاستوں کے حکمران احمدان کے نمائندوں کی ایک میٹنگ دہلی میں طلب کی۔
 اس کا مقصد یہ ریاست کو بھارت کے ساتھ الحاق کے لئے سمجھانا اور ان پر
 دباؤ ڈالنا تھا۔ اس میٹنگ کے لئے جو نیکو کے وفد کے سربراہ دہلی کے عبدالقادر
 کے بھائی اور نواب کے آئین شہر خان بیادہ بھی بخش تھے۔ اس وفد کے ممبران
 دہ آئین اسماعیل جی۔ "جونہاز" صفحہ ۱۳۳۔ ائی ٹرینیشن صفحہ ۱۳۸

ہیں وزیر قانون عبدالحمید، وزیر امور شیعہ و مسلمانانہ امور سابق وزیر تعلیم
اسٹیشنر حاجی محمد ابراہیم شامل تھے۔

وہابی میں تمام روایات کے لئے گمان کی اور ڈاؤنٹ بین اور منبر کے رکن
احمد کے سیکرٹری وی۔ پی مین کے علاوہ ریاستی امور کے وزیر سرور و جہاں
پیشی سے بھی ہوا گاہ قاتمی کرائی نہیں۔ سرور پیشی ان پر انتہائی سخت بھرمی
بجارت کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے دواؤں ڈالتے رہے۔ خان بہادر بنی بخش
سرور پیشی کے سخت اور دھواں دھار بچے سے ٹھہرا گئے اور جونا گڑھ پہنچ کر
غائب صاحب کو بجارت کے ساتھ الحاق کرنے کا شور مچا دیا۔ سرور پیشی کا ہینہ کے
رکن کی اثریت ان سے متفق ہوئی۔

ان کے لئے پیش کو اس کے لئے ہوا ان کے ہمت سے جسکوش گویا
یہ ہونے لگا کہ اسطیل برادری کا تقریب کیا گیا۔ ساتھ ساتھ دیوان جہاں
الہ و نصرت پتھے نہیں جی اس کے عہدے سے جھک کر آگیا اور قائم مقام
دیوان شہزاد جہاں کے لئے تیار ہوا وہ یہ قیود پر دیوان تقریب کیا گیا۔

الحاق کا اعلان۔

جہاں اسطیل برادری نے طاقت کو لاپی ہو کر تادم عظم سے طاقت کی
بیانیہ صورتوں نے ہم راہ واپس پہنچ کر تیار ہو کر ان کے ساتھ
الحاق کیا گیا۔

۱۔ مسلم لیگ
۲۔ جہاں
۳۔ مسلمان
۴۔ مسلمان
۵۔ مسلمان
۶۔ مسلمان
۷۔ مسلمان
۸۔ مسلمان
۹۔ مسلمان
۱۰۔ مسلمان

جہاں ہائی کی واپس کے فوراً بعد ریاست جو گڑھ کی دلی داندہ کو نسل وراثت
 کو نسل کی جینک معقد کی گئی جہاں ہائی نے اس میں ایک میں عائد انجم کے ساتھ ہونے
 والی جینک کی خصوصیات بنائے۔ اس کے بعد کو نسل نے اتفاق رائے سے جو گڑھ
 پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کو فیصلہ کیا۔

دہشت اور دہشت کشی کی ذریعہ شب کو پاکستان کو نسل وراثت
 آیا۔ اس کے پہلے ہی روز میں دہشت جہد کے بعد واجب جہاد کی گئی تھی اپنے
 اپنی اختیارات اور کو نسل کی متفقہ رائے کے مطابق ریاست جو گڑھ کے پاکستان
 کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر اتفاق و اتفاق کر دیے۔ اس کے دوسرے روز
 دہشت کشی کو جاری رکھنے کی بات جو گڑھ کے اتحاد و محنت و ترقی
 میں ریاست جو گڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق کو اتحاد و اتفاق کر دیا گیا۔

مذکورہ اعلان حسب ذیل تھا

۱۔ کہ شدہ کچھ عرصہ سے حکومت میں گڑھ کے ساتھ یہ جینک اور مستحق
 عقد و عرصہ کچھ عرصہ سے حکومت میں گڑھ کے ساتھ یہ جینک اور مستحق
 سے حکومت نے اس مسئلہ کے ہر چہ پر جو کیا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے
 کہ عرصہ بعد کرتے وقت یہ بات ہم نظر رکھنی چاہیے کہ ریاست کے عرصہ کا
 خوشحال اور نجات کس بات پر منحصر ہے۔ ریاست کی ضرورت اس بات کی
 عرصہ برقرار رکھنا چاہیے۔ مسئلہ کے ہر چہ پر فوراً عمل کرنے کے بعد
 یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان سے الحاق کر لیا جائے۔ جہاں جہاد کا کیا جاتا ہے کہ بات
 جو گڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کو نسل کو نسل ہے۔ جہاں جہاد کا کیا جاتا ہے کہ
 دہشت وراثت سے غیر متعلق ہے۔

جشن پاکستان

ریاست جو ناگزیر میں اس وقت جو ماحول تھا۔ اس میں کانگریسی اخبارات کے اگسٹ پر خون خرابے کا اندیشہ تھا چنانچہ جو ناگزیر کے مسلمانوں کی واحد سیاسی تنظیم جمعیت المسلمین نے آزادی کے دن مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی جلوس یا جلسہ نہ کرنے کی ہدایت کی۔ صرف چراغاں اور دعاؤں کی اجازت دی گئی۔ چراغاں اور سجادوں میں کیا نہ سرفہرست رہا۔

کیا نہ مشہر کی آبادی میں غالب اکثریت مسلمانوں کی تھی جو سب کے سب مسلم لیگ کے پرجوش حامی تھے۔ انہوں نے عید الفطر کے موقع پر پاکستان کی تحلیق اور جو ناگزیر کے اہل حق کی تہری خوشیاں بڑے جوش و خروش سے منائیں۔ جلسے جلوس کی کمانڈت بھی لہذا انہوں نے چوٹی بڑی پارٹیاں اور قبائلی کی محفلیں منعقد کر کے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ فقراء بھی موقع محل دیکھ کر اس قسم کی صدائیں دینے لگے کہ ”دے دے مائی باپ! پاکستان کی خوشی میں اللہ کے واسطے کچھ دے دے“

باتوا اگرچہ ریاست جو ناگزیر میں شامل نہ تھا پھر بھی بانٹوا کے مسلمان نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کی خوش شایان شان طریقے سے منائی۔ معین برادری کے اس سب سے بڑے اور دولت مند شہر کو پاکستانی پرچموں اور رنگ برنگی بھڑکیوں سے آراستہ کیا گیا دو پہر کے بعد کاروں، تانگوں اور اکھاڑا پارٹیوں پر مشتمل ایک بہت بڑا مہو س نکالا گیا۔ اقبال چوک میں مولانا اکرم خان نے تائیوں اور غوروں کی گونج میں پاکستان کا پرچم ہر اہل رات کو پوسے مشہر میں بڑی فوجی سروس کے ساتھ چراغاں کیا گیا۔ اسی رات مولوی صابر علی صاحب کی زیر صدارت جلسہ عام منعقد کیا گیا۔

۹ مسلم بین ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء
۱۰ مسلم بین ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

مسین برادری کا مطالبہ۔

بانٹوا کے دربار و حکمران اشیر خان کی پاکستان کے ساتھ الحاق کے حامی تھے لیکن اس وقت تک دیگر چھوٹی بڑی مسلم ریاستوں نے اس معاملے میں اپنی پالیسی کی کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ ان تمام ریاستوں کو پاکستان میں شمولیت اختیار کرنے پر مائل کرنے کے لئے ۱۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو بانٹوا مسین جماعت کی جانب سے بانٹوا کے مسلمانوں کا ایک بڑا جلسہ عام سیٹھ حسین قاسم دادا کی زیر صدارت منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ عام میں سیٹھ حسین قاسم دادا کے علاوہ جناب سید خان ابراہیم خان جناب حسین آدم دھامیا (DHAMIA) مولوی صالح محمد، جناب عبد اللہ محمد وغیرہ نے پرجوش تقاریر کیں۔ ان تقریریں نے اپنی تقاریر میں کہا کہ پاکستان کے ساتھ شمولیت کے لئے ہم سخت ترین قربانیاں دینے کو تیار ہیں۔ جلسہ عام میں ایک قرار داد منظور کی گئی جس میں کاٹیا دارا کی دوسری مسلم ریاستوں کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے پرجوش مطالبہ کیا گیا تھا۔ جلسہ عام میں شرکاء نے اپنے اس فیصلے کی مخالفت کرنے والی تمام قوتوں کا مقابلہ کرنے کے عزم کا اظہار کیا اور فوری طور پر ڈاکٹر ایکٹن (استاد ادراس) کو اپنے پرانا کارڈ کیلئے کیا۔ اسی جلسہ میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ حکومت پاکستان کو اپنے اس فیصلے سے مطلع کرنے کے لئے ایک وفد کراچی بھیجا جائے۔ اس وفد میں سیٹھ آدم حاجی پیر محمد سیٹھ حبیب حاجی پیر محمد اور جناب سید خان بھورا کو شامل کیا گیا۔ ایک ہفتہ بعد اس نوعیت کا ایک اور جلسہ سیٹھ آدم حاجی پیر محمد کی زیر صدارت منعقد کیا گیا۔

ان مطالبات کے نتیجے میں بانٹوا اور اس کے قریبی شہر سردار گڑھ کے

۱۱ مسلم بلٹن ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء مسلم جرنل ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۲ مسلم بلٹن ۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

ملکوں نے بھی پاکستان کے ساتھ اپنے الحاق کا اعلان کر دیا۔

مخالفت کی ابتداء۔

الحاق کے اعلان سے کافی عرصہ پیشتر اسس تعینی اعلان کے خلاف زبردست
 مہم چمکنے کے لئے کانگریس کی ریاستی برانچ کا ٹھیا اور راجیکہ پریشد (RAJKIYA
 (PARAJA MANDEL) اور جونا گڑھ راجیہ پر جامنڈل (PARAJA MANDEL)
 کی طرف سے تیاریاں ہو چکی تھیں۔

اس مہم میں جونا گڑھ راجیہ پر جامنڈل جو کافی عرصہ سے غیر فعال تھی اس
 کے ایک سربراہ مسٹر موگٹ لال پاریکھ پیش پیش تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ریاست
 جونا گڑھ میں تمام اقوام امن و امان اور اطمینان و سکون سے رہ رہی ہیں تو ان
 انتظام کے خلاف کس کو کسی طرح کی کوئی شکایت نہیں اور لہذا ریاست میں یہ مہم
 چلانا ناممکن ہے۔ ایسے حالات میں انہیں اس مہم کو بیرون ریاست شروع کرنا
 زیادہ مناسب محسوس ہوا۔ وہ بیٹی پٹنچے اور اپنے ہم خیال چند دیگر ساتھیوں
 کے تعاون سے، جون سنوارڈ کی شب بیٹی کے آزاد میدان میں کانگریس کے
 سابق صدر ڈاکٹر پٹا بھی سٹیہا ریاست کی زیر صدارت ایک جلسہ عام کا انعقاد کیا۔ اس
 کے صدر استقبالیہ مہاتما گاندھی کے بھتیجے اور بیٹی کے تعصب اخبار نویس مہاتما
 کے مدیر شامندر اس نمکشن اس گاندھی تھے۔ (VANDU MATRANI)

اس اجلاس میں نواب صاحب کے بیٹے تعصب کی ایک قرارداد کے ذریعہ شدید
 مذمت کی گئی اور بارہ سال پہلے قائم کی گئی جونا گڑھ پر جامنڈل کو دوبارہ
 از سر نو وجود میں لانے کا فیصلہ کیا گیا۔

انہی دنوں کا ٹھیا اور راجیکہ پریشد میں مسٹر میک لال پاریکھ، مسٹر

مسٹر موگٹ لال پاریکھ "جونا گڑھ تیسری ان یاترا" منظم

جیٹھالال پوشی اور مشرقی تو تھالی ادا (ADAM) پہ قتل ایک
 "ڈیفنس کیٹی" تشکیل دی گئی۔ اس کا مقصد کاٹیا دانی کسی آنت چلنے کی
 صورت میں اس کا مقابلہ کرنا اور قوام کو تیار کرنا تھا۔ اس کیلئے کو اٹان میں کھانے
 کے لئے ہر ممکنہ کارروائی کرنے اور ہر وقت ضرورت جبکہ کسے کے بھی انتیادات دینے
 عین تھے ۱۴

اس ڈیفنس کیٹی نے ۲۱ اگست ۱۹۴۷ء سے بمقام دھروال (DHARUWAL)
 آزاد ہند فوج کے سابق کیپٹن بالرم سنگھ کی زیر نگرانی فوجی تعلیم کا کیمپ شروع
 کر دیا۔ ۱۵

اس کے علاوہ متعدد و سابق سپاہیوں کو اکٹھا کر کے ان کے ملک ملک کو
 دستے تشکیل دیئے گئے ان میں سے ایک خاص دستے کا نام گروہ ۱۲ رکھا گیا
 رکھا گیا تھا۔ اس دستے کی ذمہ داری یہ تھی کہ جو ناگڑہ میں عام حالات
 میں رعایا کی فوری امداد کے لئے ہمو اسلحہ پہنچاتا تھا۔ ۱۶

جونا گڑھ پر جانسٹل کے سربراہ موگٹ لال پارکھو بھی اسے اپنے
 کے بیٹی سے جونا گڑھ شاہنواز میٹرو سے ملاقات کے لئے پہنچے وہیں
 موگٹ لال جونا گڑھ میں ایک جلد عام منعقد کرنے کا بھی ارادہ رکھتے تھے
 اپنی جونا گڑھ آمد کے بارے میں اخبارات میں فہرستہ کر کے لکھا گیا
 کہ ایک بھی شہری ان کے استقبال کے لئے اسٹیشن نہیں گیا تھا۔ ۱۷

تباہی کی دھمکی۔

۲۱ اگست کو کاٹیا دانی دھمکی پہلے کے سیکرٹری سترہ چورنگی دانی کے
 ۱۲ نوک کراچی صفحہ ۲۳
 ۱۲ نوک کراچی صفحہ ۲۳
 دانی "انڈیا" صفحہ ۱۵
 ۴۳

[illegible]

میں نے

LA TIERRA
DE
LOS HERREÑOS
DEL
NORTE

1880





سیاسی رہنماؤں اور کانگریسی اخبارات کے پروپیگنڈے پھیلانے کا نظری
نتیجہ یہ نکلا کہ ریاست جونا گڑھ کے ہندو شہری غورنادرہ ہو گئے اور انہوں نے
ویدھ پیمانے پر قریبی ہندو ریاستوں میں ہجرت کرنا شروع کر دی۔ مثلاً
یہ ہندو شہری قریبی ریاستوں میں مکمل امن و امان کے ساتھ ہجرت کر گئے
وہ لوگ اپنے ساتھ اپنی قیمتی اشیاء بھی لے گئے۔ ان میں سے زیادہ تر افراد نے
یہ ہجرت ریاست ہون گڑھ کی ٹریبونوں کے ذریعے کی۔ ان کے مقفل مکانات کو سکافولڈ
نے اتار دیا۔ اور دو تین ماہ بعد حالات تبدیل ہونے پر یہ ہجرت جب
والیس ریاست آئے تو اپنے مکانات کو جس حالت میں انہوں نے پھوڑا تھا
اسی حالت میں محفوظ پایا۔

دوسری جانب کچھ اس قسم کا بھی پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ریاست جونا گڑھ سندھ
پٹانوں اور بلوچوں کو بھرتی کر رہی ہے اور ان کے توسط سے ہندوہ عایا پر
ظلم و ستم کیا جا رہا ہے۔ ہجرت کا ٹھپا واج کے تمام گجراتی اخبارات جو سب کے
مذہب کی ملکیت تھے، انہوں نے اس پروپیگنڈہ میں اہم کردار ادا کیا۔
اس کے مسلم ملکیت کے دو قلیل الاشاعت گجراتی اخبارات "مسلم ٹائمز" اور
"دھن" کے علاوہ محدود اشاعت کے حامل آئڈل فور سائل کی آواز اس شور مچا رہی
ہے کہیں سنائی دیتی تھی۔

اس پروپیگنڈے میں پورا ہندو پریس شامل تھا جس میں شارڈاس گانچی
کا دندے ماترم اور امرت لال سیٹھ کا جنم بھومی سر فہرست تھے۔ جنم بھومی
نے اس سگایا تھا کہ جونا گڑھ کی موجودہ حالت پاکستان کے وفادار مسین برادری
کی سازش کا ہی نتیجہ ہے۔

اس نے اپنے ایک ادارے میں لکھا تھا کہ حکومت بھارت کے تازہ ترین
مسلم ٹائمز ۲۸ ستمبر ۱۹۵۷ء

بیان کے نتیجے میں کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں میں شدید انتشارات نمودار ہوئے ہیں
 کاٹھیاواڑ میں رہائش پذیر مہین برادری کے سوا سب مسلم ہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ
 کاٹھیاواڑ کو ایک اور متحد ہونا چاہیئے وہ کہہ رہے ہیں کہ ریاست جو ناکارہ موجود
 بحران پاکستان کے وفادار مسلمانوں کی سادہ باز کے نتیجے کی پیداوار ہے۔

ناک بندی کے اثرات

ریاست جو ناکارہ ہے پر اس ناک بندی کے سنگین اثرات عروج ہوئے ہیں
 اثرات کا کچھ اندازہ سرشاہنواز مہجو کے ایک خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے منجم
 کو پاکستان کے وزیر اعظم لیڈر ملت علی خان کے نام ارسال کیا تھا انہوں نے اس خط
 میں لکھا ہے کہ

” ہماری رسد گوردو کا ہمارا ہے۔ حکمرانی و تار کی خدمات بند ہو جانے کا
 اندیشہ ہے۔ ہمارے یہاں اسلیک پیغامات کا کوئی انتظام نہیں ہے کراچی و راول
 کے درمیان اب تک کوئی باقاعدہ رابطہ قائم نہیں ہوا ہے۔ یہ حکومت پاکستان
 سے ضروری امداد کی پُر جویشن اپیل کرتا ہوں کہ جاری جہت انسانی کے لئے مسلح
 فوج کی امدادی جانے ایک بیمار یا فاسٹر ہوائی جہاز اور ایک آدھ ڈکوا کر بشود
 کے ہمارے ہوائی اڈے پر روانہ کئے جائیں تو مطلوبہ نتائج برآمد ہوں گے اور
 جس پاکستان آمدورفت کی سہولت بھی دیا ہوگی۔ یہ بھی ضروری ہے کہ کیل
 دستہ کیل کاسٹس سے یہی بھری راستے ویراں روانہ کیا جائے۔ یہ بھی انتظام کیا
 جائے کہ بھری راستہ کسی بھی مداخلت سے آزاد اور مستحکم رہے۔ بھری رابطہ کے
 لئے ہمارا تمام تر دلدرد آپ پر ہے کیونکہ فی الوقت ہمارے پاس کوئی

جہاز نہیں۔ یہ رابطہ برادریاں ہونا چاہیئے۔

۲۷ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ۲۷ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ۲۷ ستمبر ۱۹۶۵ء

نواب بہار علی خاں نے ۱۹۵۵ء میں حکومت کو قائد اعظم کے اہم منصب ذیل خط ارسال کیا کہ
 "جوناگڑھ پر برطانوی جانب سے تقید موجود ہے جس سے پاکستانی ہم اپنے فیصلے پر
 اُن میں حکومت پاکستان جوناگڑھ کے علاقے کی تسلیم کے بارے میں اعلان کرنے
 میں دیر حاصل کر سکتے ہیں۔ اُن کی اپراہن (۱۹۵۵ء) کو کوپا پی
 زمینیں راجہوں کے ساتھ سے کی تمام تسلیم کر لی گئی ہیں۔ میں نے انہیں اختیار دیا ہے
 کہ وہ علاقے سے متعلق دست دریاہ پر میری جانب سے دستخط کر دیں۔ مثلاً
 جناب امیر اہل ہندوستان کے اور آخر میں کوپا پی رولڈ ہو گئے ان کے سفر کا
 سبب ہر شخص حکومت پاکستان کے حکام کو جوناگڑھ کی زمینیں صورت حال سے مطلع
 کرنا ان سے ہدایت حاصل کرنا تھا۔

ان کے علاوہ کانپور کے گنہگار بھائیال، تھانہ دیوڑی اور چندہ سر
 اور پتھریہ کے لیے لکھا استوں نے جوناگڑھ کے توسط سے پاکستان کے ساتھ
 شریعت کا مطالبہ کیا تھا۔ ان کے بارے میں بھی حکومت پاکستان کو تفصیلات بتائی
 تھیں اور ہدایت حاصل کرنا تھیں۔ مثلاً

ان پر لکھا استوں کے ساتھ اسی معاملے کے بارے میں جوناگڑھ کے
 خصوصی ذرائع پر مبنی امور و آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی سید ذین العابدین
 نے مہتمم نے گفت و شنید کی تھی۔

اعلان تسلیم

پاکستان حکومت پاکستان نے ۱۵ ستمبر ۱۹۵۵ء کو ایک ایکسپریس آرڈر فیڈرل گزٹ
 کے ذریعے اعلان کر کے ریاست جوناگڑھ

۱۹۵۵ء ۱۵ ستمبر ۱۹۵۵ء

۱۹۵۵ء ۱۵ ستمبر ۱۹۵۵ء

کے پاکستان کے ساتھ مل کر کوئٹہ تسلیم کر لیا۔

ریاست جون گروہ کے سرکاری لوگوں کے ساتھ مل کر، اسے اس کے
اس علاقے کو تسلیم کرنے کا اعلان صوبہ ذیلی علاقوں کو کیا گیا۔

پاکستان کے ہر ایسی ایسی گورنر جنرل نے جو گروہ کے ہر ایسی ایسی گورنر
یہاں کی طرف سے پیش کی گئی تھی اس کے علاقے کی دستاویزات کو قبول کر لیا ہے۔
یہ دستاویز صرف دفاعی اخراجات اور سادہ زندگی کی ضروریات، صرف ان کے
پاکستان کے ساتھ مل کر کر رہے ہیں۔ لیکن دیگر تمام ضروریات میں ملوث ہیں۔
کسی طرح بھی متاثر نہیں ہوئی۔

اس کے ساتھ ہی حکومت پاکستان نے حکومت بھارت کو ذیلی تسلیم
دوڑ کی افواہیں کہہ دیا کہ حکومت پاکستان نے ریاست جون گروہ کے علاقے کو تسلیم
کر لیا ہے اور متعلقہ دستاویزات پر دستخط کر دیے ہیں۔

باب پنجم

چڑھائی کی تیاریاں

دہلی میں تشویش

۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو حکومت پاکستان نے الحاقی جوٹا گڑھ کو باقاعدہ طور پر تسلیم کر لیا۔ اسی روز بھارت کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے اہم افسران کی ایک میٹنگ میں پرنسپل بار جوٹا گڑھ کا معاملہ زیر غور لایا گیا۔ اس میٹنگ میں اسی رات کے اظہار کیا گیا کہ اگر جوٹا گڑھ نے پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا تو یہ معاملہ جتنی جلد کی ریاستوں کے الحاق کی پوری پالیسی کی قانونی حیثیت کے سامنے ایک ڈائریکٹ چیلنج بن جائے گا۔ اور کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں اور خصوصاً ریاست حیدرآباد کے لئے اس کے تہہ کن نتائج برآمد ہوں گے نیز ریاست حیدرآباد میں مسلم انتہا پسندوں کی زبردست حوصلہ افزائی ہوگی۔

اس میٹنگ کے بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے لارڈ ایس، مین اور اپنے انجی سیکرٹری ایلن کیسپل جوتز کے ساتھ ایک علیحدہ میٹنگ طلب کی۔ مین نے اس میٹنگ میں ریاست جوٹا گڑھ کے خلاف بری اور گھبرائی طاقت کا مظاہرہ کرنے پر اصرار کیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں جنگی حکمت عملی کا ایک پروگرام بھی مرتب کر رکھا تھا۔ وہ پروگرام کچھ اس قسم کے امکان پر مبنی تھا کہ پاکستان

جس نے نہ کوئی اور بھی ساڑو سلام کی اور اسے گھاسی لیکن کے ثبوت کے طور پر
 سین نے کچھ ایسا ریکارڈ پیش کیا تھا کہ پاکستان جو لڑوہ کو اس کی جگہ پر لڑوہ
 کی ترقی کے لئے آٹھ کروڑ روپے بطور قرضہ دے رہا تھا۔ اور یہی قرضہ سپردی
 میں جمی ہو گیا ہے۔ لہذا اس کے لئے پاکستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر اس پورٹ
 کو حلاً و تسلاً دیا۔

دوسرے روز بھی ۱۹ ستمبر کو دہلی میں یہ اطلاع ہوئی کہ پاکستان نے جو لڑوہ
 کے اعلان کو تسلیم کر لیا ہے۔ اس روز ایک میٹنگ میں لاڈلہ اسے لے کر دیکر بہت
 کہیں کر رہا تھا جو لڑوہ جہاں کے لئے بننا شروع ہو گیا تھا مگر فوجی امور دہلی پر
 اس الحاق کے بارے میں جناب بھارت کو فوجی طور پر کیا چاہتے ہیں۔ اور جہاں لکھت پر
 فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اور کشمیر و جہد آباد کے وسیع علاقہ کے لئے کوئی ایسی جہد
 کرنے کے لئے قانونی جواز پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جو لڑوہ کے معاملات میں جہد تیار ہے
 مائت رکھتا ہے۔ وہاں کا حکم بھی مسلمان ہے اور رعایا کی اکثریت مسلمان ہے۔

ماؤنٹ بیٹن کی الجھن

لارڈ ماؤنٹ بیٹن اپنی کاروائی کے بارے میں شاہ برہانہ جارج ششم کو
 وقتاً فوقتاً خفیہ رپورٹ ارسال کرتے رہتے تھے۔ ان دنوں انہوں نے اپنی ایک ایسی
 ہی رپورٹ میں شاہ کو بتایا۔

”بھارت کے گورنر جنرل کی حیثیت سے میری ایک اہم الجھن یہ ہے کہ ریاست
 جو ناگزیر جو علاقہ پاکستان کا ایک حصہ ہے اس کے بارے میں حکومت بھارت کو پاکستان
 کے خلاف محاذ آرائی کی حالت میں لانے سے روکا ہے میں نے اپنی حکومت جلد
 کو سمجھایا کہ اسے صرف اپنے قانونی مفاد کی حفاظت کے لئے ضروری فوجی

ارد گرد معاملات پیشگی لینے چاہئیں۔ ۲۱

فوجی محاصرہ کا فیصلہ۔

جو ناگزیر کے معاملے پر غور و فکر کرنے کے لئے بھارتی کابینہ کی ایک میٹنگ
ماستبر کو منعقد کی گئی۔ ماؤنٹ بیٹن اس میٹنگ کے ہمارے میں اپنا رپورٹ میں بیان
کرتے ہیں۔

”میٹنگ منعقد ہونے سے پہلے ہی مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ تمام دذراؤں نے
اپس میں مشورہ کر کے ریاست جو ناگزیر پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے لہذا
میں نے میٹنگ سے قبل ہی وزیر اعظم جو ابر لال نہرو اور نائب وزیر اعظم سردار
دلہ بھائی پٹیل کو طلب کیا۔ وہ خصوصاً پٹیل انتہائی برہم تھے پٹیل کہہ رہے تھے
کہ ہمیں ایسے حالات میں کسی قسم کی کوئی کمزوری ہرگز ظاہر نہیں کرنی چاہیے۔
میں نے انہیں سمجھایا کہ کسی بھی قسم کے فوجی اقدام سے پیشتر گفت و شنید کے تمام
امکانات آنکھ لینی چاہیے اس کے بعد کابینہ کی میٹنگ میں نہرو نے انہی تمام دلائل کو
اپنی طرف سے پیش کیا۔ ۲۲

ماؤنٹ بیٹن نے نہرو اور پٹیل کو سمجھایا کہ کسی بھی قسم کے فوجی اقدام لینے
کی بجائے کچھ اسی قسم کا بیان جاری کیا جائے کہ ہم کسی علاقے پر قبضہ کرنے کے
خواہشمند نہیں ہیں۔ ایسے معاملات میں ریفرنڈم کے ذریعے عوام کی رائے حاصل
کرنا چاہیے۔ ۲۳

کابینہ نے اسی میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ جو ناگزیر کے خلاف ہر مزید اندرونی
اور بیرونی دباؤ ڈالا جائے ریاست کے ارد گرد بھارتی افواج اور کاتھیاواڑ

۲۱ ایچ۔ وی۔ ڈی۔ ”دی گریٹ ڈیلیٹ“ صفحہ ۴۳۱

۲۲ ”دی گریٹ ڈیلیٹ“ صفحہ ۴۳۱-۴۳۲

۲۳ ”مشن“ صفحہ ۱۹۸

کی دیگر ریاستوں کے فوجی دستے لگا دیئے جائیں لیکن وہ دستے ریاست جوگڑھ
کی حدود میں داخل نہ ہوں اس کے علاوہ ریاست کے پاکستان سے الحاق
کے نتائج سے نواب صاحب کو مطلع کرنے کے لئے مبینہ جوگڑھ جائیں۔ م۔

بھارت کی برہمی۔

اس کے ساتھ ہی لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان کے گورنر جنرل کے نام ایک
تار بھیجا کہ پاکستان کی طرف سے کئے گئے ایسے الحاق کو حکومت بھارت اپنی خود مختاری
اور علاقائی سالمیت کے خلاف سمجھتی ہے دونوں ڈومینیز کے درمیان جس
قسم کے دوستانہ تعلقات رہنے چاہئے یہ اس کے برعکس ہے۔ برصغیر کی تقسیم جن
اصولوں پر طے کی گئی اور عمل میں لائی گئی تھی یہ الحاقی ان اصولوں کی سراسر خلاف
کوتا ہے۔ م۔

قائد اعظم کا انتباہ۔

اس تار کے موصول ہوتے ہی قائد اعظم نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ایک
جوابی تار ارسال کیا۔

” ہمیں اطلاع ملی ہے کہ جوگڑھ اور کاٹھیاواڑ کی ریاستیں جو پاکستان سے
الحاق کر چکی ہیں ان کی سرحدوں پر گنیر فوجی اجتماع کیا گیا ہے امید ہے کہ یہ اطلاع
غلط ہوگی جوگڑھ کے نظام میں یا اس کے کسی علاقے پر کسی قسم کی دخل اندازی
خاصہ عمل قرار دی جائے گی۔ م۔

۲۳ گریٹ ڈیویڈ صفحہ ۲۳۱ تا ۲۳۲۔ مئی ۱۹۴۷ء۔ نئی دہلی میں ۱۳

۲۴۹ تا ۲۵۰

۲۵۰ جوگڑھ صفحہ ۲۵
۷۵

میں جنٹلمین میں

بھارتی کابینہ کے فیصلے کے مطابق سٹریٹ پیس میں اور کٹھیاواڑ کے
سیکشنل کمشنر سٹریٹ پیس ۱۹ ستمبر کو جنٹلمین پیس اور وہاں دیوان شاہنواز بھٹو
سے ملاقات کی۔

میں نے کہا کہ میں بھارتی کابینہ کی جانب سے نواب صاحب کے لئے ایک
نئی پیغام لایا ہوں۔ بھٹو نے کہا کہ نواب صاحب کچھ عرصہ سے بیمار ہیں اور
کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ میں نے نواب صاحب سے ملنے کی تمام کوششیں
کرائیں۔ بھٹو نے ان سے خاص طور پر کہا کہ ۲۶ جولائی کے بعد میں نے
نواب صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ جنٹلمین کے لئے پاکستان سے الحاق کرنا زیادہ
بہتر ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خان نے بھی یہی رائے دی اور تمام اقوام کے نمائندوں
کی کابینہ میں بھی یہی فیصلہ کیا گیا۔

میں اور بھٹو کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ شدید دباؤ کے باوجود سر
شاہنواز بھٹو ثابت قدم رہے۔ آخر کار میں نے انہیں انتباہ کیا کہ کٹھیاواڑ
کے عوام بے قابو ہو رہے ہیں۔ اگر آپ قانون ماتھ میں لینے کا فیصلہ کریں
تو نتیجہ یہ ہو گا کہ نواب صاحب کا خاندان ختم ہو جائے گا۔

اسی شب میں اور نوانگر کے جام صاحب دیگ وجے سنگھ جی بھٹو
دیوان شاہنواز بھٹو اور وہاں تاج محل میں چند کانگریسیں اور کٹھیاواڑ
راہگیہ پریشد کے چند رہنماؤں کے ساتھ صلے و مشورے کئے۔ اس وقت میں
شاہنواز اس کانگریسی نے کہا کہ عوام قانون کو ماتھ میں لینے کے لئے تیار ہیں۔
اور وہ اپنی فوج بنا کر جنٹلمین پر چڑھائی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم توانی

حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔
 اسی بینک میں جو ناگزیر عد کے خلاف تحریک چلائے گئے ایک مافی
 حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

دوسرے روز مین نئی دہلی واپس پہنچ گئے۔ ان کی رپورٹ پر غور کرنے
 کے لئے ۲۲ ستمبر کو ایک بینک منعقد ہوئی جس میں ماؤنٹ بیٹن، ہیرو، ٹیلر
 اور اس کے علاوہ بری ویکری، فوانج کے کانڈرمانجیف بھی موجود تھے۔

جے سومانڈھ

اپنی دنوں ۱۶ ستمبر کو شاہراہ اس گاندھی نے اپنے اخبار "مندرے مارم" میں
 ریاست جو ناگزیر عد کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوا ایک نہایت ہی سخت
 اداریہ "جے سومانڈھ" کے عنوان سے شائع کیا۔

"شری محمد علی جناح کو پاکستان دیکر ہم نے بہت بڑی مہبت مول لے
 لی ہے۔ عوام کو خنجر سے بچانے کے لئے ہم پاکستان کی تخلیق کی اجازت دی لیکن
 خنجر کا پیاس کون بھاسکتا ہے؟ پاکستان آیا لیکن خنجر کا راج نہیں رکھا۔ ہزاروں
 بے گناہ افراد کا قتل عام مسلسل جاری رہا۔ اس کی گلابی مہم ہندوستان میں
 طلوع ہی نہیں ہوئی۔ لہذا اہم بار بار پکارتے ہیں: "جے سومانڈھ" دوسری غلطی
 کسی بھی سرزد نہ ہونے پر اور جو ناگزیر عد کا پاکستان شری محمد علی جناح کے
 ماتم میں ہرگز نہ دیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو نہ صرف جو ناگزیر عد نہ صرف کاٹیا
 اور گجرات بلکہ پورا ہمارا گونا گونا پڑے گا۔"

اسی ادارے میں انہوں نے ریاست جو ناگزیر عد پر حملے کی حکمت عملی بھی

۱۳۵ اسی گزیشن صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۵

۱۳۶ اسی گزیشن صفحہ ۱۳۶ تا ۱۳۷

پہا تو کون کون سے راستوں سے ان لوگوں کو روک دینی چاہیے اور کون کون سے لوگوں کو
 بھڑکانا چاہیے۔

ان کے لیے وہ آخری اور سب سے بڑی کتاب
 "ستروا انا سے آواز لگاری ہے" جو اُنہیں کوٹ اور ان کے گھبراہٹ
 کے سبب ان کے اصل جگہ سے ہٹا دے گا۔ یہ ہے جو کتاب ہے
 جسے سونا آئے گا۔

کوٹ اتارا۔ استینیں چڑھائیں

ان کے لیے وہ تمام حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے
 اور ان کے لیے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے

وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے

کانڈگی جی کا آشیں ولو

اس کتاب میں وہ تمام چیزیں لکھی ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے
 وہ حساب لگائے گئے ہیں جو ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے

سراج بھائی دودھ (SARAJ BHAI DODH) منی لال سندھری دوشی

(NARI- (NANI LAL SINDHARJI DECHHI اور منی لال سندھری دوشی کی نقحوانی- (NARI-

NEHA PARAGJI DATTNANI کی تقریری کی گئی۔ یہ تمام فنکار اور ان کے

آباء اجداد کسی وقت ریاست جوناگڑھ کے باشندے رہ چکے تھے۔

اس اجلاس میں بھارتی کے نامور مصنف کینا لال منشی کا تیار کردہ عارضی حکومت

کا منشور پڑھا گیا۔ تمام وزراء اور شرکاء سے جوناگڑھ سے لڑائی ختم کرنے کی قسم

اٹھوائی گئی۔

اس کے بعد شام کو اس گاندھی نے اپنی تقریر میں کہا

” میں اپنا قلم چھوڑ کر اب تلوار اٹھا رہا ہوں۔ جب تک میرے جسم میں جان ہے

تب تک جوناگڑھ پاکستان میں شامل نہیں ہو سکے گا۔ خواب کے لئے ہماری دفا داری

آج سے ختم ہو رہی ہے۔ ریاست جوناگڑھ میں اب کوئی خواب نہیں۔ کوئی پاکستان

نہیں۔ ریاست جوناگڑھ کی پوری حکومت اب ہماری ہے پاکستان کے دلال جوناگڑھ

چھوڑ کر چلے جائیں جوناگڑھ کے خلاف ہمارا یہ جہاد اس وقت ختم ہوگا۔ جب

جوناگڑھ کے آسمان پر ہمارا تمبڑا الہا سے گا۔ مگر آج ہم علم بغاوت بلند نہیں کرتے

تو یہ ہماری اور ہمارے کاٹھیاواڑ کی موت ہے ہماری ہندو رعایا کے مذہب اور

عزت کا خاتمہ ہے۔“

اسی اجلاس میں ”ہم بھوی“ کے مدیر امرت لال سنگھ اور کاٹھیاواڑ راجیک

پرنٹ کے مدیر دودھ گوپال داس نے بھی خطاب کیا تھا۔ ۱۵

راجکوٹ کی راہ۔

دوسری شام عارضی حکومت کے سربراہ اور دیگر رہنما بڑے

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی صوبہ ۱۵ تا ۱۸

الحاق جو ناکٹھ کے چند اہم کردار



نواب بہایت خاں



کارت پستال



قائم اعظم محمد علی جناح



پندت جو اہر لعل نہرو



ایمانت علی بن ابی طالب



شاعر داس گاندھی



سر شاہنواز مہتو



گاندھی جی



سر دار پیل



ابراہیم



دلاور خانم



امجد علی



ماندو

جوش و جذبے کے ماحول میں بذریعہ کانٹیا دار میل راجکوٹ کی جانب روانہ ہوئے
 اس موقع پر اسٹیشن پر ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ میں شامڑاس گاڑھی
 کو ایک تلوار اور آٹھ پرکوس کے تھلے پر لہرانے کے لئے ایک پرچم عطا کیا۔
 یہی سہ راجکوٹ کے سفر کے دوران کئی اسٹیشن پر لوگوں کے چھوٹے بڑے
 اجتماعات نے ان کا پُر جوش غیر مقدم کیا۔ تقاریر ہوئیں۔ گلہ بستے پیش کئے گئے
 اور "جے سوناتھ" کے نعرے گونجتے رہے۔

۲۷ ستمبر کی شام حارثی حکومت کے رہنما راجکوٹ پہنچے۔ اسٹیشن پر تقریباً
 ہزار افراد کے جھومنے ان کا شاندار استقبال کیا۔ اس کے بعد ان رہنماؤں کو ایک
 جلوس کی شکل میں جلسہ گاہ پہنچایا گیا۔ اس جلوس میں کئی افسر اور پریم کے علاوہ
 تلواریں اور مسک پائیں لہرا رہے تھے۔ ۱۵

اس جلسہ میں شامڑاس گاندھی نے کہا کہ جناب ہندوستان میں دربار
 اسلامی سلطنت قائم کرنے اور خود اس کے سلطان بننے کی تیار رکھتے ہیں۔ ہم ایسا
 ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔

شامڑاس نے مزید کہا کہ میں اس اجلاس میں جو ناگڑھ کے جواب اہد
 جو ناگڑھ کے دلی خاندان کی باقاعدہ موت کا اعلان کرتا ہوں۔ ۱۶

جونانگڑھ باؤس پر قبضہ :-

راجکوٹ کانٹیا دار میں برطانوی پولیسکل ایجنٹ کا صدر دفتر تھا۔
 جہاں کانٹیا دار کے کئی حکمرانوں نے اپنے قیام کے لئے نئے تعمیر کرائے تھے
 جن گڑھ کے جواب اور دیگر اعلیٰ حکام کے قیام کے لئے صدر کے علاقے میں

۱۵ مسلم گجرات ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۶ اگنی یاترا صفحہ ۵۱

ایک سالہ راجس گاہ تغیر کرائی گئی تھی جو "جوناگرہ" ہاؤس کے نام سے مشہور تھی۔

عارضی حکومت کے رہنماؤں کے راجکوٹ پہنچنے کے فوراً بعد ۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو جوناگرہ ہاؤس پر حملہ کیا گیا۔ جوناگرہ ہاؤس میں اس وقت صرف آٹھ دس چوکیدار موجود تھے عارضی حکومت کے مسلح جوانوں نے بڑی آسانی کے ساتھ بغیر کسی مقابلے کے اس پر قبضہ کر لیا۔

جوناگرہ ہاؤس پر قبضے کے بعد عارضی حکومت کے نائب صدر و لیڈر لیکنی نے ترنگا پرچم لہرایا۔ اور عارضی حکومت کے ہندو ذرا دے ایک بلڈھام سے خطاب کیا۔ پکتان کے مذہب اعظم نے حکومت ہند پر عارضی حکومت کے قبضہ و ریاست کی نگرانی اور ایسے ہی دیگر افعال پر پرجوش احتجاج کیا۔

اس کے باوجود دونوں ملک کے درمیان کے اعظم کے درمیان جوناگرہ کے مسئلے میں پیغامات کا سلسلہ جاری رہا۔ ان میں سے ایک ٹیلیگرام میں حکومت ہند نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں اس بات سے قطعاً انکار کرتا ہوں کہ جوناگرہ کی عارضی حکومت میں حکومت ہند یا اس کے کسی بھی افسر کا ہاتھ ہے یا ان کی طرف سے جبر یا فساد کی گئی ہے۔

اس ٹیلیگرام میں مزید کہا گیا تھا کہ حکومت ہند اس واقعہ کو تسلیم نہیں کرتی کہ جوناگرہ ہاؤس پر قبضہ کے بعد عارضی حکومت نے ایک ماہ تک اعلیٰ طور پر کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں کی لیکن اندرونی طور پر وہ جوناگرہ پر قبضہ کرنے کے لئے راجا کو دس کو لوی تربیت دیتی رہی اور ان کے دستے تشکیل دیتی رہی۔

راجا کو دس کو لوی تربیت دیتی رہی اور ان کے دستے تشکیل دیتی رہی۔

۲۸۲۷ - ۲۸۲۸

اس پورے شکر کا نام "آزاد جوناگڑھ فوج" رکھ لیا تھا۔ عوام میں یہ لوگ بہت
 دعوای فوج کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ سر رتو جانی، اُن کی اس فوج کے کاہن
 انجینئر تھے۔ اس کے علاوہ ریاست جوناگڑھ کے اندر بھی راجپوت اور دیگر
 اقوام مثلاً میر (MER)، ریتا (RETA) اور دانی (DANI) وغیرہ
 کو بغاوت کے سلسلے تیار کیا جا رہا تھا۔ ۱۹

بابریا واڈ کا معاملہ

بابریا واڈ ریاست جوناگڑھ کی ایک قبیلہ تھا۔ یہ وہ ریاستیں پرستیں
 تھیں جہاں چھوٹے بڑے ہندو زمیندار تھے۔ ماضی میں کاشیاوا سیٹھ کے
 ذریعہ چند انتظامی اور عدالتی امور کے لئے بابریا واڈ کو ریاست جوناگڑھ کی فوجوں
 میں دے دیا گیا تھا۔ ریاست جوناگڑھ کے پکتن سے علاقے کا اعلان کرتے ہی
 ان زمینداروں نے بھی اعلان کر دیا کہ برصغیر کی آزادی کے ساتھ ہی ساتھ ہماری
 فوج ہو جائے گی۔ اب وہ آزاد ہیں اور بھارت کے ساتھ مل کر چاہتے ہیں
 حکومت بھارت نے دستبر کو ان کے علاقے کو تسلیم کر لیا۔ ۲۰

ان کے باوجود حکومت بھارت نے بابریا واڈ پر فوری طور پر قبضہ کرنے
 سے گریز کیا کیونکہ ایک کونے سے جوناگڑھ کے ساتھ تھوڑے اور ریاست مرہٹوں
 ہونے کی صورت میں پکتن کے ساتھ جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ عواموں میں بڑھ گیا تھا
 لہذا بھارت نے رتن جی پر ریاست جوناگڑھ کی مدد کے بغیر ہی یہ علاقہ
 کو تسلیم کرنے پر ہی اکتفا کر لیا۔

مقابلہ جنگ کی صورت میں بھارت کا مدد کرنے کے لئے آجیس کیج

کہ ایک مکان سے دیر سے میرا اس کے قریب رہا کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 اسے تمام مسئلہ دھروا (THROW) کی طرف توجہ دینے کا ارادہ کرنے
 والے مختلف حالت میں جو کہ بڑی تعداد میں دیکھ کر ان کو فائدہ پہنچا
 دینے کے لئے وہ دیر سے میرا اس کے قریب رہا کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 کی مراد

بھارتی افواج کی بچکپی بہت

ان مہمان جو ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 جو سب سے پہلے ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 کا حکم دیا کہ وہ ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 یہ دیکھ کر ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 انہیں یہ دیکھ کر ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے

بہت سے لوگ یہ دیکھ کر ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے

ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے
 ان کے پاس سے گئے وہ ان کے قریب رہے کہ ہم حفاظت پر پہنچے

تین اہم واقعات۔

۱۔ دستبرداروں کے لئے جو ناکرہہ سے قسطنطنیہ کی آمد ہو، اس کے ساتھ ساتھ
 ۲۔ وہاں کے باشندوں کے لئے جو ناکرہہ سے قسطنطنیہ کی آمد ہو، اس کے ساتھ ساتھ
 ۳۔ وہاں کے باشندوں کے لئے جو ناکرہہ سے قسطنطنیہ کی آمد ہو، اس کے ساتھ ساتھ

حکومت بھارت کا بیان۔

۱۔ بھارت کی حکومت کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۲۔ بھارت کی حکومت کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۳۔ بھارت کی حکومت کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۴۔ بھارت کی حکومت کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۵۔ بھارت کی حکومت کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۶۔ بھارت کی حکومت کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۷۔ بھارت کی حکومت کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۸۔ بھارت کی حکومت کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۹۔ بھارت کی حکومت کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۱۰۔ بھارت کی حکومت کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی

ریاست علی خان کی برہمنی۔

۱۔ علی خان کی برہمنی کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۲۔ علی خان کی برہمنی کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۳۔ علی خان کی برہمنی کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۴۔ علی خان کی برہمنی کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۵۔ علی خان کی برہمنی کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۶۔ علی خان کی برہمنی کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۷۔ علی خان کی برہمنی کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۸۔ علی خان کی برہمنی کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۹۔ علی خان کی برہمنی کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی
 ۱۰۔ علی خان کی برہمنی کی حالت یہ ہے کہ اس کے اندر ایک ہی

جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے

اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے

اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے

شطرنج کا کھیل

اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے
 جو کہ اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے اس کی طرف سے دیکھا گیا ہے

ہونے والی گندھ سے لارڈ اسے کو یقین ہو چکا ہے کہ پاکستان کی پوری حکمت عملی یہ ہے کہ جو گڑھ کے بلے کشمیر کے سلسلے میں سودا بازی کے طور پر پیش کرنا ہے ۔ اس کی وجہ اس ملاقات میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے رویہ و لیاقت عمل خان کا یہ اظہار تھا۔

” بھارت کو آگے بڑھ کر کوئی جنگی قدم لینے دو اور اس کے بعد دیکھ لو کہ کیا ہوتا ہے۔ “ ۲۷

دونوں ممالک کی تباہی کا خطرہ :-

جو ناگڑھ کی مدافعی حکومت کی تشکیل پس پشت حکومت بھارت کا مقصد پاکستان کے ساتھ براہ راست جنگ کو ماننا تھا۔

۲۷ ستمبر کی میننگ میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے صاف الفاظ میں بتایا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کا باعث بننے والا حکومت بھارت کا کوئی بھی اقدام انتہائی خطرناک ہوگا۔ اس جنگ میں پاکستان ہاسکل ختم ہو جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ بھارت بھی کم از کم ایک نسل تک پسپا ہو جائے گا۔ یہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے حکومت بھارت کا عزت و وقار ایسے کسی بھی اقدام سے ختم ہو جائے گا۔

ماؤنٹ بیٹن کے اس نظریہ کی روشنی میں اس میننگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جو ناگڑھ کی سرحدوں پر افواج متعین کر دی جائے لیکن وہ افواج ریاست کی حدود میں داخل نہ ہوں ۲۸

نہرو کا اندیشہ۔

انہی دنوں بھارت کی ڈیفنس کمیٹی کی پہلی میٹنگ منعقد ہوئی۔ ہندو نے اس میٹنگ میں مانگروں اور باہریاؤں کے بارے میں اپنی رپورٹ پیش کی انہوں نے کہا کہ دونوں ریاستوں پر فوجی قبضہ کرنے کے دوران کوئی بھی ایسا واقعہ پیش آ سکتا ہے جو پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کا باعث بن جائے۔ بھارت، جو ناگروہ کے معاملے میں پاکستان سے منگ کرانا نہیں چاہتا اور وہ اس جنگ کو ٹالنا چاہتا ہے۔ اس جنگ میں اگر دوسرے ملک کو موٹ نہیں کیا جائے گا تو اس کا لازمی نتیجہ پاکستان کی شکست اور تباہی کی صورت میں آئے گا۔ اس کے ساتھ ہی بھارت کو بھی ایک طویل عرصہ تک ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑے گا ہمارے لئے اس جنگ سے چند دیگر سنگین نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔ ہارا بین الاقوامی مقام کلی طور پر ختم ہو جائے گا۔

نہرو نے اس رپورٹ کے آخر میں کہا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ پاکستان نہیں چاہتا ہو اور وہ یہ سب کچھ محض ہمیں برہم کرنے اور ہمیں کوئی ایسا قدم اٹھانے پر مجبور کرنے کے لئے کرتا ہو جس کے بارے میں وہ اقوام متحدہ میں ہمارے خلاف اپیل کر سکے۔

نہرو نے اس کے بعد ایک مشورہ دیا کہ پاکستان اور جوناگڑھ کو مطلع کر دینا چاہئے کہ پاکستان کے ساتھ ریاست جوناگڑھ کے الحاق اور باہریاؤں اور مانگروں پر جوناگڑھ کے دعوے کو ہم تسلیم نہیں کرتے اور پاکستان کو فوری طور پر اپنی افواج و ہاں سے ہٹا لینا چاہئے۔

اس میٹنگ میں ڈیفنس کمیٹی نے ریاست جوناگڑھ کے قریب وجہاں میں

نئی دہلی میں حکمرانوں کے وہ دور برپا ہو گیا جس کی وجہ سے ہندوستان کا نئے رنگ
 پر اس وقت میں دکھائی دیا۔ تمام تعلیمات و ان کی کئی قسمیں اس میں سرور پائی گئی
 تھا کہ ان کا تھیاد اور کچھ ہندوستان کے وہ دور میں یہ تھا کہ ان کا کچھ تعلیم و ترقی ہو رہی
 کی ہندو گاہ پر بھیجا گیا ہے۔ ۱۲

اس کے برخلاف حکومت پاکستان کی جانب سے شہر کے اطراف میں کئی کئی
 کے درجہ تعلیم، تیل، اور کوئلہ وغیرہ کے ساتھ دیگر اہل کی ہندو گاہ پر بھیجا گیا ہے۔ ۱۳
 اس کے بعد حکومت پاکستان نے اس کے واسطے کوئلہ کو کراچی کی ساتھ کچھ
 (دہشت) بھیجے کی پیشکش کی۔ لیکن صدارتی احکامات کے تحت اس کے واسطے کوئلہ کو کراچی کی ساتھ
 جو انہوں نے، اس کے واسطے کوئلہ کو کراچی کی ساتھ اس صورت میں کراچی کی ساتھ کچھ
 ان کا کئی بھی طریق مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس بات کے خلاف نظر ہوا کہ وہ
 کوئلہ کے لئے شاہوں نے اس پیشکش کو منظور نہیں کیا۔ ۱۴

کوئلہ اور اس کے چند مہینے کے واسطے کچھ سال قبل کا تھیاد اور اس کے ساتھ کچھ
 مشرق وسطیٰ کے واسطے کوئلہ اور اس کے ساتھ کچھ سال قبل کا تھیاد اور اس کے ساتھ کچھ
 حالات کا بخیر مشاہدہ کر کے اس طرح کے کوئلہ کو کراچی کی ساتھ کچھ
 دہشت میں بھی کچھ جاری ہو گیا۔ اس کے لئے اس کی کچھ کچھ کچھ
 ۱۲ کہ، وہیہ کی حالت کے اس کا کوئلہ اور اس کے ساتھ کچھ

۱۲ کہ، وہیہ کی حالت کے اس کا کوئلہ اور اس کے ساتھ کچھ
 ۱۳ کہ، وہیہ کی حالت کے اس کا کوئلہ اور اس کے ساتھ کچھ
 ۱۴ کہ، وہیہ کی حالت کے اس کا کوئلہ اور اس کے ساتھ کچھ

دو محاذوں کی کہانی

جونا گڑھ اور کشمیر

ستمبر ۱۹۶۷ء کے نو افرسے لے کر اکتوبر کے تیسرے چھٹے تک حکومت بھارت یا عارضی حکومت نے جونا گڑھ کے سسٹے میں کسی قسم کی پیش قدمی نہیں کی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ شرط بندی کی بازی کی اگلی چال ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ریاست جونا گڑھ کے ارد گرد بھارتی افواج کے دسٹے عامرہ کے ہونے تھے۔ عارضی حکومت کے پرچم تلے ہزاروں رضا کار عہد کرنے کے لئے بالکل تیار تھے۔ اس کے بعد فوراً ہی یکے بعد دیگرے گورامائی واقعات پیش آنے لگے۔ بھارتی ڈیپس کیٹی لے ۲۱ اکتوبر کے دن ریاست جونا گڑھ کی ماتحت چند مسلم ریاستوں پر فوجی قبضہ کرنے کا بیڑہ لگایا گیا۔ ماڈل بیڈن لے اس بیڈنگ کے بارے میں شبہ نہ ہو گا۔ سال کردہ ایک فوجی رپورٹ میں لکھا تھا کہ میں ان لوگوں کو اب بارہ دھپک نہیں دیکھ سکتا ہوں۔

دوسری جانب تقریباً اس وقت کشمیر میں جرمہ دان سے کھولنے والا قتل خانہ چھوٹ گیا اس کے بعد کے اعمال بدلتی ہوئی کشمیر اور جونا گڑھ

کی کہانی ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہو گئی۔ کشمیر کے محاذ پر جو کچھ ہوا اس کے
براہ راست اثرات جونا گڑھ پر نمودار ہونے لگے۔ ریاست جونا گڑھ اور اس کے
مسلمانوں پر اس کے اثرات اب تک باقی ہیں۔

مانا و در پر قبضہ

بھارت نے اپنے پہلے جوف کے طور پر ایک سو ستر بن میل پر مشتمل مانا و در
کی چھوٹی سی ریاست کا انتخاب کیا۔ مانا و در کے خان غلام محی الدین ابتداء ہی
سے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کر چکے تھے۔ راجکوٹ میں ۱۴ ستمبر کو اپنے دورے
کے دوران مسٹر دی۔ پی۔ مینن نے ان کو راجکوٹ طلب کیا اور ان پر بھارت
کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے دباؤ ڈالا لیکن خان صاحب اپنے فیصلے پر قائم رہے
بعد میں دہلی واپس آجہتی کر مینن نے پٹنہ تھرو اور سرور پٹیل سے اس مسئلے
میں مصلحہ دشور سے کئے ہوئے

داد موجود اس کے بھارتی حکومت نے اس کے بعد کہہ اسی قسم کا پریس
نوٹ جاری کیا کہ مانا و در بھارتی یونین کے ساتھ ملحق ریاست ہے اور وہاں
فرقہ وارانہ فسادات ہونے کا اندیشہ ہے لہذا انہیں روکنے کے لئے مانا و در
کو برصغیر کشمیر کی براہ راست نگرانی میں رکھنا چاہئے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔
بعد ازاں ۲۲ اکتوبر کو بھارتی اتحاد کے دستوں نے مانا و در کی جانب
دبئی سے لے کر ان کے براہ راست خواتین کو بھیجتے ہیں تھے ان کو جان
سے بچو۔ اوستہ مسٹر ڈی۔ پی۔ مینن نے مانا و در پر اپنی رائے اور بھارتی
کے دوبارہ طلب سے مانا و در کی رضا منی کر لیا۔ ان کے لئے انہوں نے مانا و در

قبائلیوں کی پیش قدمی

دوسری جانب کشمیر میں داخل ہونے والے قبائل کی آمد میں کشمیر کے
دار الحکومت سری نگر کے قریب پہنچ گئے، انہوں نے قرداسے میں لوٹ جانا کہ
موتی دھواں اس طرف وقت ضائع نہ کیا جاتا، اور غیر نظم و ضبط کے ذریعے
انہوں نے سری نگر پر قبضہ کر لیا۔

بجائے ان کے دوا میں وہ کھوپڑی کے دانہ ہیں اور (LAWSONIA) رنگ
 اور بد بویاں سرورنگ کا رنگ دیتا ہے وہ ایک طرح کے خد قلابیوں کے ہیں
 کہ سپردنہ منقح کر دیں تو وہی اس قسم کا رنگ لگے گا کہ ہم وہ کھوپڑی کے
 دوا کا خد سرورنگ کر دیں اور کھوپڑی کے دوا

بھارتی افواج کی آمد

اسی نام کشمیر کے ہمارے پیر و مریدوں نے حکومت ہرات سے ہمارے
درخواست کی۔ اسی طرح ہمارے افسر ٹیپٹی کی ایک بیٹک و ملاقات ہرات کے
مرید ہرات مفتی کاٹھن۔ اسی بیٹک کے واسطے کے مطابق واپس ہرات
کے ایک چار ڈیڑھ سو کے اندر چلے صرف کھربان ہو گئے۔ ہرات کا ہمارا
یہ کہ ہے اس کے ہمراہ ہمارے پیر و مریدوں کے ساتھ کہ ہمارے پیر و مرید
مرید کھربان کے گئے۔ صرف کھربان کہ ہرات کے ہمارے ملاقات کے ہمارے
کے ہمارے پیر و مرید۔

اس وقت یہ تو تھے کہ ہماری ٹمکی کو تھامی دو تھیں۔ ہر طرف سے ہر طرف سے
 آگ لپکتی ہے۔ میں نے کہا اب یہ کوئی حد ہے۔ ہر طرف سے آگ لپکتی ہے۔

لہذا جہاں راجہ اپنے خاندان سمیت رات گئے، بذریعہ کار جہاز روانہ ہو گئے۔ ۱۳
۲۶ اکتوبر کو صبح سویرے مینن دہلی واپس پہنچ گئے، ڈیفنس کمیٹی نے ان
کو الحاق کی دستاویز ساتھ لے کر قبول جانے کا حکم دیا۔ مینن نے جہاز پہنچ کر
الحاق کی دستاویز پر جہاں راجہ کے دستخط ملے۔ اس کے ساتھ ہی تقریباً ایک سو تجارتی
اور فوجی طیاروں کے ذریعے بڑی تعداد میں تجارتی افواج اور جنگی ساز و سامان
سری عزم پہنچانے کی کارروائی شروع ہو گئی۔ ۱۴

پاکستانی کمانڈر کا انکار

کشمیر میں تجارتی افواج کی مداخلت کے ساتھ ہی ان کے مقابلے کے لئے
قائد اعظم نے پاک فوج کی برطانوی کمانڈر جنرل گریسی (GRACY) کو
کشمیر میں پاکستانی افواج بھیجنے کا حکم دیا۔ جنرل گریسی نے یہ حکم ماننے سے انکار
کر دیا۔ ۱۵

دونوں نمائندگی کی افواج کے مشترکہ کمانڈر راجیف فیملڈ مارشل اوکن لیک
(AUCHIN LECK) ۲۸ اکتوبر کے دن لاہور پہنچے، انہوں نے کہا کہ کشمیر اپنے
الحاق کے بعد مجاہد کا ایک حصہ بن چکا ہے اور اگر پاکستانی افواج اس میں داخل
ہوئی تو پاکستان کی مسلح افواج کے تمام برطانوی افسران مستعفی ہو جائیں گے۔
بہادراں یکم لاہور کو لارڈ مائونٹ بیٹن اور لارڈ کے بھی لاہور میں قائد اعظم
گفت و شنید کر کے واپس چلے گئے۔ ۱۶

۱۷ اپریل ۱۹۴۷ء صفحہ ۳۹۸ تا ۳۹۹

۱۸ اپریل ۱۹۴۷ء صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۰

۱۹ اپریل ۱۹۴۷ء صفحہ ۲۹۵ اپریل ۱۹۴۷ء صفحہ ۳۰۰

۲۰ اپریل ۱۹۴۷ء صفحہ ۳۰۰ تا ۳۰۵

نواب صاحب کی روانگی

ادھر کاٹھیاواڑ میں حالات دن بدن سنگین سے سنگین تر ہوتے جا رہے تھے۔ مانا وود کے مکران شیخ غلام محمد الدین قید کر لئے گئے تھے حکومت پاکستان کی طرف سے کسی قسم کی امداد اور رہنمائی کا ممکن تھا نہ تھا۔ ادھر کشمیر میں بھارتی افواج اتنا سلسلے کی تباہیاں جو رتھی تھیں، ریاست جونا گڑھ چاندوں اطراف سے بھارتی افواج اور عارضی حکومت کے دستوں کے درمیان محصور تھی اور وہ کسی بھی وقت سرحدیں عبور کر کے جونا گڑھ شہر میں پہنچ سکتے تھے۔ ایسے حالات میں نوابی خاندان کے لئے جونا گڑھ میں مزید وقت رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ لہذا ۲۶ اکتوبر کی شام نواب بہت غامبی اوسان کے چند اہل خاندان جونا گڑھ کے قریب واقع کیشود (KISHOD) کے ایروڈوم سے زیر بحالیہ کراچی روانہ ہو گئے اس طرح پاکستان کے ساتھ سب سے پہلے الحاق کرنے والی ریاست کے مکران کو الحاق کے صرف ۱۱ دن کے بعد ہی ترک وطن پر مجبور ہونا پڑا۔ نواب صاحب کے کراچی پہنچنے پر سندھ کے گورنر غلام حسین حیات اللہ نے ان کی بددلتی کے لئے اپنا ہنگامہ خالی کر دیا۔

کیشود ریاست جونا گڑھ کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو جونا گڑھ شہر سے ۵۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے چند ماہ قبل وہاں پر ایک ایروڈوم تعمیر کیا گیا تھا۔ جونا گڑھ کے پاکستان سے الحاق کے بعد ۱۹۷۱ء کی پیش قدمی کے اثر و بر نے ایک چھوٹے سے قصبہ کے ذریعے کراچی اور کیشود کے درمیان اپنی انسانی سروس کا آغاز کیا تھا۔

دوسرے روز یعنی ۲۷ اکتوبر کی صبح ولی عہد دلاور خان کی اور خاتون کے چند دیگر افراد بھی کیشود سے زیر بحالیہ کراچی پہنچ گئے نوابی خاندان کے اہل سفر میں ریاست کے چند اہل خاندان بھی شامل تھے جس میں نواب صاحب

کے بھی بند و ڈاکٹر اور دو ایک دیگر ہندو افسران بھی شامل تھے۔ اس کے فوراً بعد
 بائو کے حکمران دربار شیر خاں بھی اور سردار گڈھ کے حکمران دربار غلام محی الدین
 بھی کراچی روانہ ہو گئے۔

نواب صاحب اپنی نجی ملکیت کے طور پر ایک کروڑ ۲۹ لاکھ ۳۴۷ ہزار
 سات سو مالیت کی برطانوی ہند کی سیکورٹیز (رضانیتیں) اپنے ساتھ کراچی لے گئے
 تھے۔ جو ناگڈھ سے ان کی روانگی کے فوراً بعد لارڈ مائونٹ بیٹن نے ایک
 ہرڈینس کے ذریعے ان سیکورٹیز کو گمشدہ ظاہر کیا اور ریزرو بینک آف انڈیا
 کو اس کی متبادل ڈپلیکیٹ سیکورٹیز جاری کرنے کا اختیار دیا۔
 اس کے ساتھ ہی ریزرو بینک آف انڈیا کی بمبئی برانچ میں ریاست
 جو ناگڈھ کی طرف سے بطور ڈپازٹ رکھی گئی سات لاکھ روپے کی رقم بھی ضبط
 کر لی گئی۔

قائد اعظم کے نام پیغام

نواب صاحب کی کراچی روانگی کے بعد ۲۴ اکتوبر کو دیوان شام نواز
 بھٹو نے قائد اعظم کے نام ایک پیغام بھیجا جس میں انہیں تازہ ترین حالت کی روشنی
 سے مطلع کیا گیا تھا۔ اس پیغام میں بتایا گیا تھا۔

”ہمارے مالیات کے ذرائع مثلاً ریلوے اور کسٹم وغیرہ بالکل ختم ہو چکے
 ہیں۔ غذائی قلت نے حالات حد درجہ غمراہ کر دیئے ہیں۔ حالانکہ پاکستان نے
 فیاضی کے ساتھ اناج بھیج کر ہماری امداد کی ہے۔ کاٹھیاواڑ کی ریلوے لائن پر
 جو مسلمان سفر کرتے ہیں ان کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

ہذا کی نسیں نواب صاحب اور ان کے اہل خاندان کو جو ناگڈھ سے جانا
 پڑا، کیونکہ ہمارے فیض ذرائع کی اطلاع کے مطابق ان کی جان اور عزت و کبر

کوشد بہ خطرہ لاحق تھا.....

حکومت پاکستان نے جیس کراؤن پولیس کی سات کپنیوں کی پیشکش کی ہے
لیکن ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر یہ سہا بندی جہاں آئے تو ڈٹمن کی کثیر تعداد کے
بد نظریہ انسانی خون اور ساز و سامان کا رائیگاں جانا ہو گا۔ میرے سینئر ذریعہ
متر بار دسے جوڑنے آپ کو حالات کو سنگین سے باخبر کیا ہو گا۔ حالات اتنے تاریک
ہو چکے ہیں کہ ذمہ دار لوگ مجھ پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ میں اس دشواری کا کوئی
حل ڈھونڈ نکالوں۔۔۔۔۔

یہ نازک مسئلہ اعزت طریقے سے سلجھ سکتا ہے۔ میرے لئے یہ ناممکن ہے کہ میں
وفادار رعایا کی مصیبتوں، تباہیوں اور غور زری کا موجب بنوں۔ جہاں تک میری
ذات کا تعلق ہے مجھے مطلق پرواہ نہیں کہ مجھ پر کیا محسوس ہو گا۔ لیکن میں مزید
ذمہ داری لینے کو تیار نہیں ہوں۔ میری تجویز یہ ہے کہ آپ فوراً بھارت اور
پاکستان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس طلب کر کے جونا گڑھ کے مسئلہ کو حل کرنے
کی کوشش کریں۔ ۱۹

اس کے بعد ۳۱ اکتوبر کو سر شاہنواز بھٹو نے پاکستان کی وزارت برائے
ریاستی امور کے سیکرٹری جناب اکرام اللہ کے نام ایک پیغام ارسال کیا جس میں بتایا
گیا تھا کہ ریاست کے عوام انتہائی مایوس ہو چکے ہیں۔ ۱۹

اس دوران نواب جہاٹ ہائی سٹے کراچی سے شاہنواز بھٹو کو ایک پیغام
بھیج کر انہیں حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی سمجھ کے مطابق فیصلہ کرنے کا
اختیار دیدیا۔ ۲۰

۱۹ جونا گڑھ صفحہ ۱۷۹-۱۸۳۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۳

۱۹ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۲

۲۰ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۳

رہنمائی کا فقدان

اس وقت قائد اعظم لاہور میں تھے۔ کشمیر میں جنگ کی ابتداء ہو چکی تھی وزیر اعظم لیاقت علی خان اور ریاستی امور کے وزیر سردار عبدالرشید نشتربی اس وقت کشمیر اور دیگر اہم معاملات میں مصروف تھے۔ اس وقت کراچی میں وزارت ریاستی امور کے سیکرٹری جناب کرام اللہ موجود تھے جو شاہنواز بھٹو کی کسی طرح بھی رہنمائی نہیں کر سکتے تھے۔ ان سب پیغامات کی آمد و رفت دیراؤل کی بندرگاہ میں سنگہ انداز ہر قسم کی جنگی صلاحیت سے محروم دو جہاز فروزا اور گوداوری کے وائریس سیٹس کے ذریعے ہوتی تھی۔ یہاں یہ بات بھٹو قابل غور ہے کہ ریاست جو ناگڈھ جو تین ماہ تک پاکستان سے ملحق رہی۔ اس عرصہ کے دوران حکومت پاکستان کے کسی ایک وزیر، سیکرٹری یا اعلیٰ افسر نے ریاست جو ناگڈھ سے دور نہیں کیا تھا۔

مزید گاؤں پر قبضہ

عارضی حکومت کے رضا کاروں نے ۲۵ اکتوبر سے ۲ نومبر تک ریاست جو ناگڈھ کے دور افتادہ کل ۳۶ گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ اس دوران صرف دو گاؤں میں سندھی محافظوں نے ان کا جانا بازی سے مقابلہ کیا۔

موٹی ہڑیاد (MOTI-HADIYAD) نامی گاؤں میں مامد محمد، نامی ایک سندھی چوکیدار نے اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ موٹی ہڑیاد گاؤں پر عید الاضحیٰ کو رات گئے حملہ کیا گیا۔ وہاں کے سندھی چوکیدار مامد اور اس کے چھ ساتھیوں نے حملہ آوروں کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ کافی دیر تک دونوں جانب سے گولیاں چلتی رہیں۔ آخر کار مامد

اور اس کا ایک ساتھی زخمی ہو گیا جبکہ باقی سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ ۲۲
 بھڑوا نامی گاؤں میں کچھ سندھی کچے مکانات میں رہتے تھے۔ عارضی طور
 کے رضا کاروں نے وہاں پر حملہ کیا تو وہاں رہنے والوں نے دیری سے ان
 کا مقابلہ کیا۔ دونوں طرف سے فائرنگ کے نتیجے میں تین سندھی مارے گئے
 اور چند زخمی ہوئے۔ ۲۳

بھاؤنگر اور گائیکو اڑ کی مخالفت

بھارت نے ریاست جو ناگہڑہ کے ارد گرد اپنے فوجی دستے متعین کرنے
 کے علاوہ گائیکو اڑ کی دیگر ریاستوں سے بھی فوجی دستے طلب کئے تھے۔ لیکن
 فوٹو کے سوا کسی بھی ریاست نے اپنے فوجی دستے اس کاروائی کے لئے نہیں بھیجے
 تھے۔ پھر بھی بھارتی افواج کے دستے یا عارضی حکومت کے رضا کار کسی بھارت
 کی حدود سے گزرتے تو ماسوائے بڑوا (BARODA) اور بھاؤنگر کی ریاستوں
 کے کسی اور ریاست کے حکمران نے ان کی مخالفت کرنے کی جرات نہیں کی۔

عارضی حکومت کے رضا کاروں کو کاکا داڑ سے ریاست جو ناگہڑہ کے ایک
 اور دور افتادہ گاؤں گا دھکڑا (GADHAKADA) کی سمت جانے کے
 لئے گائیکو اڑی اور بھاؤنگری علاقوں سے گزرتا تھا۔ عارضی حکومت نے بڑوا
 اور بھاؤنگر سے ہمارا جاؤں کو اپنے ارادے کی پیشگی اطلاع بھیجی کہ ان کی اجازت
 طلب کی لیکن اجازت ملنے سے قبل ہی اس کے رضا کاروں نے کوئی کر دیا۔ ان
 رضا کاروں کے ٹرک راہ میں جب گائیکو اڑی شہر امرتلی (AMRITLI) پہنچے
 تو انہیں روکنے کی کوشش کی گئی لیکن ان رضا کاروں نے اس کی پرواہ کئے بغیر

۲۴ لوک کرانتی صفحہ ۳۱۲۳ اگن ۱۲ ص ۲۹

۲۵ لوک کرانتی صفحہ ۳۸

جہانگیر نے بھڑوہ میں بھاؤ نگر کی علاقے عبور کر کے گوارا پر قبضہ کر لیا۔
 اس کے بعد کچھ دنوں کا رہا واپس جا رہے تھے۔ تب ماہ میں بھاؤ نگر
 کی پیمیں نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اس واقعے سے بہت پہلے میں بھاؤ نگر
 کے دیوان انت رائے پٹنی (ANANTAL PATTNI) کو فوڑا بھٹوت طلب کیا گیا
 اور ان پر دہاؤ کے ذریعے ان دنوں کا رول کوہا کر لیا گیا تھا۔
 سر دائی پٹنی نے اس کے فوڑا بعد انت رائے پٹنی کو بھاؤ نگر کے دیوان
 کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ بڑوہ کے جہاں پر تاب سنگھ راؤ
 (PRATAP SINGH RAO) کا ٹیکو لڑے یہ اور ایسے ہی دیگر کاروائیوں
 کی وجہ سے کچھ عرصہ کے بعد بدلہ لیا گیا۔

”مجاہد“ کا جہاد

ریاست جونا گڑھ کی اقتصادی ناکہ بندی ہونے کے بعد ہجرات اور
 کاٹھیا واڑ سے جو چند مسلم اخبارات و جرائد شائع ہوتے تھے۔ ان تمام پر ریاست
 میں آمد پر پابندی عائد کر دی گئی۔ بڑی تعداد میں شائع ہونے والے ہندو
 ملکیت کے اخبارات و جرائد اور ابلاغ عامہ کے دیگر ذرائع برسے زور و شور
 سے مخالفت پر دوپائیدار کر رہے تھے اس تقار خاں نے میں یوسف مانڈیا صرف
 ایک شہنشاہی کے کر کوڈ پڑے اور پاکستان کی حمایت کا صودہ چھوٹنے لگے۔
 اس شہنشاہی کا نام تھا ”مجاہد“ انہوں نے جونا گڑھ سے ہر دوسرے روز شائع
 ہونے والا ایک چھوٹا اخبار شروع کر دیا۔ ریاست جونا گڑھ سے باہر بھی
 جانے والی ”مجاہد“ کی نقلیں تو ریاست کی سرحد متہم ہوتے ہی جیل میں
 جلکشن پر نذر آتش کر دی جاتی تھیں لیکن ریاست کے

اندر اس کی بڑی کچھت تھی۔ اس اخبار میں مانڈویا غرضی حکومت کے پروپیگنڈہ
 اور سازشوں کو اپنے کٹ دار اور تیکھے لہجہ میں بے نقاب کر سکتے تھے اور پاکستان
 کی حمایت میں پُر زور پروپیگنڈے سے عوام کے حوصلے بلند رکھتے تھے۔
 ”مجاہد مانڈویا کا بنی اخبار تھا اس کے باوجود بھی اس کے پاکستان
 کی حمایت میں پُر زور پروپیگنڈے کے باعث اس کو حکومت پاکستان کا اخبار
 سمجھا جاتا تھا۔“

سقوط جونا گڑھ

مانگروں میں بھارتی بحریہ

دسمبر ۱۹۴۷ء کے اوائل میں جونا گڑھ اور کثیر دونوں محاذوں پر
چند اچھا اور تیز رفتار و افواج روڈا ہوئے کثیر میں وادی سری نگر میں داخل
ہونے کے وقت پر واقع لڑا سوا کے نزدیک بھارتی افواج نے قبائلوں کی
دشمنی رک دی اس کے ساتھ ہی کثیر کے شمال علاقے ٹھٹک پر وہاں کی پولیس
اور لکھنؤوں پریم نوبی افواج نے قبضہ کر لیا۔ دوسری جانب کاٹھیاواڑ میں بھارتی
افواج نے چند دیگر ایسے علاقوں پر قبضہ کر لیا جن پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔
ریاست جونا گڑھ کی مغرب میں سمندر کے کنارے مانگروں نامی ایک چھوٹی
سلم ریاست واقع تھی جس کی بنیاد پانچ دھارہ دیوں سے چلے لی گئی تھی۔
ہم دور حکومت کے دوران کئی دہائیوں سے حکومت مانگروں کے چند اعلیٰ
علاقوں پر انتظامی انتظامات ہوئے گئے تھے۔ مانگروں کے حاکم نظری
عمر پرانہ تھے۔ مانگروں کے حاکم شیخ نعیر حسین نے حکومت
کے اندر اپنا ریاست کی حکومت کا جو کار کیا۔ اس کے بعد وہی بی بی بی

پہنچے تو انہوں نے شیخ نصیر الدین کو بھی ملاقات کئے اور اجکوت طلب کیا مگر ول
سے راجکوت تک پہنچنے کا راستہ جو ناگڑھ کے علاقے سے گزرتا تھا شیخ نصیر الدین
نے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا۔ لہذا امین نے انہیں مگرول سے راجکوت
فہنے کے لئے ریاست ننگر کی گاڑی بھیجی۔ شیخ نصیر الدین نے راجکوت پہنچ کر اپنی
ریاست مگرول کے بھارت سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

واپس میں شیخ نصیر الدین جو ناگڑھ آئے اس وقت ریاست جو ناگڑھ کے
رہنماؤں نے انہیں اپنی ریاست کا الحاق پاکستان سے کرنے کے لئے سکھایا۔ نتیجہ
انہوں نے اپنی ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق مسترد کر کے کابینہ پرام و بی بیجا
بھارتی حکومت نے اس الحاق کو مسترد کرنے سے انکار کر دیا۔

بعد ازاں کشمیر میں جنگ کا ابتدا ہوئی۔ اس سے دو چھتیس گھنٹے قبل یعنی
۱۱ اکتوبر کو بھارتی ڈیفنس کمانڈ نے مگرول اور باہریا واڈ پر فوجی قبضہ کرنے کا فیصلہ
کیا۔ اس قبضہ کی حکمت عملی کو بھارتی کابینہ نے ۱۱ اکتوبر کو منظور کر دی۔

اس کے بعد بلیم ٹومر کو بھارت نے مگرول پر قبضہ کر لیا۔ بھارت نے مگرول
پر قبضہ کرتے کے سلسلے میں اپنی بری فوج کی بجائے بری بیڑے کا استعمال کیا
تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بھارت کے ساتھ الحاق کے بعد ریاست پور بھار سے
مگرول کی طرف بہتے ہوئے ماہ میں ایک ایسا ٹک علاقہ واقع تھا جو سونہرے رنگ
چلا جاتا تھا اور جس کی ملکیت کے لئے پور بھار اور مگرول دونوں دعویدار تھے
اور بھارت اس وقت اپنی فوجی جو ناگڑھ میں نہیں چاہتا تھا۔

بھارت نے مگرول پر قبضہ کرنے کے لئے دو جنگی جہاز بھیجے۔ ان میں سے
ایک ٹک کرافٹ کے ذریعے بری فوجی جو ان کی سرے پر اتارے گئے کسی نے بھی
ان کی مخالفت نہ کی۔

قبضہ کے فوراً بعد مگرول کے دیوان علی خان حسین نائب دیوان

۱۳۰ ۳۱۳۴ صلی

۱۳۸ صفر

گلت میں بغاوت

ہمارا جو بری مصلحتی کے ریاست کشمیر کے بھارت سے الگ ہونے کے ارادے ہیں
ریاست کے شمال میں واقع گلت کے علاقے کے مسلمان مشغول ہو گئے ہیں وہ
۱۰۔ گلوہر گوداں کے ڈولہا ایجنٹوں کو قتل کر دیا اور پھر اس علاقے پر قبضہ کر لیا
پھر اداں الی کا درخواست کے نتیجے میں حکومت پاکستان نے گلت کا ایک کام بحال
یا گلت کے علاقے میں واقع "مٹوا" اور "مٹوا" کی راستیں میں پاکستان کے ساتھ
مٹوا ہو گئے۔ اسی کے بعد سے یہ تمام علاقے پاکستان کے زیرِ انتظام ہو چکے ہیں اور کشمیر
کے تمام علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں

۱۰۲ گاؤں پر قبضہ

اسی طرح ۱۰۲ سے زیادہ گاؤں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں
مٹوا ہو گئے گاؤں پر قبضہ کر لیا گیا اور گلوہر گوداں کے علاقے میں
گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں
گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں

شاہنواز کا شہید گرام

۱۱۔ گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں
گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں
گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں
گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں
گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں گلوہر گوداں کے علاقے میں

تھا اور ملک پر سے شمال کی سمت ہمارے ہی سرکاری۔۔۔ نومبر کو پہلے توڑا اور پھر
 کا پورا تھا۔ اس وقت گھنٹہ کے اسٹیشن سرکاری (STATION) پر پہنچنے کی بجائے
 پہنچنے کے بعد۔۔۔ تین دن کے گھنٹے لکھا دیا۔ پہلے گھنٹے لکھا دیا۔۔۔ اور پھر
 دیکھیں کہ وہ کتنے گھنٹے لکھا دیا۔

کچھ شہر کے سرکاری و خاصہ زیادہ ملک کر دیا۔ ان تمام حالت کو
 دیکھ کر تین دن کے مسئلہ کو ڈر و خوف مسلسل بڑھ رہا تھا۔ ان حالات میں ہمارے
 کی شب بھر کی رہے ہوئے فردی کہ جو ناگوار کا کسٹروں بھارتی انواع سے سنبھال
 رہے۔ کیا کے مسئلہ کوئی نے نہیں کیا کہ عارضی حکومت کی "لوک سبھا" کے
 کے عملوں کا اثر نہ مل گیا ہے۔ انہوں نے کچھ سکون محسوس کیا۔

لیکن۔۔۔ گھنٹے گزر رہے تھے۔۔۔ نومبر کو پہلے ہی کے موقع پر مئی میں کچھ زیادہ
 کا آغاز کر دیا۔

وہ سب کے رہنماؤں کو، نومبر کی شب، ہی یہ خبر مل چکی تھی کہ سیاست میں
 نے بھارتی یونین سے پناہ لے کر لی ہے۔ اس کسی بھی وقت ہندوؤں کے
 حقیقت ہے اس کے دعوے بھی کچھ نہ چھلے کے پر ورام میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں
 کیا گیا۔

اچھے روز میں نومبر کی شب کو بھارتی نوجوانوں کو کچھ دستہ کچھ رہا تھا اور
 حکومت کے رہنماؤں کو تھا کہ جن ہندوؤں کی حالت کی درخواست قبول کر لی گئی ہے
 اور بدو کی تہذیب کا انتظام سنبھال لیتے ہیں۔ عارضی حکومت کے رہنماؤں نے ان کے
 ساتھ مذاکرات کے جس کے بعد یہ سب کیا گیا کہ کیا ان کا ہی مانتی ہم کی شمال
 عارضی حکومت کے پاس ہی رہے گا۔

خداوند عالم که در این عالم است و از او که می بیند و از او که می شنود و از او که می بیند و از او که می شنود
 و از او که می بیند و از او که می شنود و از او که می بیند و از او که می شنود
 و از او که می بیند و از او که می شنود و از او که می بیند و از او که می شنود
 و از او که می بیند و از او که می شنود و از او که می بیند و از او که می شنود

فزونی جوئے گڑھ کے آخری ایام

ایامِ جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے
 اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے
 اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے
 اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے

اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے
 اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے
 اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے
 اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے اور جوانی بہت جلد گزر جاتا ہے

۱۰۰

۱۰۰



ذخیرہ کتب :- محمد احمد ترازوی کراچی

دی اور ان سے بھی مذاکرات کئے گئے۔

ماؤنٹ بیٹن سے پردہ پوشی

(LEIUT. PHILLIP) اس دوران لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے بھتیجے لیفٹیننٹ فلپ

کی شادی برطانیہ کی شہزادی الزابتہ سے ہونے والی تھی اور ماؤنٹ بیٹن اس میں شرکت کے لئے 4 نومبر کو دہلی سے لندن روانہ ہونے والے تھے۔ نومبر کو وہ چکر دریا راج گوپال چاریہ (CHAKRAVARTY RAJGOPAL ACHARYA) کو قائم مقام گورنر جنرل کا چارج دینے کے موقع پر انہوں نے 4 نومبر کی شب ایک عشاء پر اہتمام کیا تھا۔

بھارت کی اس کے پچھلے چار حکومت بھارت سے ریاست جو ناگزیر کا قبضہ سنبھال لینے کا جو درخواست کی گئی تھی۔ ان پر خبر و پھیل اور مبینہ تقریباً صبح تک گفت و شنید کرنے کے بعد اس درخواست کو قبول کرنے کا اور بھارتی افواج کے درمیان ہونا گزیر کا قبضہ سنبھال لینے کا فیصلہ کر چکے تھے لیکن اس مسئلے میں انہوں نے ماؤنٹ بیٹن سے مکمل طور پر پردہ پوشی کی تھی یہ پہلا موقع تھا کہ حکومت بھارت کے کسی اہم فیصلے کے بارے میں ماؤنٹ بیٹن کو پیشگی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔

ریاست جو ناگزیر پر نوکی قبضہ کرنے کے فیصلے کی اطلاع ماؤنٹ بیٹن کو گورنر کوئی اطلاع مل تھی۔ عشاء کے موقع پر انہوں نے پنڈت مہرو کے روبرو اپنے نوکی قبضے کا پُر افسانہ سنایا کہ اور انہیں مشورے دیا کہ وہ پاکستان کے وزیر اعظم لالہ گل خان کو قریب ایک مہرے بھیجیں کہ انہیں وہیں کہیں قبضہ صرف جنگ کی نوعیت کا ہے اور یہ بات عام کے سامنے اس خط کو مل گیا جانتے ہوئے۔

ان ہدایات کے مطابق مبین نے ایک تہ کا مضمون تیار کیا اور اسے سردار
پٹیل کو دکھانے کے لئے لے گئے پٹیل اس قسم کا تیار کو منظوری دینے کے لئے یہ
شرط رکھی کہ اس تیار میں سے وہ تمام الفاظ نکال دیئے جائیں جو پاکستان سے دلالت
ظاہر کرتے ہوں۔ پٹیل نے مسدود نمبر ۱۰۰ کے عدالت کے ذریعے اسے منسوخ کرنے کے
ارادے کے اظہار کی بھی مخالفت کی تھی لیکن بعد میں مبین کے سہماٹے بھانٹے پر
وہ اس کے لئے رضامند ہو گئے۔

انفاقاً اسی روز یعنی ۱۰ نومبر کو پاکستان کے وزیر داخلہ سردار عبدالرشید خٹڑ
اور چوہدری محمد علی چند مسائل کے سلسلے میں مذاکرات کے لئے دہلی تشریف لائے تھے
انہوں نے باؤٹ بیٹن نہرو اور پٹیل کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور بعد کثیر اور
چند دیگر مسائل پر بات چیت کی۔ اسی روز دہلی میں افغانیوں کی بھارتی افواج نے
دہلی سرکسٹر کے واقعہ کے نزدیک واقعہ کیا اور وہ بارہ قیدیوں کو لے کر گیا۔

قبضہ سنبھال لینے کی درخواست

دوسری جانب شاہنواز بھٹو نے کاغذی ادوار کے حصول میں مسلسل کوششیں کی تھیں
نام ۱۰ نومبر کو سب ذیلی مراعات تیار کیا۔

۱۰ نومبر کو اسٹیٹ کونسل کے سیکریٹری جیمز ہارڈے جوئے، فائبر اور اس کا
سے مختلف دشمنی کے جو کچھ تھا وہ سب اسٹیٹ کونسل کے حوالہ کر کے لئے پہنچا تاہم
۱۱ کے کونسل ان جواب دہ کو احتجاج کے ساتھ قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے لیکن
آخری فیصلے سے ظاہر اس کا نام ہی کو معلق کرنے سے اجازت مسترد کی گئی
لیکن عوام کے سرگرم نمائندگان سے بھی دیکھ کر معلوم کیا جائے چاہیے کہ ان تمام
ان کی ایک ہی جگہ معلق کی گئی اور بعد ازاں کون سے فیصلے ہوئے ان کے بارے میں

شاہنواز بھٹو نے ۱۰ نومبر ۱۹۷۱ء کو لکھا تھا

۱۱۔ مطلق ۱۲۔ مطلق ۱۳۔ مطلق

غیر ہوا۔ دوست و دشمن کی تہ جارہی تھی۔ حکومت کے باج و ٹیکس کے خلاف لڑنے کی
 صورت بنام اسٹیشنری آرمی کے سپرد کیا جانے لگی۔ ان لوگوں کا ہم شعلہ و شعلہ
 پھولنے لگا اور ان کے اندر یہ ناپون پرستوں کی طرح کے پھولتے گزرتے گئے۔
 کہیں غصہ نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ مائیکل گورباچوف سے تعلق نہ تھا۔ وہاں وہ نہ تھے۔
 غصہ لڑنے کے لیے کہ ہذا حکومت کو ٹیکس و ٹورنٹ کی سنگت سے جس قدر دال کر
 برائی کر سکتے تھے اسے برائی کرنا۔ ان کے قیام کے لیے آپ سے دوستی کا
 سہارا کہ وہ فاسٹ ٹرک ہے مٹا

آخری نیکی رام

ان کے ساتھ ہی وہ لوہیر کوئی سنواں پہلو سے حکومت کی گئی تو سرور
 کیلئے ہم اس کے کہہ جوں کی جوتہ سے سنا کر وہ آخری نیکی رام ثابت ہو
 ان ہی انہوں نے بنائی

- سات سٹیشن میں لارہی حکومت نے جس بزم میں پہاڑیوں اور
 نیکیوں کے درمیان میں گئی تو اس کے وہ چلنے دی ہے، اگر سٹیشن طلب مزید کہہ
 لی وہ چلنے دی گئی ہے کہ عارضی سرور کا تاجدار کی قبول نہ کی گئی تو اس کے سٹیشن
 نا اعلیٰ رہا۔ ان کے سیاست کو قائم کر دیا جائے گا۔ کوئی دوسرا راستہ نہ ہوگا
 کہ دوسرے پہلے نہ ہوگا۔ میں منظم ملانہ کی کثیر جو بیماری حکومت کے خلاف
 ہیں انہیں کہا ہے کہ متعلقہ مسائل کے پڑاؤ میں ملنے کے لیے سرور نظم و ضبط کے خلاف
 کہنے اور ملنے کی کارروائی کے خلاف ہماری سرور کرنا ہے۔

۱۹۴۳	۱۹۴۳	۱۹۴۳	۱۹۴۳
۱۹۴۳	۱۹۴۳	۱۹۴۳	۱۹۴۳
۱۹۴۳	۱۹۴۳	۱۹۴۳	۱۹۴۳

یہ جو کہ پہلے کرانی ہوئی تھی اور انہوں نے خواب عبادت خدائی سے ملاقات کر کے انہیں
 مہارت کے حالات کی سسٹم سے آگاہ کیا۔ خواب صاحب نے دیراول کی بندہ
 پر حکمرانوں کے سامنے اور ان کے دائرہ میں کی معرفت پہنچا دیا۔
 انہیں پہلے عوام کی طور پر ہی نہیں چاہتا سیاست جو ناگزیر کا امتحان کیا کہ
 بعد ازاں ان کے سپرد کیا جائے۔

یہ پیغام دیراول سے بذریعہ چوب غوری طور پر جونا گڑھ پہنچایا گیا جسٹس
 کے پاس اب صرف ایک ہی کام رہ گیا تھا۔ وہ کام شاہنواز جیسو کے کراچی روانہ ہونے
 سے پہلے یلیم نیک کے نام لکھے خط کو منظر پر دینا تھا۔
 اس کے بعد مسٹر فردوسہ جوت اور جناب عبدالجبار خان نقوی نے جسٹس غوری
 دست ویزات کیا اور اس پر جسٹس میں موجود تمام شرکاء کے دست لگائے۔ بعد میں
 مسٹر فردوسہ جوت ان دست ویزات کو لے کر راجکوٹ روانہ ہو گئے۔
 اس کے ساتھ ہی ہالہ خانہ ان کی آخری جسٹس ختم ہوئی اور تمام غائب گار اپنے
 مستحق کی فکر و تشویشوں میں لگے منتشر ہو گئے۔

۹ نومبر کی شام

۹ نومبر ۱۹۴۷ء کی شام بھارت کے فوجی دستے تھیلوں کے ساتھ ٹھہر
 اور دیر سے جونا گڑھ شہر میں داخل ہوئے۔ اس سے قبل بھارتی فوج کے
 چند قبائلیہ تہذیبیوں نے جونا گڑھ کے سب سے پہلے جسٹس پر مسٹر
 فردوسہ جوت کے پرہیزگار پنچنگ اور کاتھیاواڑ کے بھارتی فوج کے کمانڈر
 بریگیڈیئر فوڈل کے ساتھ حوالہ دے کر دستوں کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔
 دھیر بھی گئے۔ دیر دیر کے نزدیک بھارت کے بارہ سپاہیوں نے مسٹر
 فوڈل کے دست جو جونا گڑھ کو اپنے مدعوں پر مسٹر نیک کے سپرد کیا۔

۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء - میں دیر صوبہ

اس روز پورے شہر میں تہوار کا سماں تھا لیکن مسلمانوں کی دکانیں بند
تھیں اور مسلم محلے ویران نظر آتے تھے۔ ۱۳۰

اسی شب اور اگلے روز ریاست کے تمام سپاہیوں نے اسلحے لیا گیا اور
ریاست کے گوشہ فار اور جہان جہاں قبیضہ اشیاء تھیں ان تمام مقامات کو سیل کر دیا
گیا۔ ۱۳۱

نہرو۔ لیاقت "سیلنگ" امر

جوانگڑہ پر قبضہ کے ساتھ ہی پنڈت نہرو نے لیاقت علی خان کو یہ بھیجا
"حکومت بھارت نے مکمل پراسنی کو روکنے کے لئے دیوان سرشاہنواز کی درخواست
قبول کر لی ہے لیکن حکومت بھارت یہ انتظام جاری رکھنا نہیں چاہتی اور جو انگڑہ کے
عوام کی فلاح کے معافی اس مسئلہ کا ترقی عمل کا حق کرنا چاہتی ہے ہم جو انگڑہ سے
متعلق مسائل کے بارے میں پاکستان کے نمائندہ دن سے جلد از جلد مذاکرات کرنے کے لئے
تیار ہیں۔" ۱۳۲

"نہرو کو لیاقت علی خان نے اس بار کا حسب ذیل جواب بھیجا۔

"جوانگڑہ کے پاکستان سے اپنا وہ الحاق کرنے کی دہرے دیوان باغود
نواب بھی بھارت کے ساتھ اس معاملے میں کوئی بھی ہنگامی یا مستقل سمجھوتہ نہیں کر سکتے
پاکستان کی منظوری کے بغیر کہ اس کو مطالبہ کیا جائے جو انگڑہ میں افواج بھیجے
کی اور اس کا انتظام سنبھالنے کی کھدہ انگڑہ پاکستان نے سرحد میں امن و امان کو قائم کرنے کی
سرعام خلاف ورزی ہے۔ دونوں گرو سینیں کے نمائندہ گان کی پیشکش میں پاکستان
صرف اسی شرط پر موجودہ سمجھوتہ کر رہا ہے بھارتی افواج جو ناچا دی

۱۳۲	۱۳۱	۱۳۰
۱۳۱	۱۳۰	۱۲۹
۱۳۰	۱۲۹	۱۲۸

جائیں۔ خواب کی حکومت کو دوبارہ بحال کیا جائے اور ریاست کے اندر اور باہر
 حسب معمول حالات دوبارہ قائم کئے جائیں اور عارضی حکومت کی سرگرمیاں بند کر
 دی جائیں۔ ۱۹۵۷ء

اس دوران مہاتما گاندھی نے دوبارہ اپنی ایک پراثر تحریک سبھا میں فرمایا۔
 انہدات میں شائع ہونے والی خبروں کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے اس میں
 بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی یا حکومت بھارت سے جو ناگوارہ پر قبضہ کیا اس
 میں چڑھا کی جیسے کوئی بات نظر نہیں آتی مجھے لگتا ہے کہ جو ناگوارہ کی رعایا کی جانب
 کی جانب سے عارضی حکومت کی بھڑک چال کے بارے میں کوئی غیر قانونی بات نہیں ہے
 اس چارے سے معاملے کے بارے میں کوئی بھی بات غیر قانونی محسوس نہیں ہوتی ۱۹۵۷ء

بھارتی مسلمان گنہگار ہیں

جو ناگوارہ سے جن نفع میں دخل ہونے کے لئے وہ بھارتی پریل ۱۳ نومبر کو
 جو ناگوارہ پہنچے۔ اس سے ایک روز قبل انہوں نے راجکوٹ میں ایک بڑے جلسہ عام
 سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی مخالفت میں ایک پُر زور تقریر کی۔ اس تقریر
 میں انہوں نے بھارت میں باقی رہ جانے والے مسلمانوں کو تنبیہ کی۔

”میں پاکستان نہ پہنچے ورنہ ۴ کروڑ مسلمانوں کا خیال کرنا ہے۔ ہاں۔ انہوں
 نے پاکستان پیدا کرنے کا حق کیا ہے۔ لیکن وہ کیسی بستر حیات میں پڑ چکے ہیں۔
 ہمارے خیال میں ان کی اذیت کو دور کرنے کا صحیح علاج تو پاکستان میں ہے۔ لیکن
 پاکستان کے عکس انداز میں حرکات کرتے ہیں۔

اب منہ کے مسلمانوں پر علیحدہ حقوق اور مراعات کا مطالبہ کریں گے تو یہ مطالبہ
 ان کی روٹیوں کو شکوکہ بن کر ڈالے گا اور نتیجتاً ان کو اس نقصان اٹھانا پڑے گا۔ ۱۹۵۷ء

بہار، انڈیا، ۱۵ ستمبر ۱۹۵۷ء ۲۵۷ نمبر کراچی صفحہ ۶۰

۱۹۵۷ء ۲۵۷ نمبر کراچی صفحہ ۶۰

سردار پٹیل کی دھمکیاں

سردار پٹیل کو سردار پٹیل، شاگرد اس کا نام دیا۔ جام و گلاب و ہنر و سحر اور دیگر
 رہنماؤں کی جو ناکڑ تھامے ہوئے۔ جو ناکڑ تھامے کے ہندو عوام کی جانب سے ان کا شاندار
 استقبال کیا گیا۔ سردار پٹیل کا دل کے وسیع احاطے میں ایک بڑا جلدی عام منظر ہوا۔
 شاگرد اس کا نام دیا۔ اس وقت اپنی استقبالیہ تقریر میں کہا۔

جو ناکڑ تھامے کے فتح کا نام ترسہ ہا صرف سردار پٹیل کے سر ہے۔ انہوں نے ہر قسم
 پر میری رہنمائی کی ہے اور ہر قسم کی امداد دی ہے۔

شاگرد اس کا نام دیا۔ وہ تلوار جو انہیں پیش میں دی گئی سردار پٹیل کے گھوڑوں
 میں رکھ دی اور کہا

مار گئی حکومت کا کام مکمل ہونے کا وجہ سے یہ تلوار آئینہ دیکھوں کہ کھتا ہوتا
 سردار پٹیل نے اس جلد میں کہا کہ ریاست جو ناکڑ تھامے کے ہندو عوام سے الگ کرنا
 ہے یا جہاد کے ساتھ یہ طے کرنے کے لئے ہم جلد ہی اسے عامہ کا انجام کریں گے
 انہوں نے مزید کہا۔

جو ناکڑ تھامے کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا ہے یا جہاد کے ساتھ اس کا فیصلہ کیا
 اس وقت ہو سکتا ہے۔ جن کو جہاد کے ساتھ شامل ہونا ہو وہ اپنے ساتھ اوپر
 اٹھائیں۔ تمام ہاتھ بند ہو گئے اب جن کو پاکستان کے ساتھ شامل ہونا ہو وہ ہاتھ
 اونچے کریں۔ ایک بھی ہاتھ بند نہ ہوا یہ سب سامنے آ رہا۔

سردار پٹیل نے مزید کہا کہ جو ناکڑ تھامے کے مسلمان کو اب بھی پاکستان کے دوستی
 کا شوق ہو تو وہ قراب کی طرح (پاکستان) چلے جائیں۔ یہاں ان کے لئے کوئی ٹکڑ نہیں
 جن کو اب بھی پاکستان کی فکر ہو ان سے میں کہتا ہوں کہ تم کو تیار سے جان و مال اب
 کے علاوہ پانچ پانچ روپے دکشا و خیرات، جن دوں گا۔ تم آج اور اسی وقت
 پاکستان چلے جاؤ۔

انہوں نے اپنی طرزِ تقریر کے آخر میں یمن برادری کا بالواسطہ ذکر کرتے ہوئے
 انہیں دھمکی دی۔

• میں جانتا ہوں کہ یمنیوں اور خوجوں نے مسلم یٹ کے بھرپور مددگار بننے میں
 ان سے کہوں گا کہ جتنی ہوائی باتیں بھول جاؤ اور تمہارے پاس جو اسلحہ ہے اسے
 ہمارے پروگرام کے تحت استعمال کیا تو اس کے نتائج تمہیں کو جھٹکنے پڑیں گے۔
 سر ڈاکٹر پٹیل نے اسی تقریر میں پاکستان اور بھارت کے مسلمانوں کو یہ یاد دہانی
 دھمکی دی تھی۔

• ہمیں کسی کے ساتھ لڑنا نہیں ہے۔ ہمیں سب ملکوں کے ساتھ امن و امان
 ہے۔ چنانچہ پاکستان کو لڑنے کا جوئی نہیں ہو تو وہ لڑے۔ ہم نے تو اس مسئلے پر مکمل
 فوسد نہ کیا ہے۔ ہند میں ۴ کروڑ مسلمان ہیں۔ ان ۴ کروڑ مسلمانوں کا پاکستان کو
 خیال رکھنا چاہیے۔

امداد و بھیجنے کے اسباب

حکومت پاکستان جو ناکارآمد کے معاملے میں کن اوجہ کی بناء پر کوئی امداد
 بھیجنے سے قاصر رہی تھی،

پاکستان اس وقت جو ناکارآمد کی حفاظت کرنے کے عزم و مصائق میں رہتا
 تھا اس کی اپنی ہی صورتِ تعلیم نہیں ہوئی تھی کہ یہ چاہئے کہ وہاں کی صورت سے
 لگاؤ کو بہت جلد مسائل کو سامنا تھا۔ ہر پروردگار یہاں کے ہم سے۔

• عورتوں کو جو ناکارآمد کے اس وقت اور یہ یسٹین ہوائی تھرو میں تھے اس
 کے خلاف میں دوسری جانب بھارت کی طرف سے سہارا دینے والے مسیحی افراد کی
 • یہ تعداد جو بڑھتی تھی۔ میں یہ مسئلہ نیز افراد کو لکھتے ہوئے لکھتے ہوئے

دکھان والا صوفیہ ۱۹۹۱ء

۱۹۹۱ء

کیتانہ اور بانٹوا کی تباہی

عاشی حکومت کا کھٹک

یہ ایک خوبصورت ملک ہے جس کے دو حصے دو حصہ مشہور ہیں کیتانہ اور بانٹوا ہیں۔ اس کے پرچم پر جو کھٹک کا لکھا تھا، اس کے بارے میں بھارت کے مؤرخین کی تصانیف میں کبھی کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ پھر بھی حکومت ہند کے وزارت برائے امور کے خاص افسر سر ڈی۔ پی۔ مینن کے قلم سے اسے لکھا گیا ہے۔

کیتانہ میں تاریخی لحاظ سے آریوں کا کافی سامنا کیا گیا تھا اور اس کے بارے میں ان کے بارے میں کچھ حقائق ملے ہیں اور ان کے بارے میں کچھ حقائق ملے ہیں۔ ان کے بارے میں کچھ حقائق ملے ہیں اور ان کے بارے میں کچھ حقائق ملے ہیں۔ ان کے بارے میں کچھ حقائق ملے ہیں اور ان کے بارے میں کچھ حقائق ملے ہیں۔

مصر کا نائب ایک صحافی مصنف نے کچھ اس قسم کا بھی ذکر کیا ہے۔

ڈا۔ پی۔ مینن، انٹیگریٹڈ سروس

انہی کی کثرت سینوں پر محسوس تھی۔ یہ سب کچھ پاکستان کی بڑی حالی تھی۔ اس
 کے باوجود بانٹا کی وجہ وہاں کی کوکبی کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچی تھی حقیقت
 یہ تھی کہ سین کا جردن کے صدر دفاتر میں جتا ہی (مینجر) اور حساب نویس
 (اکاؤنٹنٹ) بند رہی تھے۔ اس کے علاوہ مختلف انتظامی عہدوں پر بھی ہندو
 بڑی تعداد میں فائز تھے۔ دھوبی، حامد بانٹی، گودار اور دیگر کاریگر بھی ہندو تھے۔
 اس کے باوجود بھارتی قبضہ کے بعد بانٹا کی فضا، جڑنے لگی اور کشیدگی
 برپا ہو گئی۔ ریاست جن گرو میں عارضی حکومت کی پیش قدمی اور بھارتی افواج کی
 موجودگی سے ہندوؤں کے حوصلے بلند ہونے لگے اور انہوں نے پاکستان کے جوشیلے
 مافیوں کو مختلف طریقوں سے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اس میں بھنڈا وندن
 اور چم کٹائی اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے غم و غمزہ اور اشتعال
 میں مزید اضافہ کر دیا۔

جو گاندھو پر بھارتی یونین کا قبضہ ہونے کے بعد فوراً ہی بانٹا میں ہندوؤں
 کی جانب سے ایک جلوس نکالا گیا۔ اس جلوس میں قابل اعتراض نعرے لگائے گئے
 اور راتے میں واقع دکانوں کے مسلمان مالکوں کو براہ سال کیا گیا۔ جلوس کے بعد
 جیل کے قیدی میدان میں "بھنڈا وندن" اور چم کٹائی کی تعزیر منعقد کی گئی۔ اس
 موقع پر شہر کے متعدد مہین رہنماؤں کو مارا گیا اور انہیں بھارتی بھندہ سے کو اتار
 جوڑ کر اور سر جھکا کر مسلم کرنے کا حکم دیا گیا۔

سفید ریش بزرگ سیٹھ حسین قاسم دادا نے بھنڈہ سے کے سامنے سر جھکانے
 سے صاف انکار کر دیا۔ انہوں نے باخوف کہا "ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کا سر
 صرف خدا کے سامنے ہی جھکا سکتا ہے اس کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں
 حسین سیٹھ نے جواب سن کر ایک سکے سپاہی نے مشتعل ہو کر ان کے سامنے
 ایک پتھر پھینک دیا۔ لیکن اس کے بلیک دبانے کے پہلے مشرک نے مداخلت کر کے اسے
 روک دیا۔

حمین سیکھ کے اس جواب سے تقویٰ پر سناٹا چھایا۔ دیگر مسلمان بھی
ثابت قدم رہے کسی نے بھی جھٹکے کوہ فتنہ اسلام نہیں کیا اور تقویٰ قائم
ہوئی۔

بانٹوا کی لوٹ اور مہینوں کی ہجرت

کچھ دنوں بعد ۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو عید الفتن کا موقع آیا۔ اس وقت ملک
ماحول بہت کشیدہ ہو چکا تھا۔ بانٹوا کے مسلمان نکال دیا گیا اور گرنے کے لئے چھوڑا
ملک بھی نہ سکے اور انہوں نے اپنے اپنے گھروں کی سادہ میں غار عید کر لی۔
۷ نومبر ۱۹۴۷ء کو جونا گڑھ پر جباری قبضہ ہونے کے اگلے روز کئی سی
خونریزی اور لوٹ مار کی گئی اس کے ساتھ بانٹوا کے اطراف میں واقع گاؤں
کے باشندے مہینوں کے اس مشہور دولت شہر کو بھی لوٹنے کے منصوبے بنا رہے
جونا گڑھ پر قبضہ کے پورے ایک ہفتہ کے بعد یعنی ۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء کی شب
بانٹوا میں اچانک کرفیو نافذ کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اطراف کے گاؤں سے
اگلے ہونے والے میٹروں نے اپنی کاروائی شروع کر دی۔ بڑے بازار کی دکانوں
اور چند دیگر مقامات کو اندر داخل کر دیا گیا۔ ہوائی فائرنگ کر کے مکانات کے دروازے
کھولائے گئے مہینوں کی دور دراز کے علاقوں میں سالہا سال کی محنت اور تجارت
کے نتیجے میں جمع کی گئی دولت اور قیمتی اشیاء کے خالصے بڑے سلعے کو ایک ہی رات
میں لوٹ لیا گیا۔

بہرے ہونے چاندی اور ہیرے کے بڑاؤ زیادہ تھے۔ نقد رقم اور قیمتی
مہوسات لوٹنے میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ غور و فکر میں اپنے قیمتی اشیاء کو
خوشگ سے لٹا دیکھتے رہے۔ اپنی سب خواہش اشیاء آسانی سے ہالے کی وجہ

میں بانٹوا (میں سمان عامی شمار ۱۹۶۱ء)

ماہ دیا راوانے زکرت (شعبہ شہنم) ۱۵۱ بمقام ۳۰ نومبر ۱۹۴۷ء

عنه عليه السلام في قوله تعالى
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

عنه عليه السلام في قوله تعالى
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

عنه عليه السلام في قوله تعالى
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

عنه عليه السلام في قوله تعالى
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

روایت زندگی پیرمردی که پنهان شده



عکس خانوادگی پیرمرد و خانواده در دهه ۱۳۰۰ شمسی



عکس پیرمرد و خانواده در دهه ۱۳۰۰ شمسی



دریں حکومت کے رہنما کاہن گوردی جھانڈے والی ٹرپٹ



دریں حکومت کے رہنما کاہن گوردی جھانڈے والی ٹرپٹ



رواست جونا گڑھ کے ایک گاؤں پر قبضہ کرنے کے لئے مارواڑی حکومت
کے مسلح رضا کار گوری میں جواہر ہے ہیں



مسلمانوں کی دولت کو لوٹنے کے لئے سیکٹر ڈی میں لاکھوں میں لاکھیاں دہلیو
کے مارواڑی حکومت کی فوج میں دہلیو رضا کار بھرتی ہو گئے تھے



یہ عارضی حکومت کی پشت پناہی کے لئے بھارتی حکومت کی جانب سے کاٹھیوار
کے ساحل پر بھیجا گیا جنگی جہاز

یہ تمام تصاویر عارضی حکومت کے ساتھ رہنے والے صحافی فوٹو گرافر تو جی لی کوٹھارہ کا
ہیں۔ مشہور روزنامے شائع شدہ بحرانی کتاب "ہونگ کونگ کا عوامی انقلاب" سے لی گئی ہیں

اسی طرح شہزادہ جلیل بیل اور گہا گہی کا معاملہ شہر بانٹواہریان ہو گیا۔
اس کے بعد بانٹواہریں دیگر قومیں آباد ہوئیں لیکن وہ شان و شوکت اور جہاد و جلال
جویمونوں کے دور میں اسے حاصل تھا۔ وہ صرف تاریخی و روایتی کہانیاں بن کر رہ گئیں۔

کتیانہ پر حملہ

جونہ گڑھ پر ۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء کی شام بھارتی یونین کی فوج نے قبضہ کر لیا تھا
دوسرے دن علی الصبح عارضی حکومت کی نوک سینا کے آدمیوں اور اطراف کے گاؤں
سے اکٹھے ہونے والے سیکڑوں دیہاتیوں نے کتیانہ پر حملے کا آغاز کیا۔
شہر میں جگہ جگہ زبردست مقابلہ ہوا۔ کیپٹن فوٹ محمد کی زیر قیادت
انفینٹری کے چھوٹے دستے ٹھنڈوں مقابلہ کیا۔

بعض مقامات پر زبردست فائرنگ ہوئی۔ جمعیت المسلمین کی کتیانہ شاخ کے
صدر قاضی تات، سرین حسین میاں، بی بیس فوجدار ہاشم خاں کھوکھر اور دیگر
رہنما بھائی کوٹھاری نے اپنی کتاب "جونہ گڑھ کی لوک کرائی" میں کتیانہ پر حملہ
کی تاریخ ۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء تحریر کی ہے۔ سوگٹ لال پارکچہ نے بھی اپنی کتاب "جونہ گڑھ
تیسرا آگ کا سفر" میں اسی تاریخ کا ذکر کیا ہے۔ ان دونوں بھارتی مورخین نے کتیانہ
یا کسی اور مقام پر لوٹ مار کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ دوسری جانب جناب مائٹو دیا
اور جناب عمر فاضل فاروقی نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ کتیانہ پر حملے اور لوٹ مار
واقعات، ۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو رونما ہوئے تھے۔ کراچی میں رہائش پذیر کتیانہ کے تمام
افراد بھی، ۱۹ نومبر کی ہی تصدیق کر سکتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھارتی مہم غنیمت نے یہ
بتانے سکے تھے کہ کتیانہ پر حملہ، جونہ گڑھ کی خود سپردگی سے قبل کیا گیا تھا۔ ان واقعات
کی تاریخ ایک روز قبل کی تحریر کی ہے

اور چاک ہونے پر سے آزاد کر دیا گیا تھا
 کو کمرہ داری کے درجے سے تھوڑا کھڑکھڑا کے اپنے کھیت میں قفل کر دیا گیا
 سی کے قریب کھیت داری میں خون آلود لوٹ مار کا آغاز ہوا۔

کتیاند کی پہلی لوٹ

دوبارہ کتیاند میں متاثرہ مہتمم ہوتے ہی زمین اور دیگر مسلم، بھلائی، کھڑکوں
 اور سرور، شہریوں کی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں کی گئیں، کتیاند کے عوامی رہنماؤں کو
 بے تحاشہ سزا دی گئی۔ ان میں جیت، اسلمین، کتیاند شاخ کے، عوامی سپریم
 صدر عبدالحی عثمان، جانکو، انجمن اسلام کے، عوامی سپریم، جناب نور محمد، پیر
 مسلم، ملو، انجمن، یونین کے صدر، جناب محمد حسین، پیر، دیسی، وغیرہ شامل تھے۔ کتیاند
 کے متعدد اداروں اور تعلیمی سرگرمیوں سے وابستہ جناب عمر، فضل، خدوقی، کامکان
 بوسیہ، ہونے کے ساتھ ساتھ چاروں اطراف سے اونچے مکانات میں گھر بکھرنے
 لگے اور سے جناب عمر، فضل، خدوقی، پر کسی کی نظر نہ پڑ سکی۔

رہنماؤں اور کھڑکوں کی، جہاں گرفتاری کے ذریعے لوگوں کے جوہر پست
 کرنے کے بعد لوٹ مار کا آغاز کر دیا گیا۔

کتیاند کی لوٹ کے واقعات کی بیشتر تفصیلات کتیاند میں ایسوسی ایشن کے دس
 سالہ جرنل کے بعد میں شائع شدہ مضمون "کتیاند کی خون آلود لوٹ" میں سے لیں
 جناب عمر، فضل، خدوقی نے اپنے کتابچے "خون آلود لوٹ" میں بھی سب تفصیلات
 بیان کی ہیں۔ دیگر تفصیلات کے حوالے مناسب جگہ پر دیئے گئے ہیں۔

دک ٹوک کرائی صفحہ ۵۲۵۵

کتیاند کی لوٹ اور کتیاند کی خون آلود لوٹ، کتیاند میں ایسوسی ایشن کا

دس سالہ خصوصی مجلہ صفحہ ۹۸

اس لوٹ مار میں عارضی حکومت کے رہنما کاروں کے علاوہ اطراف کے لوگوں کے پہلو ذات کے سیکڑوں ہندوؤں نے جس میں کافی تعداد میں عورتیں بھی تھیں حصہ لیا۔ سب سے پہلے ایک گروہ نے شہر کے بازار کو لوٹنا شروع کیا۔ دکانوں کو لوٹنے کے بعد انہیں اندر آتش کو دیا جاتا تھا۔ دوسرے گروہ کے لوگ ہاتھ میں آٹھیاں بھاڑ پاں اور چھریاں لے کر مٹھاٹی کے پٹانے مکانات کے دروازے کھولا کر اندر گھس جاتے اور سب سے پہلے خوروں اور بکسوں کی پاہوں کے کچے مانتے۔ بہت سے مکانات میں وہ دھکیں دیتے، مار پیٹ کرتے اور اسلحہ سے گھر داروں کو زخمی بھی کرتے۔ اس طرح کافی تعداد میں عورتیں اور بچے زخمی ہوئے تھے اس لوٹ مار میں چار آدمی جاں بحق ہوئے جس میں ایک عورت اور ایک بچہ بھی شامل تھا۔ اس کے علاوہ متعدد افراد زخمی ہوئے تھے۔ گھر کی قیمتی اشیاء لوٹنے کے بعد مردوں کو اٹھایا جاتا تھا ایک بھارتی مورخ کے مطابق ان ۳۰ گھنٹوں کے دوران تقریباً ایک ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا تھا۔

دوسرے لوگ یہ تعداد تو بڑھ سے دو ہزار تک بتاتے ہیں، کہیں کہیں ان میں اور دیگر مسلم ادارے، قیاسی ادارے، فلاحی تنظیموں کے رہنما اور مساجد میں بھی لوٹ مار اور قور قور پھوڑ کی لگتی، اداروں کا تمام ریکارڈ جلا دیا گیا، تمام دارو میں آؤریال قائم اعظم کی تصاویر کا بے رحمی کی لگتی۔

دوسرے روز یعنی بکری سال کے پہلے دن کوک سینا نے ایک عدالت تشکیل دی۔ تمام قیدیوں کو اس عدالت میں پیش کیا گیا۔ اور ججائیس کے سوا تمام افراد کو رہا کر دیا گیا۔

مزید دو لاکھ روپے کا مطالبہ

دو چار روز بعد جہاز کی یونین کے نوکی دستوں نے عارضی حکومت کے کینڈا
کا نظام سنبھال لیا۔ جہاز کی حکومت نے کینڈا کے ایڈمنسٹریٹر کے طور پر ڈولر رائے
اور پولیس کے سربراہ کے دولت سنگھ کا فخر کیا اس کے دو تین روز بعد شہر کے
مشہور ایڈیٹر ناٹو (NATHU) نے تمام مسلم رہنماؤں کو مسجد کے چوک میں
انٹھا کیا۔

ڈولر رائے نے ان کو کہا کہ شہر کے نئے حکام ڈولر رائے اور دولت سنگھ
وغیرہ کہتے ہیں کہ اس لوٹ مار میں ہمارے حصے میں کچھ نہیں آیا۔ سارا مال دوسرے
ہی آدمی بھگ کر گئے ہیں اس لئے اب آپ ہمیں دو لاکھ روپے جمع کر کے دیں۔
ساتھ ہی ڈولر رائے نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر دو دن کے اندر مطلوب رقم
جمع کر کے نہ دی گئی تو شہر میں پھر لوٹ مار برپا کی جائے گی اور رہنماؤں کو اسلحہ رکھنے
کے جرم میں پھانسی کی سزا تک دو لاکھ روپے جمع کر کے انہیں دے دیئے اس
رقم کو ڈولر رائے، دولت سنگھ اور ناٹو نے آپس میں بانٹ لیا۔

اس واقعہ کے تین یا چار ہفتوں کے بعد شامڑا اس گاندھی کو کینڈا کے
نئے حکام نے مدعو کیا۔ مقامی حکام نے ان کو چار سو انچیل (پینے کے لئے میٹھنوں
صورت میں) اور روپے کا چندہ اکٹھا کیا۔ مدرسے اسلامیہ کے گراؤنڈ میں شامڑا اس
گاندھی کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا اور کینڈا کے شہریوں کی جانب سے
ان کو انیس ہزار روپے کی تحفہ دی گئی۔

کینڈا میں انڈین کی لوٹ مار کے فوراً بعد میٹھنوں کے ہتھوڑا گاندھیوں کی
حیثیت کا مسئلہ شروع ہو گیا تھا۔ لیکن بعد میں حالات کے عبوری طور پر معمولی پر
گئے۔ صحت کا مسئلہ اب گئی تھا لیکن یہ تھوڑے دنوں کے بعد دوبارہ

جلی لئی تھی اور ان کی جگہ گوالیار کے راجپوت سپاہیوں کے ایک دستے نے ہتھیار
 لے کر چھاپا ہی کسی قسم کی جہالت نہیں ہونے دیتے تھے۔ ان کے مسلمانوں کو اس بات
 کا یقین ہونے لگا تھا کہ اب شہر میں کسی قسم کی سرکوشی نہ ہوگی۔

کتیانہ میں دوسری لوٹ

لیکن اس دوران کتیانہ میں دوبارہ لوٹ مار کے منصوبے بنائے جا رہے
 تھے۔ اس میں زیادہ تر کتیانہ شہر کے اور اس کے اطراف کے گاؤں کے رہنے والے
 شامل تھے۔ جو پہلی لوٹ مار میں شریک نہ ہو سکے تھے انہوں نے ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء
 کی نصف شب کے بعد مسجد چوک میں تین راجپوت سپاہیوں کو قتل کر دیا اور
 یہ شور مچایا کہ یہ قتل مسلمانوں نے کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شہر میں پہلے ہی سے
 اٹھے ہوئے والے لٹیرے اور پولیس کے آدمی متعدد قتلوں پر لوٹ پٹے۔

اس بار لوٹ مار کی ہاقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ شاید ہی کسی مسلمان کا
 مکان اس لوٹ مار سے بچ سکے ہو۔ اس لوٹ مار میں وہی سبھی قیمتی اشیاء کے
 علاوہ فرنیچر اور روزمرہ استعمال کی اشیاء بھی لوٹ کی گئیں۔ بچوں کے پالنے والے بچے
 چھوٹے، چار پائیاں یہاں تک کہ باورچی خانے کے چھوٹے بڑے قصبے تک اس
 لوٹ مار سے نہ بچ سکے۔

یہ لوٹ مار بھی پہلی لوٹ مار کی طرح شام تک متواتر جاری رہی گو کہ
 سے اپنے رشتہ داروں کے ملنے کے لئے آنے والے ایک بزرگ عبداللطیف فخری
 نگر یا اور ان کے لڑکے احمد کو چھوٹے گھر چاک کر دیا گیا۔

بات جیسے ہی کام سے کوئی نافرمان کر دیا جو صرف مسلمانوں کے لئے تھا
 کوئی بچہ کسی وقفے سے مسلح عین و ن اور تین سات جاری رہا جس کی وجہ سے
 کے مسلمان و نگران خانہ کش کا شکار ہوئے۔

اسی دو سرے لوٹ کے بعد کتیاد کے سینوں اور دیگر مسلمانوں کی بہت بادل
 ٹوٹ گئے تھیں کہ اس مٹائی و مٹائی تو کہا روز ترہ استعمال کی اشتہار ہو
 تھیں۔ اس کے اسباب صرف و صرف کہ وہ عدہ راستہ قائم کیا تھا۔ چند مہینے پہلے
 نے پروسی سیاست پور بندہ جا کر وہیں کے حکمران مانا ٹوڑ سکتے تھے (1881)
 (DATTIA SINGH) سے رابطہ قائم کیا۔ وہاں کے مہینے کے مسلمانوں کو جہالت کے
 وہاں پور بندہ میں پناہ دینے پر آمادگی تھا۔

کئی دن کے کسی فوج کے پاس اب اپنے ساتھ لے جانے کے لئے بہت کم اشیاء
 کی تھیں۔ وہاں لوگ کھڑوں کے درمیان جوڑ وٹا اور چند ایسی ہی اشیاء کے ساتھ
 کئی دن کے کسی اشیاء کو کھ پینے کے لئے جانے کے بعد کمر لٹا سنے انہیں پناہ دی
 ہے لکھنؤ کے وقت کسی نے انہیں یہ بیان نہیں کیا۔

اسی وقت گیتا د میں مکتبہ برادری کے مدرسے بارہ ہزار افراد رہتے تھے۔ سب کے سب ہجرت کر گئے دیگر سنیوں کی تعداد کا پتہ نہ مل سکا۔ ہجرت میں غلطی ہو گیا۔ بعد میں گیتا د میں دوسری قوتیں آباد ہوئیں لیکن اسی کی بنا پر وہ حق صرف ماضی کی یاد دیکھ رہے تھے۔

باتوا کہ یہاں کی ٹوٹ مار کا جراتی ناول میں تذکرہ

۱۔ ان کے لئے ایک نوٹ کر کے دیا کہ ان کے لئے ایک نوٹ کر کے دیا کہ
 ۲۔ ان کے لئے ایک نوٹ کر کے دیا کہ ان کے لئے ایک نوٹ کر کے دیا کہ
 ۳۔ ان کے لئے ایک نوٹ کر کے دیا کہ ان کے لئے ایک نوٹ کر کے دیا کہ
 ۴۔ ان کے لئے ایک نوٹ کر کے دیا کہ ان کے لئے ایک نوٹ کر کے دیا کہ
 ۵۔ ان کے لئے ایک نوٹ کر کے دیا کہ ان کے لئے ایک نوٹ کر کے دیا کہ

مکتبہ مولانا ابوبکر محمد علی خان صاحب مدظلہ العالی
 لاہور - ۱۹۵۰ء

سہ ماہی ماحول پرستان، ایک سماجی ناول، "دشمنوں کی گالیاں" (1982) (1982) (1982)

میں اس طرح چکر کھانے سے فکرا۔ اسی میں بہت سے سرگرم واقعات کے طوائف
تبیان اور باتوں کی ٹوٹ پرکھ کی محکمہ نظر کشی کی گئی ہے۔ یہ شاید پہلا اور واحد
جزا کی کتاب ہے جس میں اسی ٹوٹ مار کا انوار کیا گیا ہے۔ اسی ٹوٹ مار کا ذکر
مذکورہ کتاب میں حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے۔

”کیا ان کے مضبوط قلوب کو سر کرنے کے بعد دھارمائی حکومت کے، رضا کرنے کی خوشیاں منائے گئے۔ انہوں نے مکانات میں داخل ہو کر راج اور حکومت پر منبر و غیرہ ضبط کرنے، جن مکانات میں ستر ہوئے کا شہرہ ہو گا ان کو کھلے پر انکار میں جبر و بر دہائی سے تالیے توڑ کر انہوں نے داخل ہو رہے تھے۔ ایسی حالت کے دوران زیادتی ہونا ناگزیر تھا۔۔۔۔۔“

۱۰ امیر اور متوسط درجے کے ملاکات تھان کی بد میں آجاتے۔ یہاں گھوڑوں کے دستے، بچے، ہند کے گھوڑے، ٹھاکر و دربار کے کھلوانے، بان کو توڑ کر اور داخل ہو جاتے۔ وہ لوگ تھانوں کے جسم پر پٹیاں لٹا سکتے، انکار و ان توڑ دیتے اور میں کو لوٹ لے کر لیا جاتے۔ ایسے واقعات ہوتا رہتے تھے۔ یہ نہیں دانتے۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود ان واقعات کے چہرے پر کچھ نہ لگتا۔

خوارزمیوں کو ایک سنیہ دولت برآمد کرتے اور وہاں سچائے کے لئے جاتے
اور ان کو وہ دولت دے دیتے، کبھی کبھی مدھیہ کے سر جہاں ایسے دیوانے کے
بجائے ہی ہوتے تھے، کیا دیکھو ان کے دیوانی حال کے کہ ان کو تو
میں ان میں شوق تھے جو دھڑکیاں دیتے (انہوں نے کہیں نہ جانا اور ہر ایک
جائے گھر پر اپنے اثرات کے واقعات ایسا دیکھا کہ انہوں نے ہر
دکان کو دیکھا کہ ان کی فریب زبیر فریب ہوئے سب کو کہ ان کی جگہ
خوارزمیوں نے اپنا پتہ لکھا تھا

$\frac{d}{dt} \left(\frac{1}{2} m v^2 \right) = \frac{1}{2} m \frac{dv^2}{dt}$

دوسرے روز پانچ سو روپے ہاتھوں کو لٹائے تھے وہاں کے سائنڈ کرتا رہا
لیکن انہوں نے اپنے دکان میں کہا کہ ہم نے یہ مال ہوا نہیں بلکہ گھر والوں نے
جرات ٹوٹ میں دیا ہے ان سب کو ہندو پستیل ٹریڈر لنگوٹ کے میل میں
بھیج دیا گیا ہے

کچھ عرصہ بعد ہنگوٹ میں گیا وہ سے ٹیلے ٹرام آگیا کہ وہاں غلام و تہذیب
وہاں کے لئے غلاموں کے لئے ہنگوٹ میں دیکھئے کہ پانچ سالہ لڑکا اس غلام کے ساتھ
میں ہنگوٹ میں ہے وہ ٹیلے ٹرام کے دروازے پر بیٹھ کر سو رہا ہے لڑکا کہتا
کہ اس غلام نے مجھ کو تھکاتے ہے اس کو دوسرے ہنگوٹ سے ایک لڑکا بھی
دست کیے ہیں ہنگوٹ میں

پہلے جس کے تاج پہن کر اعراف کے گاہک کے ساتھ وہ اپنے سر پہنے
اسے کھنجر اور تنگ دیو بھی بہشتوں کے لئے لکھتے ہیں، ہونے لگیں۔ تھے ہی
اعراف کے گاہک کے رہتے وہ لوگ مسلمانوں پر پانچ ملتیں ہونے کے
نہایت افسوس کر رہے تھے کہ ان کی تہذیب و تمدن شروع ہو رہی۔

تصور ہمارے خیالوں کو کرتی ہے کہ ہماری وہ باتیں جو ہم نے اپنے
 قیاد پرستوں کو لکھی ہیں، وہی کہیں دیکھ کر ان کو دیکھ کر ان کے
 دل پر گراں ہو جائے گی۔ یہ ہے کہ میں نے ان کو لکھ کر دیا ہے۔

[illegible]

یہ کتاب مشتمل ہے ایک سو و پچاس بابوں پر جو کہ ہر باب میں ایک
سے چھ آیتیں بیان کی گئی ہیں

مختصر انجیل کے بعد پانچواں کی فصل

یہ فصل بھی ایک سو و پچاس بابوں پر مشتمل ہے جس میں
مختلف امور بیان کیے گئے ہیں جو کہ مسیحیوں کے لیے
مستحق ہیں۔ یہ فصل بھی ایک سو و پچاس بابوں پر مشتمل ہے
جو کہ مسیحیوں کے لیے مستحق ہیں۔

یہ فصل بھی ایک سو و پچاس بابوں پر مشتمل ہے جس میں
مختلف امور بیان کیے گئے ہیں جو کہ مسیحیوں کے لیے
مستحق ہیں۔ یہ فصل بھی ایک سو و پچاس بابوں پر مشتمل ہے
جو کہ مسیحیوں کے لیے مستحق ہیں۔

یہ فصل بھی ایک سو و پچاس بابوں پر مشتمل ہے جس میں
مختلف امور بیان کیے گئے ہیں جو کہ مسیحیوں کے لیے
مستحق ہیں۔ یہ فصل بھی ایک سو و پچاس بابوں پر مشتمل ہے
جو کہ مسیحیوں کے لیے مستحق ہیں۔

یہ فصل بھی ایک سو و پچاس بابوں پر مشتمل ہے جس میں
مختلف امور بیان کیے گئے ہیں جو کہ مسیحیوں کے لیے
مستحق ہیں۔ یہ فصل بھی ایک سو و پچاس بابوں پر مشتمل ہے
جو کہ مسیحیوں کے لیے مستحق ہیں۔

۱۲۸

ہاتھ میں ٹوٹ مار کے وقت متعدد امیروں کی رہائش گاہوں کے ہر کمرے کے ٹائٹل
 بھی اس خیال سے اکٹڑ دیئے گئے تھے کہ ان کے نیچے سونا چاندی چھپا ہوا ہو گا۔
 ہاتھ میں جتنی بھی پرانی رہائش گاہیں تھیں وہ سب ٹوٹ پھوٹ کر معدوم اور غائب ہو
 رہی ہیں ماضی میں شہر کے بازار میں اتنی بھیڑ تھی کہ ایک دوسرے کے کھوسے سے
 کھوا چلتا تھا۔ وہ اب کپڑا بازار سے بھی زیادہ دیران معلوم ہوتا ہے۔

اس وقت ہاتھ میں صرف ڈیڑھ سو مسکن رہتے ہیں۔ میمنوں کے بمشکل تین
 چار خاندان ہیں۔ سابقہ ۱۹ مساجد میں سے اب صرف جامع مسجد میں نماز ہوتی ہے۔
 عام دنوں میں صرف دو چار اور نماز جمعہ میں دس پندرہ آدمی جمع ہوتے ہیں عید کی
 نماز ہوتی ہی نہیں ہے اس کے لئے قریبی شہر مانا دور جانا پڑتا ہے۔

”دیگر مساجد میں سے سینٹو احمد علی کی تعمیر کرائی گئی“ نقلی والی سب سے بالکل غائب
 ہوئی ہے دیگر دو چار مساجد خمبہ کدی گئی ہیں۔ باقی ماندہ مساجد بند اور دیران
 پڑی ہیں۔ عالمی صہیب، جامعہ ہر گھ کا تعمیر کرایا گیا اسپتال جس کا افتتاح ۱۹۵۵ء میں
 تھا مگر اظہار کے کہ تھا اس کے آدھے حصے میں ہاتھ آج کل کے دفتر میں مندر قائم
 کر دیئے گئے ہیں۔ بھاری پیر کی درگاہ سلامت ہے لیکن اس کے ارد گرد کے پورے
 قریب کا گھوڑا گھر کے واپس آنا دیا گیا ہے“ ۱۹۵۱ء

میمنوں کی ہجرت کے بعد کیتیانہ کی بد حالی

ملاؤں کی انتظامی ہجرت کے بعد کیتیانہ شہر کا انتظام بھی ہاتھ آجیسا ہی ہوا۔

۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں

۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں

۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں

۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں

۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۱ء میں

۱۹۵۱ء میں

میں ایک سابق باشندہ کو مشہور میں شہر کیسا نظر آیا ؟

راجہاں بڑی بڑی عمارات کھڑی تھیں۔ اور ہر وقت آدمیوں کی بھر مار رہی تھی وہاں اس وقت کوئے اڑ رہے تھے۔ تمام عمارتیں غائب ہو چکی تھیں۔ دور دور تک سب کچھ سپاٹ میدان کی طرح پڑا تھا۔ بہت ساری چھوٹی چھوٹی عمارتیں میدانوں میں بندھ چکی تھیں۔ جو مکانات کھڑے تھے۔ وہ بالکل بوسیدہ نظر آ رہے تھے۔ نگر سیتھ عمارتی ستار ڈھیلے اور عمارتی کریم ڈھیلے کے بنکوں کی حالت بھونے سے کی جاتی تھی۔ ستار سیتھ کی شاندار رہائش گاہ کو جیسے پریاں اٹھا کر اپنے ملک لے گیا ہوں اور اسی کے جانے وقوع پر صرف ایک خالی ہوا میدان نظر آ رہا تھا۔ صوف جیسے لیٹ کے قریبی کچھ کھڑات ابھی تک کھڑے تھے۔ اس میں کوئی سرکاری دفتر قائم تھا۔ کریم سیتھ کے عمارتی محل کی شاندار عمارت ابھی پوری غائب ہو گئی ہے اور اس کی جگہ بس کا اٹھا ہے۔

"باتوا کی طرح کیا دے گی مکانات کے لیے۔ انڈی، پتھر اور مٹی۔ عوامی ملک فروخت ہوئے رہے۔ اس میں سے زیادہ تر اشیاء، سامان واد، جون گڑھ اور دھوڑی پیچھے تھیں۔ جبکہ جیسے جیسے ثابت و مسلم، دروازے، "لوہیٹا" شان بچی چکے تھے۔

"اس وقت کیا نہ میں صرف ۱۱ مسلم خاندان آباد ہیں جس میں زیادہ تر خاندان کھوکھر برادری کے ہیں۔ مینوں کے باشندے تین اچار خاندان ہیں مثلاً کتی رنگ لوٹ مار کے ۲۵ سال بعد وہاں کے دستور دہر سے ہی جانے والے ایک لائی رہا سریم تھوڑے تھوڑے تھے۔

۱۱۔ "باتوا کی طرح کیا دے گی مکانات کے لیے" ۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

۱۲۔ اگست ۱۹۴۷ء

۱۳۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء

کہہ دیتی تھی کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔
 میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔
 میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔
 میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔
 میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔
 میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔
 میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔
 میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔
 میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔
 میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔

دیگر واقعات

مانڈویا کی گرفتاری

جس وقت کتیاد پر عارضی حکومت نے قبضہ کیا اس وقت نو افراد کو دیکھتے ہیں گول مار دینے کا حکم جاری کیا گیا تھا۔ ان میں سے قاضی صاحب الدین، انجم محمد عمر دیگر کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس فورسٹ میں نمایاں نام "مجاہد" کے مدیر مانڈویا کا بھی تھا۔ عارضی حکومت کے سپاہی ان کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ ان مشکل حالات میں عادیوں نے جو حالے اپنی جان بچانے میں ڈال کر مانڈویا کو ایسی جگہ چھپا رکھا کہ یقین دن تک کسی کو ان کا پتہ نہ چل سکا۔ بعد میں جب انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ اس وقت بعد کی حکومت کی جانب سے ڈولہ لے نے عارضی حکومت سے کتیاد کا انتظام سنبھال لیا تھا۔ اور غور زری بند ہو چکی تھی۔

مانڈویا کا مکان پہلے ہی روز لوٹ گیا تھا۔ ان کی گرفتاری کے بعد ان کے انتقال پر سین کی بھی باقاعدہ جولی بھلائی گئی۔ مقامی جندو رہنماؤں نے فرد افراد آ کر پریس پر بیڑول کا پتھر کاڑا کیا اور پوسٹ مارٹر سے ماپس سے آگ بھلائی دی۔

مار جیل دتی صفحہ ۱۰۸

اس ہولی میں دیگر اشیاء کے علاوہ مانڈویا کی اس وقت تک کی شاندار اولی
کارکردگی کا بیشتر ریکارڈ بھی جمل کر خاک ہو گیا۔

لیکن ابھی مانڈویا کی مشکلات کا خاتمہ نہیں تھا۔ ان کی گرفتاری کے بعد انہیں
جوانگرہ کی جیل میں بند کر دیا گیا۔ ڈھائی تین ماہ تک باہر کے لوگوں کو یہ علم نہ ہو سکا کہ
مانڈویا کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔

مسلم ملکیت کے حامل گجراتی جریدے ان کی غیریت کے بارے میں تشویش کا اظہار
کرنے لگے۔

ان پر مقدمہ چلایا گیا اور طویل قید کی سزا سنائی گئی۔ اس دوران کراچی کے گجراتی
روزنامہ "وطن" کے مدیر جناب عثمان طیب "شہنشاہ" اور جناب اے ڈی کریم نے
مانڈویا کی رہائی کے لئے جدوجہد شروع کی۔ جناب رفیق میدان کے گجراتی جریدے
"آواز" نے بھی اس جدوجہد میں بھرپور ساتھ دیا۔ سندھ کے وزیر اطلاعات و میر
علی محمد راشدی کی معرفت بھارت کے متعلقہ محکم سے رابطہ قائم کیا گیا۔ اس تمام
جدوجہد کے نتیجے میں مانڈویا تین سال کی قید بھگتنے کے بعد ۱۹۵۷ء میں رہا ہوئے۔
لیکن قید و بند کے آخری مہینوں کے دوران مانڈویا کو متعدد کاری خدمات
بھیلتے ٹپسے سب سے پہلے ان کی بہن اس کے بعد والد، پھر ان کا بیٹا اور آخر میں
ان کی رہائی سے صرف چھ روز قبل ان کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔

رہائی کے بعد مانڈویا نہایت طے حالت میں کراچی پہنچے۔ اس وقت ان کی کنیت
کے لئے خصوصاً جناب عمر فاضل فاروقی کی کوشش سے کنیت کا تین برادری سے
سادہ روپے کی رقم اکٹھی کی گئی اور مینٹھادر میں واقع غنی ماسٹر کے اسکول میں جناب
محمد دل محمد چٹوٹی کی زیر صدارت ایک چھوٹی سی تقریب منعقد کر کے مانڈویا کو رہنمائی

مسلم گجرات ۲ جنوری ۱۹۵۷ء

جیل ورثی صفحہ ۱۷۱

پرس کر تم صورت میں پیش کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی مانڈو یا کایک پرنسٹر، مدبر اور
ادیب کی حیثیت سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

ابراہانی کی ثابت قدمی

پاکستان کے ساتھ جو ناگٹھو کے اٹھائی میں نمایاں کردار ادا کرنے والے جناب
اسٹیفیل ابراہانی کو جی جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔ ان کے ساتھ کئی بار گورنمنٹ آفیسر
سلوک کیا گیا لیکن اس کے باوجود ابراہانی پہلے ہی کی طرح پاکستان کے زبیرت خان کے
دسمبر ۱۹۴۷ء میں شام کو اس گاندھی جو ناگٹھو کی جیل کے دورے کے سنے
آئے تب انہوں نے ابراہانی کی کونٹری پر ہار طنز کیا "کیوں ابراہانی پاکستان یاد کرتے؟"
جانکس پاکستان؟

ابراہانی فوراً جواب دیا "مکون کہتا ہے یہ پاکستان نہیں ہے؟ جو ناگٹھو کی فونی
طور پر پاکستان کے ساتھ شامل ہے۔ آج اور اس وقت بھی یہ پاکستان ہی ہے جان
یہاں اس جسم میں جان ہے تب تک ابراہانی جو ناگٹھو کا پاکستان برگز چھوڑنے
والا نہیں تھا۔"

ابراہانی کو دو سال بعد راکر دیا گیا لیکن انہوں نے جو ناگٹھو نہیں چھوڑا۔
ان کے لئے جو ناگٹھو ہمیشہ کے لئے پاکستان بن چکا تھا۔

ریاست جو ناگٹھو پر مہارت کا قبضہ ہونے کے بعد ریاست کے دیگر متحدہ
سرکردہ مسلمان رہنماؤں، انتظامیہ پریس افسران وغیرہ کو جو ناگٹھو جیل میں قید
کر دیا گیا تھا۔

عارضی حکومت کی ناکہ بندی کے دوران ریاست کے اہلے خانے والے
مسلم روزنامے اور جرائد "وطن"، "مسلم ناظر"، "مسلم کرات"، "دیج" وغیرہ کی

کاپیاری کے سلسلے میں غیر قانونی طور پر منسلک ہونے والی تھیں۔ اس کی وجہ سے کچھ
 حکام نے حمایت کی تھی کہ یہ ان انتخابات اور نام پر ایک نیا نام کے ذریعے قانون
 نافذ کیا جائے گا۔ 20

ویراؤل میں کشیدگی

دہشت گردانہ میں ویراؤل تمام پاکستانیوں کو دہشت گرد ایک ہی جگہ تھا۔
 یہاں کا مسلم کابینہ ہوا۔ اس کے بعد مسلم لیگ کے اعلیٰ ترین اہم شخصیتوں
 کے ساتھ ساتھ تھے۔ شہر کے چوک میں پاکستان کا قیام بھی بنا گیا تھا۔
 جو انگلش پر عرصہ حکومت کی بنیاد سے قبل پاکستان کے عوام کے
 ہجرت پر توجہ دیکھ، راستوں کے خزانوں میں مسلمان ہمارے پورے شہر
 تجارت اور کٹھنوں کو جو رک کے دیا۔ وہ پہلے تھے چرک اس وقت ہوا کہ
 پاکستان کے ساتھ ملحق کر چکا تھا۔ ان ہائیبرین کو زمین جماعت غلام پٹی جماعت
 اور دیگر مقامات پر پناہ دی گئی تھی۔ ان کو ٹوک اور دیگر سہولیات
 دینے کے لیے ان کی جانب سے فراہم کی گئی تھیں۔ اور صاحب مال امداد دیکھ نہیں
 بلکہ یہ بھولے ہوئے ہمارے ہی بھی دیا جاتا تھا۔ جو ناگہان پر حکومت جماعت کا
 تھوڑے لمبے ویراؤل کے کراچی تک کی یہ کڑائی ماری رہی۔

جوناٹھ پر قبضے کے آگے رفتہ رفتہ، نوٹس کو بھارتی نوٹس نے ویراؤل کا
 قبضہ سنبھال لیا۔ 19 نوٹس کو شاہی اس کا نام ہی، سرور پٹیل اور جامہ صاحب سونا
 کے ساتھ گئے تھے۔ اس وقت ویراؤل کے تمام مسلم رہنماؤں کو ہائیبرین دیکھ کے
 انگریز اور یہ بھی پائی کے مسلم رہنماؤں کو اور یہی شاہ کے کپاؤں میں بند
 کر دیا۔

پہلے گئے۔ پاکستان کی طرف ان کی ہجرت شروع ہوئی۔ سو اپنے گناہوں کے مالوں،
 کے پیڑ و سبزیں پاکستان میں لے گئے۔

ذخیرہ کے امی جی

ذخیرہ ریاست میں آگے بڑھنے والے دنوں کے واقعات ایک عجیب و غریب
 فلم تھا۔ ریاست میں اس کی پہلی پینٹنگ ہزاروں فوٹس پر تشکیل تھی۔ اس میں
 صرف ایک سو سو سالوں میں انسانی وجود کے قریب قریب تمام مہینوں کی فلمیں
 ہوا۔ ان کے پاکستان کے ساتھ شامل ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی ذخیرہ کے
 وہاں غریبوں کے ہاں بچاؤ گئے۔ اس وقت مابقی مہینوں "آگ" نے شہر کی ہر ایک
 گلی، گھر، دکان، کھیت، پختہ، لکڑی، گارڈ، لکڑی، دیو، گلی کے کنارے وہ
 غور تھے۔

کچھ دن بعد کے بعد ایک سب سے گھبراہٹ کا واقعہ اب ذخیرہ میں دیکھنے والی دیکھنے والی
 یہاں سے گئے گا تھا۔ لیکن اسی دوران ان لوگوں کو حکومت بھارت نے ریاست
 کا ایک حصہ منتقل کیا۔

ذخیرہ کے ایک سب سے گھبراہٹ کا واقعہ اب ذخیرہ میں دیکھنے والی دیکھنے والی
 گلیوں سے سرگرم ہو کر آئی۔ پہلے سے تھے۔ پاکستان کی تعلیم کے خلاف ہیں
 تھے۔ لیکن پاکستان کے ساتھ ہی ان لوگوں کو مہینوں کے خلاف اس کا قابل عمل
 سمجھا گیا۔ لیکن ان کے خلاف غریبوں کی لاکھوں مہینوں کے خلاف تھے۔ بہت نمایاں
 تشریح کی۔

پہلے گئے۔ پاکستان کی طرف ان کی ہجرت شروع ہوئی۔ سو اپنے گناہوں کے مالوں،
 کے پیڑ و سبزیں پاکستان میں لے گئے۔

واپس کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے متعلقہ ہندو امی جی پٹیل کو بھی انتہائی کایک جان
 رہتا تھا کہ اس نے لگے تھے۔ شاید اس وجہ سے وہ تھلی میں مکمل امن و امان رہا
 تھا۔

اس کے دو تین ماہ بعد اس قسم کی اطلاع موصول ہوئی کہ تھلی کے قریب
 میں اگر بسنے والے ہندو پناہ گزین نے تھلی میں لوٹ مار کا منصوبہ بنایا ہے
 اطلاع ملنے ہی کیتاڑ کی لوٹ مار میں موٹ میر (M.M.) ہمدردی کے بے شمار
 لوگ اپنے "خونی رشتے کے بھائی" امی جی پٹیل کے پاس پہنچ گئے اور تھلی
 کی حفاظت کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے کی پیشکش کی تھی۔

میر ہمدردی اور امی جی پٹیل کی کہانی کا فائدہ لپٹ ہے۔ روایت ہے کہ بیت
 عربہ قبلی "ساگر جی" نام کے ایک ہندو قریبی کے میزبان کے ایک شخص سے مل کر وہ
 کامیاب ملک کسی بات پر غصہ ہو گیا وہ ہوا گدھو سے ذرا بڑا گیا۔ قریب کے قریب رہتے
 تھے اس کا بیٹا کیا۔ راستے میں وہ تھلی شہر آیا جس کے قریب اس کے باپ ہمدردی
 ہمدردی کی ہندو باپ میں شہر سے اپنے استقبال کے لئے آئے والے لوگوں کا شکار
 کر رہے تھے۔ انہوں نے ساگر جی کو پناہ دی۔ امی جی ہمدردی کے سپرد
 کیا گیا۔ پہنچ گئے۔ دونوں میں تھام ہوا جس کے نتیجے میں ساگر جی کے قریب
 ناگوری برادری کے قہام بولے اور متعدد بہانوں سے گئے۔ ساگر جی کا
 کھانا و جنگ میں نہ سے جانے والے ہندو اور ان کی ادا میں گھرا کیا جانے والا
 لپٹا پھرا اور ناگوریوں کی قریبی آج بھی تھلی شہر کے دروازے کے قریب
 موجود ہیں مسلمان ناگوریوں نے ہندو میر کی حفاظت کے لئے اپنا خون بہایا
 اس وجہ سے میر ہمدردی کے لوگ آج تک مسلم ناگوریوں کو اپنے "خونی رشتے
 کے بھائی" سمجھتے ہیں اور ان کا بیت ادب و احترام کرتے رہے۔
 تھلی میں اس وقت راجہ سنگھ نامی ایک ماہر فوجی اور فوجی رہا

تھو دو بہت ارض شمس اور قوی تعصب سے پاک شخص تھا اس نے بھی
 دھنل میں قوی امن پر گریہ کھنے میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا اس نے کسی بھی
 شریعت پر عمل کو سزا دینے کا سوا حق نہیں دیا اسی وجہ سے اس کو قتل کرنے کی
 ناکام کوشش بھی کی گئی۔

آٹھواں اس دوران ایک محلے میں رہنے والے چند مجدد و نوح انوں نے ایک
 میں چارویں کے مکان کو گھسنے کا منصوبہ بنایا۔ ایک شب وہ اُس چارویں کے مکان
 میں داخل ہوئے کہ اندر داخل ہوئے لیکن اسی دوران وہاں خوابیدہ سلطان نامی
 ایک جوان کی آنکھ کھلی گئی اور اس نے بیرونی کو پہچان لیا چنانچہ بیڑے سے اُٹھ قتل
 کے قرار ہوئے۔

دھنل سے چند میل دور واقعے والا اتنا نامی گھٹوں میں صرف ایک ہی مسلم
 خاندان رہتا تھا اس خاندان کے دو جوان بھائیوں ہاشم کارا اور غلام کارا گھٹا کی کو
 ان کے اپنے گھٹے میں ان کے گھٹوں کے چند ہندوؤں نے جاک کر ڈالا۔
 ان کی ناشی پورست برٹم اور کھن دھن کے لئے دھن لائی گئی۔ سلطان پہلے
 اسی سے لاکھ ہار کے حالات کی وجہ سے پریشان تھے۔ اس دوران ان دونوں
 واقعات نے ان کو شدید غمزدار کر دیا۔ اور وہ بھارت کے مقامات میں پاکستان کو
 لپکا لٹکا سمجھ گئے۔ اسی تک صرف اتنا تھا خانہ انوں نے ہجرت کی تھی لیکن
 مذکورہ دونوں بھائیوں کی بیویوں کو بہرہ جاک کرنے کے چھ مہینے گئے تھے کے درمیان
 اور وہ سارا ملک کے سیروں خاندان اچھا کی ہجرت کر گئے اور ان کے بھائی بہن
 ہجرت کر گئے۔

کیشو میں فائرنگ

کیشو گھٹا کے بھائی بھائی کے لئے بہت بڑا گھٹا کا دھڑلہ پڑا

دیکھ تھا۔ اس وجہ سے وہاں پر بھارتی افواج کے سپاہی بڑی تعداد میں تعینات
کئے گئے تھے۔ ایک رات کپٹواہ کے اطراف کے گاؤں کے سیر، انٹر، رہااری و غیر
کہاوری کے لوگوں نے کپٹواہ پر حملہ کر دیا۔ ٹکڑا ہوا اور سیر، چوک میں واقع کلپنا
کی دکانیں لوٹ لیں۔ کبھی مسلمان نے ان کی مخالفت نہیں کی نہ ہی کسی سپاہی نے
انہیں روکا۔

وہ لوگ لوٹا ہوا مال لے کر اپنے گاؤں پہنچے تو دوسرے لوگ اس لوٹ مار
میں شریک نہ ہونے کا افسوس کرتے تھے اور ان لوگوں پر مشعل ایک بڑا درد
وہ بارہ لوٹ مار کرنے کے لئے کپٹواہ کی جانب بڑھا۔ اتفاقاً پہلی لوٹ مار کے بعد
چند مسلمان ایک مکان کی پہلی منزل پر موج وہ حالات کے اسے میں تباہ و برباد کرنے
کے لئے جمع ہوئے تھے۔ انہوں نے فیروں کے ایک بڑے گردہ کو گاؤں کی جانب
بڑھنا دیکھ کر زور سے "اٹا بکر کے غریبے لگانے۔"

وہاں متعین بھارتی افواج کے سپاہی اٹا بکر کے غریبے سن کر یہ کہے کہ کپٹواہ
کی جانب بڑھنے والا گردہ مسلمانوں کا ہے اس وجہ سے انہوں نے نہ صبر سے
اس گردہ پر شین گول سے فائرنگ شروع کر دی۔ بہت سے افراد مارے گئے
باقی فرار ہو گئے۔ فوج نے احتیاطاً گریوٹا فز کر دیا جو مسلسل دو روزہ مارا۔
اس واقعہ کے بعد بھیج کے وقت سپاہیوں نے ان گاؤں کو فوجی ٹرکوں میں بھر
کر انہیں لٹکانے لگا دیا۔

جونگدھ میں فساد

راست جو ناگدھ کے پاکستان کے ساتھ ملحق ہے چھپے چھپے ہیں اور
راست پر بھارتی افواج کے قبضہ کے بعد بھی سکھوں میں دامن رہا تھا۔ لیکن
قبضہ کے ایک ماہ بعد وہاں ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ شہر سے "ٹویر کوٹ" کے قصبہ

کی جانب جانے والا دھندلے راستہ "ڈھال روڈ" کے نام سے مشہور ہے اُس وقت وہاں مسلمانوں کی کافی دکانیں آباد تھیں۔ کچھ ہندوؤں نے ان دکانوں کو لوٹنے کا منصوبہ تیار کیا۔ جس کی اطلاع ملتے ہی مسلمان دکاندار بھی مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۷ء کے روز متعدد ہندوؤں نے ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے انہیں گھیر لیا۔ یہ تصادم بہت دیر تک جاری رہا۔ اسی کے بعد بہت سے مسلمان انتقام کے خوف سے رات ہی میں جو ناگڑھ چھوڑ گئے۔ اس واقعہ کے بعد جو ناگڑھ شہر سے مسلمانوں کی اکاڑ کا ہجرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ یہ واقعہ واضح تھا کہ ریاستہ جو ناگڑھ پر بھارتی افواج کے قبضے کے دوران پورے کا تھیادار میں مسلمانوں نے ہندوؤں کا براہ راست مقابلہ کیا ہو۔

راجکوٹ کے حالات

راجکوٹ شہر میں ۱۹۴۷ء میں کانڈھلی جی اور کچھ کانڈھیاوار مسلمانوں کے مبینہ رہنماؤں میں ایک یادگار سیاہی مقابلہ ہو چکا تھا۔ جس کے دوران وہاں کی قومی امن دامن رہا تھا۔ وہی راجکوٹ شہر ۱۹۴۷ء میں وہاں عارضی حکومت کا صدر دفتر ہونے کے باوجود پرسکون رہا تھا۔ صرف چند ہندو نو جوانوں کی شرارتیں ماحول میں کچھ کشیدگی کا باعث بنتی تھیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر زمین رہنماؤں نے وہاں کے حاکم ٹھاکر پر دیو سن سنگھ (CHANDHAN SINGH) کو باقاعدہ عرض کی کہ انہیں جو ناگڑھ پاکستان جانے کی اجازت دی جائے اور اس کے لئے سہولتیں فراہم کی جائیں۔ ٹھاکر صاحب نے انہیں المپناں دلیاک ہم آپ کی پوری حفاظت کریں گے۔ زمینوں نے دلیل پیش کی کہ ریاست میں تمام افسران اور پولیس والے ہندو ہیں۔ ایسی حالت میں کس وقت کہاں حالات بگڑ جائیں تو ہمارا کیا ہوگا؟ پھر بھی ٹھاکر صاحب اپنی مصافحتی کوششوں میں کامیاب رہے اور زمینوں نے جو ناگڑھ

پاکستان جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن چند روز بعد ایک بزرگ کانگریسی رہنما نے ایک مین رہنما کو مطلع کر دیا کہ کچھ کانٹھیا دار مسلمان ایک کے تمام بھانڈوں کو قتل کرنے کی سازش تیار ہو رہی ہے۔ اسی شب راجکوٹ میں بورڈنگ میں واقع کچھ کانٹھیا دار مسلمان ایک کے دفتر میں تمام بھانڈوں اور دیگر سرگرم افراد کی ایک فوری میٹنگ ہوئی اور دوسرے ہی روز تمام رہنما اور ہفت روزہ "مسلم بلین" کے مدیر جناب انور کراچی روانہ ہو گئے۔ اسی کے ساتھ ہی کچھ کانٹھیا دار مسلمان ایک اور "مسلم بلین" دونوں کی فخریہ کارکردگی ختم ہو گئی۔

لیکن جو کانٹھیا دار پہ بھارتی قبضہ کے بعد ٹھاکر پر دیو من سنگھ جی جی کانگریسی رہنماؤں کے غریب و راز تعصب سے متاثر ہونے لگے اور انہوں نے ایک جلسہ عام میں کہہ دیا کہ مسلمان بھارت کے ساتھ اپنی وفاداری کا اظہار کریں۔ پاکستان کی طرف لٹاؤ رکھنے والے افراد فوراً راجکوٹ چھوڑ دیں۔ یہ ان واقعات سے راجکوٹ کے مسلمانوں کی بہت ٹوٹ گئی اور وہ بے حد مایوس ہو گئے۔ اسی کے بعد راجکوٹ سے بھی مسلمانوں کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان کی یہ ہجرت پیرامن رہی۔

دھوراجی میں ہنگامہ

دھوراجی ریاست گوڈال کا ایک اہم شہر اور مینوں کی آبادی کا ایک بڑا مرکز تھا۔ یہاں میں اس کی آبادی پچاس ہزار نفوس پر مشتمل تھی جس میں تقریباً آدھی آبادی مسلمانوں کی تھی۔ اس نصف آبادی میں تقریباً اٹھارہ ہزار مین غریب کانٹھیا دار کی دیگر ریاستوں کی طرح دھوراجی کے مسلمان بھی بھارت کا جشن آزادی منانے میں ہندوؤں کے برابر شریک رہے تھے۔ اتفاقاً جویس کے

سربراہ نے دہائی طور پر گولڈسٹینڈی کا حکم جاری کیا اور مسلم رہنماؤں کے سمجھانے
بجائے کہ اس حکم کو واپس لے لیا۔ لیکن اس سے ماحول میں اشتعال پھیل گیا آگنے
مانعہ خواہی ہوئی نہ

ایک حالات میں ایک تقریر کا سہم میاں کو جو سٹس آگیا اور انہوں نے مانڈوی
بازار پلوئی ایٹس کی اس قیادت پر پاکستانی پرچم لہرانے کی کوشش کی جس کے ملک
آفسلر تھے۔ لیکن اس کے کرایہ دار بندہ تھے۔ اس قیادت کے چوکیدار نے
عام میاں پر گولی چلا کر انہیں ہلاک کر دیا۔ دوسرے روز ایک بندہ پوسٹ میں پہنچا
کو قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد کئی برادری کے پانچ سو افراد نے چند مسلمانوں کے مکانات پر
حملہ کیا جس میں مزید دو آدمی مارے گئے۔ متعدد افراد زخمی ہوئے۔ توڑ پھوڑ
کی گئی۔ ایسی حالت میں دھوراجی مین جماعت نے مسلمانوں کو عید کی صبح نارنجیہ
کے لئے گھر سے دھانے کی تینین کی اور نماز پیر خیر کے اندر مختلف مقامات پر ادا کی گئی۔
اس کے ساتھ ہی ہندوؤں نے مسلمانوں کا سماجی اور اقتصادی بائیکاٹ کر دیا۔
بعد میں ریاست گونڈل کے حاکم کی دانشورانہ پالیسی کی وجہ سے حالات بہت
جلدی معمول پر آ گئے۔ کیتاز اور بانٹواک لوٹ مار کے واقعات سے دھوراجی میں
کس قسم کا کوئی رد عمل نہیں ہوا۔ اس کے باوجود اپنے مستقبل کے لئے فکر مند ہو کر
مہینوں کی ایک بڑی تعداد پاکستان ہجرت کر گئی ان کی یہ ہجرت پُر امن رہی۔

اس وقت دھوراجی میں مہینوں کی آبادی بیس ہزار سے زیادہ ہے یہ بڑی کے
بعد بھارت میں مہینوں کی آبادی کا سب سے بڑا امر ہے اور سخاوت میں بھی سرفہرست
ہے۔

۵۔ مسلم بلین ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء
۶۔ مسلم بلین ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

جیت پور اور دیگر شہر

جیت پور کی آبادی ۱۹۵۱ء میں تیسس ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ جس میں نصف سے زیادہ مسلمانوں کا تھا ان میں تیسوں کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ جیت پور مسیونریوں کا ایک اہم مرکز تھا۔ ۱۹۴۷ء کے جنگ عرصہ کے دوران جیت پور میں امن وامان رہا۔ چند مسلم آبادی کی طرف سے مسلح سازش کے باوجود بھی ریاست جو ناگڈھ کے وراثت کے رد عمل کے طور پر یہاں کی آدمی سے زیادہ زمین برادری اور دیگر مسلمان ہجرت کو گئے تھیں۔ جس سے سکھ سپاہیوں کی پیرودستیوں کے سوا ان کی ہجرت تقریباً پرامن رہی۔

کاٹھیاواڑ کے دیگر شہروں اور گاؤں سے بھی زمین خاندان بڑی تعداد میں پاکستان کی جانب ہجرت کر گئے۔ راستے میں انہیں کہیں کہیں پریشان کیا گیا۔ اس کے باوجود مجموعی طور پر ان کی ہجرت پرامن رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر دیگر مسلمانوں کے ہزاروں خاندان بھی اپنی جائیدادیں سستے داموں فروخت کر کے پاکستان پہنچے گئے۔ بکرات کے علاقے اور کوئی شہر سے بھی تیسوں اور دیگر مسلمانوں نے کافی تعداد میں ہجرت کی کہ سب کی غیر منقول جائیدادیں کسٹوڈین کی مہرقت ضبط کر لی گئیں۔ ہجرت کا پسلسہ قیام پاکستان کے بعد تقریباً پانچ برس تک جاری رہا۔

عارضی حکومت کا خاتمہ

ریاست جو ناگڈھ کا انتظام سنبھالنے کے بعد حکومت بھارت نے اس کا نظم و ضبط چلانے کے لئے ایک ایڈمنسٹریٹر کی تقرری کی۔ اور مسٹر ٹامس ڈاکی گاندھی مسٹر ویٹنگر دھیلے اور مسٹر ایس پیٹیا بہن جیسا پر مشتمل ایک کونسل تشکیل دی۔

اس کونسل کے زیر اہتمام فروری ۱۹۴۷ء میں استعواب دئے گئے اور اس میں ریاست جو ناگڈھ کے بھارت کے ساتھ الحاق کی حمایت میں ایک لاکھ نوے ہزار آٹھ سو اکتیس (۱۹۰۸۵۱) ووٹ ڈالے گئے جبکہ پاکستان کی حمایت میں

صرف ایک نوے (۹۱) ووٹ نکلے تھے

اسی ماہ کا تھیوا وارڈ کی تقریباً تمام (۲۰۰) ووٹوں سے نائڈ ریاستوں کو فتح کر کے سوراشر صوبے کی تشکیل کی گئی۔ اس موقع پر جام نگر میں سردار پٹیل کی زیر صدارت ایک شاندار تقریب منعقد کی گئی۔ جام صاحب دگو بے سنگھ جی کا نئے صوبے کے پہلے راج پر مکھ دگورن کی ریشیت سے تقرر کیا گیا اور جناب اچھرنگ رائے ڈھیمہ کو وزیر اعلیٰ بنا کر سوراشر کی جیلی کا پینہ تشکیل دی گئی۔

اس طرح ریاست جو ناگڑھ کے علاوہ بھارت کے ساتھ الحاق شدہ کا تھیوا وارڈ کی تمام ریاستوں کے وجود کا آزادی کے صرف چھ ماہ کے عرصہ میں ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ مدنی حکومت کا ۱۰ افراد کا مشورہ اس کے روز بغیر کسی قسم کی تقریب، تقریر یا رسم کے خاموشی سے خاتمہ کر دیا گیا۔ یہ حقیقت کافی دلچسپ ہے کہ حکومت بھارت نے جو ناگڑھ کی مدنی حکومت کو کبھی بھی تسلیم نہیں کیا تھا حکومت بھارت نے اپنے سرکاری اعلان میں بھی مدنی حکومت کا کبھی ذکر تک نہیں کیا تھا۔

تو ام متحدہ میں بھارت کے نمائندے مشروہ پری نے ۲۶ فروری ۱۹۴۸ء کو اپنی تقریر میں کہا تھا کہ مدنی حکومت نے بھارت سے درخواست کی تھی کہ اسے تسلیم کر لیا جائے جسے مشروہ کر دیا گیا تھا۔

۱۔ ان دنوں صفر ۱۰ - ۹۱

۲۔ مسلم لیگ ۲۰ فروری ۱۹۴۸ء

۳۔ انڈین ایکسپریس "جو ناگڑھ" صفر ۳۱ - ۸

کاٹھیاواڑ سے ہجرت

پور بندر میں پناہ

کاٹھیاواڑ کی بیشتر ریاستوں اور شہروں میں حالات کشیدہ ہوتے ہوئے تھے۔ لیکن جو ناگہان پر ہجرت کے فیصلہ اور بانٹواڑ کی خوشنودی کوٹ مار کے وجہ سے وہاں کے مسلمان خوشنودی جو کہ پاکستان کی جانب ہجرت کرنے لگے۔ اس وقت کاٹھیاواڑ سے باہر جانے کے لئے صرف دو نفعہ کار تھے۔ ایک تو ایک ماسٹر نزدیکی ریاست پور بندر سے تھا۔ اور دوسرا ماسٹر کاٹھیاواڑ کے شمال مغرب میں واقع ریاست کاٹھیاواڑ کے ماتحت لوکھا کے علاقے کا تھا۔ پور بندر کے ماتحت ریاست (NATHAN SINGHI) اور پور بندر پر تھیں مشرق میں (PRITHVI SINGHI) نے ریاست جو ناگہان کے خصوصیات لکھنا کے مہاجرین کو ان کی ہجرت کے دوران اپنی ریاست سے گزرنے اور ہجرت کی سہولتیں حاصل کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

جناب صاحب ساجی شکور بھائی (DADHIA) کی زیر صدارت پور بندر سوریہ (DADHIA) میں ہجرت اور واسطیہ کوٹھنے

اس ایک خوشگوار یاد کو مجراہ لئے کہ اس سرور میں کوئی یہ ہیئت کے لئے شہسوار
کہہ دیا ہے

ریاست بڑودہ کی کاروائی

گجرات کے کانپھارڈ دونوں میں اپنا علاقہ رکھنے والی بڑودہ (Baroda) کی
کانپھارڈ ریاست اس وقت چھوٹے چھوٹے سرزمینوں سے بنی ہوئی تھی اور مطالب
ریاست میں ملتی تھی۔ اس کی خصوصیت تھی کہ اس کی سرحدیں گجرات کے ساتھ تھیں اور اس کی
تعلیم پر غور و خوض تھا۔ اس کی تعلیم کے لئے وہ ایک خاص اسکول میں لکھتے تھے
اور کانپھارڈ کے محلات کے ساتھ ساتھ ان کے لئے ایک خاص اسکول میں لکھتے تھے۔ ریاست کے
مسلمانوں کے لئے اس کی تعلیم کے لئے ایک خاص اسکول میں لکھتے تھے۔

ریاست بڑودہ کے کانپھارڈ میں واقعہ (Kandhari) اور کانپھارڈ
(Kandhari) کے محلات کے قریب ایک بڑی کھیتی باڑی کے لئے ایک خاص اسکول میں لکھتے تھے۔

ریاست میں کانپھارڈ کے قریب ایک بڑی کھیتی باڑی کے لئے ایک خاص اسکول میں لکھتے تھے۔
میں کانپھارڈ کے قریب ایک بڑی کھیتی باڑی کے لئے ایک خاص اسکول میں لکھتے تھے۔
اس کے لئے ایک خاص اسکول میں لکھتے تھے۔

گودھرا میں فساد

پہلی جنگ عظیم کے دوران گودھرا میں فسادات ہوئے تھے۔
میں کے قریب ایک بڑی کھیتی باڑی کے لئے ایک خاص اسکول میں لکھتے تھے۔
اس کے لئے ایک خاص اسکول میں لکھتے تھے۔
اس کے لئے ایک خاص اسکول میں لکھتے تھے۔

ایک ریفرنس کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے چیئرمین بڑودہ واسیٹ مسلم لیگ کے صدر جناب
 رسول خان پٹیل اور اعزازی سیکرٹری بڑودہ زمین بورڈ ملک کے نوجوان سپرنٹنڈنٹ
 جناب سلیمان عبد اللہ چوہان تھے انہوں نے ان مہاجرین کو ہر قسم کی سہولیات فراہم
 کیں اور ان کو اٹکھا اور بمبئی کے واسطے بذریعہ سسٹم کے ہزار کراچی پہنچانے کا انتظام
 کر دیا۔ ان تمام اخراجات کا نصف حصہ حکومت بڑودہ اور بقیہ نصف میںا فخر عفرات نے
 فراہم کیا تھا۔

گودھرا کے مہاجرین ریاست بڑودہ کا یہ اسان بھی فراوانی ذکر کیجئے۔ اسی وقت
 کے ریاست بڑودہ کے ٹھکان پر تاب سنگھ رائے کے صاحبزادے فتح سنگھ رائے کو لیکوڑ
 کچھ حصہ پہلے بھارتی ٹرک ٹیم کے جنرل کیشیت سے پاکستان آئے تو اسی وقت گودھرا
 کے مسلمانوں نے کراچی میں ایک تقریب منعقد کر کے اسی اسان کا سرعام شکریہ ادا کیا
 جو ریاست بڑودہ نے ماضی میں ان پر کیا تھا۔

ہندو ریاستوں کا تعاون

پاکستان بھرت کرنے والے مسلمان خاندانوں کو پور بندر اور بڑودہ کے علاوہ
 بھاولپور، کوٹلہ اور دیگر ہندو ریاستوں نے تمام سہولیات فراہم کی تھیں اور انہیں کسی
 طرح بھی پریشان نہیں کیا تھا۔ کچھ ریاستوں اور ان کے قلعہ ہندو رہنماؤں نے ان مسلمانوں
 کو اپنا وطن چھوڑ کر نہ جانے کے لئے پر جوش اصرار کیا تھا۔

اٹکھا کا راستہ

کاشمیر اور اسکے قلعہ مہاجرین نے کراچی پہنچنے کے لئے اٹکھا منتخب کیا تھا۔ جن
 مسلمانوں کو ان کے لئے اٹکھا بھی کافی تعاون میں شامل تھے۔
 ان کے لئے ان مہاجرین کے لئے اٹکھا کی زمین جماعت نے سنبھال

۱۔ ان کو مختلف مقامات پر پناہ دی گئی اور جہازوں میں بٹھائے گئے۔ یہاں کراچی
 روانہ کر دیا گیا۔ یہ جہاز کراچی سے واپس سفر میں سنہ ۱۹۷۱ء کے ہندو ہمارے گواہ تھا
 پہلا سفر تھا۔ وہ ہندو ہمارے اپنی تمام قیمتی اشیاء کے علاوہ طریقہ استعمال کی
 بیکار اشیاء بھی کہ طوطے کے پتھر، کتے، اپنے پرانے کتے تھے۔ ہمارے کتے کی طرف
 سے ان ہندو جہاز میں کتے کے دلکش کیسوں تھے، لڑائی کی ہانکی تھیں اور ہندو یہ وہ
 جہاز چاہتے وہاں بڑا بڑا ٹرین پہنچا دیا جاتا۔

سندی نہا جہاز

پاکستان کے حصے میں آنے والے صوبوں میں سے پنجاب کے علاوہ کوئٹہ بھی کوئی
 فصاحت نہیں ہوئے تھے۔ اس کے باوجود میں کافر نہیں رہتا ہوں کہ استعمال دلائے
 پر سندھ کے سیکڑوں ہندو خاندان کراچی سے ہندو بھرتی راستہ کاٹھاواڑ اور پھر
 بھرت کرنے لگے تھے۔ ان کی یہ بھرت مکمل طور پر چپا من رہی تھی۔ وہ اپنے ساتھ
 جو کچھ بھی لے سکتے تھے۔ لے گئے۔

کاٹھاواڑ میں ان کو مسلمانوں کے خالی کئے ہوئے ہاٹوا، کیتا، دھنسل اور
 دیگر مقامات پر آباد کیا گیا جہاں سے وہ پھر سے کاٹھاواڑ، بھرت اور کچھ میں پھیل گئے۔

بھٹی کی کاروائی

اگرچہ البچہ پور بندر سے ملنے والی سندھی سفر کی سہولیات نہا جہاز کی اتنی بڑی
 تعداد کے لئے ناکافی تھیں۔ اس وجہ سے کاٹھاواڑ اور بھرت کے خاندان نہا جہاز نہا
 ٹرین بھی پہنچنے لگے تھے۔ دیگر صوبوں سے بھی خاندان نہا جہاز نہا ٹرین آ رہے تھے۔ انہی
 میں حاجی اشتم موہنی انجیل پال والا کے زیر انتظام مسین پیمند آف کاسری میں لا کھولنا
 کاٹھاواڑ کیا گیا۔ جس سے بھرت، کاٹھاواڑ اور دیگر صوبوں سے آنے والے بھرت

[illegible][illegible]

سائیکو بیپ کی مشق

[illegible][illegible]

1944-1945

جیل کے دیگر مقرروں نے اس کی اس تجویز کی تائید کی اور اسی وقت ایک مبینہ
ریف کیمنٹ تشکیل دی گئی۔

مابی ولی محمد قاسم دادا کو اس کیٹی کا صدر کاٹھیاواڑ کے سرکردہ سیاستدان
اور کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ کے صدر جناب عثمان عیسیٰ جہاں میں صدر جناب سید
محمد مولیٰ دادا کو نائب صدر اور مابی عبداللطیف ابراہیم دادا کی کونڑ کی مقرر کیا گیا۔
اعزازی سیکرٹری کی ذمہ داریاں جناب عبدالقادر لاکھانی کے سپرد کی گئیں جو اسٹ
سیکرٹری کے جہ سے گئے جناب عبدالغفار جہاں ملی اور جناب سلیمان اکرم کو اسٹ
کیا گیا۔ اس ریف کیمنٹ کی سبک میں اس وقت کے تقریباً تمام مبینہ مخالفوں کو شامل
کیا گیا۔

اس کیٹی کی سات سالہ کارکردگی میں مابی ولی محمد دادا نے شروع کے پانچ
سال اور جناب احمد الی۔ ایک چھوٹے آخری دو سال صدر کے فرائض انجام دیے
اعزازی سیکرٹری کی حیثیت سے جناب عبدالقادر لاکھانی نے چار سال جناب ایم
آئی سرپرست نے ایک سال اور جناب عبدالعزیز دائرہ والا نے آخری دو سال خدمات
انجام دی تھیں۔

کھوکھرا پار میں امدادی کارروائی

مبینہ ریف کیمنٹ نے تشکیل کے بعد فوراً کھوکھرا پار اسٹیشن پر امدادی کارروائی
شروع کر دی۔ کھوکھرا پار سٹیشن پر راجستھان کی سرحد پر پاکستان کے علاقے میں مبینہ
میل کے فاصلے پر واقع پہاڑیوں سے اسٹیشن تھا۔ اس کے اطراف میں ریگستان پھینا
جواہر کی ٹرینیں سرحد تک آتی تھیں اور وہاں سے جہازیں کو پے سامان
اور الیکٹرانک کے ساتھ چلیاکی دھوپ میں پیل پیل کر اسٹیشن تک پہنچا جوتا
تھا۔ وہاں کوئی سولاری یا جانور تو درکنار پانی تک قسمر نہیں تھا۔ اس وقت جیڈرہا

سے ایک لڑکی جو چاروں کے بعد انگریزوں کو لے جانے والی تھی ایسے ہی لڑکیا
 رات کو لڑکیوں نے خواتین اور بچوں سے جو کچھ کھراپا دیا تھا ان کو شہر سے نکلنے
 کا حکم دیا تھا۔

سب سے پہلے سین ریٹ کیلئے لڑکیوں کو خدیوہ صاحبہ سے بچانے کے
 لئے کھوکھراپا لڑکیوں کے ایک گروپ کو ملحق کر دیا گیا۔ دونوں نے تقریباً ایک
 سو چار لڑکیوں کو ایک ایک کھوکھراپا لڑکی کے ساتھ لے کر لڑکیوں کے کھوکھراپا
 لڑکیوں کے گروپ سے ملحق ہوئے۔ اس سے خدیوہ صاحبہ نے لڑکیوں کے گروپ کو
 ایک لڑکی کی کوششوں سے رات کو لڑکیوں کو کھوکھراپا لڑکیوں کے گروپ سے
 ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔
 لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو لڑکیوں کے گروپ سے
 ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔

ایک سو چار لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو
 لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو لڑکیوں کے گروپ سے
 ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔

کھوکھراپا لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو
 لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو لڑکیوں کے گروپ سے
 ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔

کراچی کی کارگر لڑکی

سین ریٹ کیلئے کام لڑکیوں کو کھوکھراپا لڑکیوں سے روادہ کرنے پر ہی
 تھا۔ کھوکھراپا لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو
 لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو لڑکیوں کے گروپ سے
 ملحق کر دیا تھا۔ اس سے لڑکیوں کو لڑکیوں کے گروپ سے ملحق کر دیا تھا۔

سے آئے والے ہا جسریں کو ان کی پیوں میں پہنایا اجاتا تھا اور ان کو قہر اور جبر سے
 کتنا سہو تھیں فراہم کی جاتی تھیں۔ ہا ہر ایک کے اس سبب میں کو چاہے کتنا گوارہ
 سے آئے والے ہا ہرین بھی تامل ہو جاتے تھے۔ لیکن وہیں کچھ نے کو ہر وقت سے اسرار
 ہوا۔ صرف اس قدر علم ہوا کہ کئی میں مدد نہ آتا تھا اس کو کہہ کر اور اس کو اس وقت
 دیگر مقرر اس کو کے نام سے مشہور تھا۔ قہر گاہ کے حکم سے واقعہ میں اس وقت تک
 ہر ایک کے کچھ قدر توں و قہر میں اپنے درجہ تک پہنچ گئے تھے۔ ان کا کہنا
 میں ایک وقت پہنچنے سے سب سے بڑا ہرین کو صورتیں فراہم کی جاتی تھیں۔ ان کا نام
 کہیں کا نام سننا اس کے لئے ایک واسطہ کو تشکیل دیا گیا تھا۔ جس کے کہنا
 ہر ایک کے معروف شہر حجاب میں قہر کی تھے۔ کار کوئی کے اپنے سال میں رہیں
 کہیں نے قہر کیا دیکھ کر کہ پے قہر کے تھے۔ بعد میں اس وقت میں اس کا
 ہوتے ہوتے آخری سالوں میں یہ وقت سالانہ پاسے چھوڑ دیا۔ پہلے تک پہنچ گیا تھا۔
 کہیں کے پاس۔ کہ کوئی کی دیکھ کر تمام تر اخراجات کہیں کے ہرین کے پاس سے کرتے تھے
 کچھ مدد بغیر ان کے بھی مل جاتی تھی۔ چنانچہ کہیں کو کبھی بھی دیکھ کر اس سے مدد طلب
 کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

سرکاری سہولتیں

میں درجہ کہیں کو تمام بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کہیں
 کے صدر نائب صدر اس کے بڑی مدد جو اس کے بڑی مدد کی صورت میں کام آتا تھا
 لینے کے لئے کہیں کو اس کے بڑی مدد کے لئے اس وقت سے کہیں کو اس کی مدد
 ہو گی پر مشتمل اس کے بڑی مدد کے لئے اس وقت سے کہیں کو اس کی مدد
 کہیں کو اس کے ہا ہرین کے لئے تمام آتا ہرین کے لئے تمام آتا ہرین کے لئے تمام آتا
 کہیں کو اس کے ہا ہرین کے لئے تمام آتا ہرین کے لئے تمام آتا ہرین کے لئے تمام آتا

پیدا ہوئی تھی۔ کھوکھرا پار میں امدادی سامان کی برداشت رسید نہ پہنچنے کی وجہ سے بہت
 مشکلات پیدا ہو گئیں۔ حکومت کو بہت غمناک شہادت کھانے کے باوجود بد نظری میں کوئی کن واقع
 نہ ہوئی اور آخر کار کمیٹی نے کھوکھرا پار میں اپنا ریلیف کمپ بند کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ
 انہماکات میں شائع ہوتے ہی مہاجر کشنر جناب عزیز اللہ اریلیف کمیٹی کے سیکرٹری
 جناب عبدالعزیز داندوالا کی رہائش گاہ لایب منزل واقع گاڑی کھانے رات کے گیارہ بجے
 پہنچے اور کہا کہ گورنر منزل غلام محمد نے پیغام بھجوایا ہے کہ کھوکھرا پار کا ریلیف کمپ
 بند کیا جائے اور ہدیہ تیکریم و ہاں امدادی کاروائی جاری رکھنے کی ہدایات دی جائیں۔
 اس کے ساتھ ہی اگلے روز ہی سے کھوکھرا پار کے لئے وقت کی پابندی کے ساتھ باقاعدہ
 ریلوے سروس کمال ہو گئی۔ امدادی سامان اور پال کی رسید باقاعدہ ملنے لگی۔ اس کے علاوہ
 حکومت نے کمیٹی کو سپلائی ہزار من گندم بھی دی۔

خوشگوار یادیں

سر جی ادر کھوکھرا پار میں مین ریلیف کمیٹی کی مہاجرین کے لئے امدادی خدمات فرماتے رہے۔
 حکم جاری رہی تھیں اس دوران میں سے سپلائی لاکھ ہزارین ان کی خدمات سے فیضیاب ہوئے تھے
 مہاجر کشنر عزیز اللہ کبھی کبھار کھوکھرا پار کے مہاجر کمپ کا دورہ کرنے آتے تھے
 ساری کے ایف فٹر طرح بن بٹ ششم ہا میں دکن فوجی گواہی کے قلعہ مہاجر کمپوں کا معائنہ
 کرتے رہتے تھے۔ ان دو صاحبان کے سوا کوئی اور وزیر سیاسی رہنما یا مذہبی عالم ان مہاجر
 کمپوں کو دیکھنے تک نہیں آتے تھے۔ رشیدیہ میں گورنر جنرل غلام محمد نے ریلیف کمیٹی کو ایک تقریبی
 خطاب کیا تھا کہ اس کے سوا کسی بھی سیاسی، عوامی رہنما یا ریلیف کمیٹی کی کارکردگی کا کبھی ذکر
 شک نہیں کیا تھا۔ میں وہ لاکھ مہاجرین جو تجمعات کے چاروں طرف ان کی حالت میں بیٹے ہاتھ
 آنے لگتے ہیں وہیں پہنچ کر ان کے ساتھ یاد کرتے ہیں کہ ان کی حالت کی سترہ من ہرقہ ہوتے
 ہیں کہ صوبہ کے لوگوں کے ساتھ ان کے ساتھ رہنے والے دامن میں خوشامدیں کہ تھا۔

اقوام متحدہ میں

چار ماہ بعد

جونا گڑھ پر بھارتی قبضہ کے بعد تین ماہ سے زائد عرصے تک ٹوٹ پاکستان نے
اقوام متحدہ میں جونا گڑھ پر بھارتی قبضے سے متعلق بھارت کے خلاف کوئی فریڈ
لی نہیں کیا اس معاملے کی بھارتی حکومت نے بھی اقوام متحدہ کا صدر دفتر اس وقت
نیویارک کے نزدیک ایک سکس (SAFE SECURITY) کے نام پر واقع تھا
وہاں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں مسئلہ کشمیر پر بحث ہوتی رہی تھی
جنوری ۱۹۷۱ء میں بھارت نے پاکستان کے خلاف فریڈ کی تھا کہ بھارت کے خلاف
ملحق ریاست کشمیر پر پاکستان نے قبضہ کرنے کے لیے چڑھائی کی ہے۔ پاکستان نے
اس معاملے میں بھارت کے خلاف جوابی فریڈ داخل کر دی۔ اس جوابی فریڈ کے ضمن
میں پاکستان کے وزیر خارجہ جی ڈی ظفر نے بھارت کے خلاف فریڈ کے رد میں
دستاویزات کے ساتھ ایک خط سلامتی کونسل کو پیش کیا۔ اس خط میں جونا گڑھ اور دیگر
کاٹھ پوتلی کے علاقوں پر بھارتی فوجی اور غیر قانونی قبضے کے بارے میں چار ماہ
پیش کی گئی تھیں۔ چار ماہ کے خطرات کا نام لے کر فریڈ کے ساتھ ساتھ

جونگدھ اور شیر

سیدنا کا یہ کام اور کثیر ہے برعکس ہے جو آگاہوں کا حکم میں مستلزم ہے اور اگر
کہ اکثریت غیر مسلم ہو تو یہ بات قابل غور ہے کہ جو آگاہوں میں ہر تیسرے تک کوئی
علاقہ پر غلبہ نہیں ہے یا یہ بات کہ اکثریت پر غلبہ ہے جو اور کسی بھی قسم کی راحت
میں ہوگا۔

خواسته تشریف

[illegible]

۱۰۸۸
 ۱۰۸۹
 ۱۰۹۰
 ۱۰۹۱
 ۱۰۹۲
 ۱۰۹۳
 ۱۰۹۴
 ۱۰۹۵
 ۱۰۹۶
 ۱۰۹۷
 ۱۰۹۸
 ۱۰۹۹
 ۱۱۰۰
 ۱۱۰۱
 ۱۱۰۲
 ۱۱۰۳
 ۱۱۰۴
 ۱۱۰۵
 ۱۱۰۶
 ۱۱۰۷
 ۱۱۰۸
 ۱۱۰۹
 ۱۱۱۰
 ۱۱۱۱
 ۱۱۱۲
 ۱۱۱۳
 ۱۱۱۴
 ۱۱۱۵
 ۱۱۱۶
 ۱۱۱۷
 ۱۱۱۸
 ۱۱۱۹
 ۱۱۲۰
 ۱۱۲۱
 ۱۱۲۲
 ۱۱۲۳
 ۱۱۲۴
 ۱۱۲۵
 ۱۱۲۶
 ۱۱۲۷
 ۱۱۲۸
 ۱۱۲۹
 ۱۱۳۰
 ۱۱۳۱
 ۱۱۳۲
 ۱۱۳۳
 ۱۱۳۴
 ۱۱۳۵
 ۱۱۳۶
 ۱۱۳۷
 ۱۱۳۸
 ۱۱۳۹
 ۱۱۴۰
 ۱۱۴۱
 ۱۱۴۲
 ۱۱۴۳
 ۱۱۴۴
 ۱۱۴۵
 ۱۱۴۶
 ۱۱۴۷
 ۱۱۴۸
 ۱۱۴۹
 ۱۱۵۰
 ۱۱۵۱
 ۱۱۵۲
 ۱۱۵۳
 ۱۱۵۴
 ۱۱۵۵
 ۱۱۵۶
 ۱۱۵۷
 ۱۱۵۸
 ۱۱۵۹
 ۱۱۶۰
 ۱۱۶۱
 ۱۱۶۲
 ۱۱۶۳
 ۱۱۶۴
 ۱۱۶۵
 ۱۱۶۶
 ۱۱۶۷
 ۱۱۶۸
 ۱۱۶۹
 ۱۱۷۰
 ۱۱۷۱
 ۱۱۷۲
 ۱۱۷۳
 ۱۱۷۴
 ۱۱۷۵
 ۱۱۷۶
 ۱۱۷۷
 ۱۱۷۸
 ۱۱۷۹
 ۱۱۸۰
 ۱۱۸۱
 ۱۱۸۲
 ۱۱۸۳
 ۱۱۸۴
 ۱۱۸۵
 ۱۱۸۶
 ۱۱۸۷
 ۱۱۸۸
 ۱۱۸۹
 ۱۱۹۰
 ۱۱۹۱
 ۱۱۹۲
 ۱۱۹۳
 ۱۱۹۴
 ۱۱۹۵
 ۱۱۹۶
 ۱۱۹۷
 ۱۱۹۸
 ۱۱۹۹
 ۱۲۰۰
 ۱۲۰۱
 ۱۲۰۲
 ۱۲۰۳
 ۱۲۰۴
 ۱۲۰۵
 ۱۲۰۶
 ۱۲۰۷
 ۱۲۰۸
 ۱۲۰۹
 ۱۲۱۰
 ۱۲۱۱
 ۱۲۱۲
 ۱۲۱۳
 ۱۲۱۴
 ۱۲۱۵
 ۱۲۱۶
 ۱۲۱۷
 ۱۲۱۸
 ۱۲۱۹
 ۱۲۲۰
 ۱۲۲۱
 ۱۲۲۲
 ۱۲۲۳
 ۱۲۲۴
 ۱۲۲۵
 ۱۲۲۶
 ۱۲۲۷
 ۱۲۲۸
 ۱۲۲۹
 ۱۲۳۰
 ۱۲۳۱
 ۱۲۳۲
 ۱۲۳۳
 ۱۲۳۴
 ۱۲۳۵
 ۱۲۳۶
 ۱۲۳۷
 ۱۲۳۸
 ۱۲۳۹
 ۱۲۴۰
 ۱۲۴۱
 ۱۲۴۲
 ۱۲۴۳
 ۱۲۴۴
 ۱۲۴۵
 ۱۲۴۶
 ۱۲۴۷
 ۱۲۴۸
 ۱۲۴۹
 ۱۲۵۰
 ۱۲۵۱
 ۱۲۵۲
 ۱۲۵۳
 ۱۲۵۴
 ۱۲۵۵
 ۱۲۵۶
 ۱۲۵۷
 ۱۲۵۸
 ۱۲۵۹
 ۱۲۶۰
 ۱۲۶۱
 ۱۲۶۲
 ۱۲۶۳
 ۱۲۶۴
 ۱۲۶۵
 ۱۲۶۶
 ۱۲۶۷
 ۱۲۶۸
 ۱۲۶۹
 ۱۲۷۰
 ۱۲۷۱
 ۱۲۷۲
 ۱۲۷۳
 ۱۲۷۴
 ۱۲۷۵
 ۱۲۷۶
 ۱۲۷۷
 ۱۲۷۸
 ۱۲۷۹
 ۱۲۸۰
 ۱۲۸۱
 ۱۲۸۲
 ۱۲۸۳
 ۱۲۸۴
 ۱۲۸۵
 ۱۲۸۶
 ۱۲۸۷
 ۱۲۸۸
 ۱۲۸۹
 ۱۲۹۰
 ۱۲۹۱
 ۱۲۹۲
 ۱۲۹۳
 ۱۲۹۴
 ۱۲۹۵
 ۱۲۹۶
 ۱۲۹۷
 ۱۲۹۸
 ۱۲۹۹
 ۱۳۰۰
 ۱۳۰۱
 ۱۳۰۲
 ۱۳۰۳
 ۱۳۰۴
 ۱۳۰۵
 ۱۳۰۶
 ۱۳۰۷
 ۱۳۰۸
 ۱۳۰۹
 ۱۳۱۰
 ۱۳۱۱
 ۱۳۱۲
 ۱۳۱۳
 ۱۳۱۴
 ۱۳۱۵
 ۱۳۱۶
 ۱۳۱۷
 ۱۳۱۸
 ۱۳۱۹
 ۱۳۲۰
 ۱۳۲۱
 ۱۳۲۲
 ۱۳۲۳
 ۱۳۲۴
 ۱۳۲۵
 ۱۳۲۶
 ۱۳۲۷
 ۱۳۲۸
 ۱۳۲۹
 ۱۳۳۰
 ۱۳۳۱
 ۱۳۳۲
 ۱۳۳۳
 ۱۳۳۴
 ۱۳۳۵
 ۱۳۳۶
 ۱۳۳۷
 ۱۳۳۸
 ۱۳۳۹
 ۱۳۴۰
 ۱۳۴۱
 ۱۳۴۲
 ۱۳۴۳
 ۱۳۴۴
 ۱۳۴۵
 ۱۳۴۶
 ۱۳۴۷
 ۱۳۴۸
 ۱۳۴۹
 ۱۳۵۰
 ۱۳۵۱
 ۱۳۵۲
 ۱۳۵۳
 ۱۳۵۴
 ۱۳۵۵
 ۱۳۵۶
 ۱۳۵۷
 ۱۳۵۸
 ۱۳۵۹
 ۱۳۶۰
 ۱۳۶۱
 ۱۳۶۲
 ۱۳۶۳
 ۱۳۶۴
 ۱۳۶۵
 ۱۳۶۶
 ۱۳۶۷
 ۱۳۶۸
 ۱۳۶۹
 ۱۳۷۰
 ۱۳۷۱
 ۱۳۷۲
 ۱۳۷۳
 ۱۳۷۴
 ۱۳۷۵
 ۱۳۷۶
 ۱۳۷۷
 ۱۳۷۸
 ۱۳۷۹
 ۱۳۸۰
 ۱۳۸۱
 ۱۳۸۲
 ۱۳۸۳
 ۱۳۸۴
 ۱۳۸۵
 ۱۳۸۶
 ۱۳۸۷
 ۱۳۸۸
 ۱۳۸۹
 ۱۳۹۰
 ۱۳۹۱
 ۱۳۹۲
 ۱۳۹۳
 ۱۳۹۴
 ۱۳۹۵
 ۱۳۹۶
 ۱۳۹۷
 ۱۳۹۸
 ۱۳۹۹
 ۱۴۰۰
 ۱۴۰۱
 ۱۴۰۲

اسی وقت وزیر کے اہلکاروں نے جے پی کے قتل کے ملوثوں کو گرفتار کیا اور ان کی سیاحتی کرائز سے گرفتار کر کے وہ کیشیاں لکیشنوں کے لئے رکھی گئیں۔

اسی وجہ سے ناگڑہ اور دیگر ریاستوں کے کاشتکاروں اور جو پاکستان کے الحاق کر چکی ہیں ان میں سے بہت سی سالوں میں اور سول حکام کو ہٹا کر یہ ریاستیں قانونی طور پر ان کے حوالے کر دی جائیں۔

انہی ایسے ریاستوں میں ناگڑہ اور اسی میں کی گئی ہے ان کے باشندوں کو جو ان ریاستوں سے غیر انکال دینے کے لئے یا کھرا، چھوٹے پھول ہوئے۔ انہیں وہاں رہنے سکانات، زمینیں اور جائیدادیں دلائی گئیں اور ان کے لئے ان کے اور چندوں کے لئے سول حکام اور شہریتوں کی غیر قانونی کارروائی اور کارروائی کی وجہ سے جو نقصانات ہوئے ہیں ان کا معاوضہ دیا جائے۔ جو ناگڑہ کے قتل کی تفصیل دستاویز کے تحت ارفا ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ میں درج کی گئی ہے۔

”جو ناگڑہ میں خیر کے وسط تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو کسی کے لئے بھی ریاست کا مسلم رعایا کے لئے یا غیر مسلم رعایا کے لئے باعث شکایت ہو۔ جو ناگڑہ نے قانون اور قانونی طریقے سے پاکستان کے الحاق کیا۔

”وہ پراچین جو ناگڑہ کے پاکستان سے بار بار اپنی کی حکومت پاکستان سے سوال حکومت ہند کے ساتھ اٹھا یا اور وہ یہاں تک کہ وہ ہر وقت کرتے رہے کہ وہ کوئی ایسا کام کرے جس سے بددلی یا غور زری کا امکان ہو۔

”پاکستان نے اپنی کوئی نئی جو ناگڑہ نہیں کی حالانکہ صرف اس کو یہ حق حاصل تھا جو ناگڑہ نے پاکستان کے الحاق کیا تھا اور دفاع الحاق کی شرائط میں سے ایک ہے۔ بلکہ وہ ایسا کرنے کے لئے پابند تھا۔

بعض لوگوں کا ماننا ہے کہ اسی قدر ضبط کرنے میں اور جو ناگڑہ میں اپنی

فراموش نہ کیجئے، پاکستان کے قتل گاہ اور سری طرف سے امریکی جہاز پر
 پاکستان کے جو اہلکار تھے اپنی قوم پرستانہ کی صورت میں اس کا اسے قتل تھا۔ اگرچہ پاکستان
 اپنی فلاح کا پکا پکے یہ وہ ایسا کہنے کے لئے تھا کہ حکومت ہند کی حکومت پاکستان
 کی مسلح قوتوں کے ذریعہ ان پر اور راستے میں جو کہ وہ وہاں ملکوں کے سفارتان ملک
 چل رہی تھی۔

”جو ان کے قتل میں کوئی ملک نہیں ملے اس کا وہ صرف یہ کہ اس معاملے میں
 حکومت پاکستان نے مناسب جواب دیا ہے کہ موجودہ صورت حال میں
 اس کے بعد جو بھی کھڑا کرے گا اس نے اس معاملے کے ایک اور اہم نکتے کی
 طرف ملاحظہ کو تسلیم کے اور اس کی توجہ دلائی۔

انہوں نے کہا

”بھارت اس وقت جتنا کہ خود میں استغواب رائے کی تیار کر رہا ہے جو ان کے
 کا معاملہ اس وقت سلسلہ قتل میں زیر بحث ہے۔ ریاست میں کوئی وہ حالات
 استغواب رائے کے لئے موانع نہیں ہیں۔

”مجبور ہیں بھارت کے اس ارادے کا علم ہوا کہ ہم نے سلامتی کو قتل کے صدر
 کی معرفت بھارتی وفد کے ہیڈ کے ذریعہ حکومت بھارت کوئی احوال ان کا یہ ارادہ
 ملوثی کے لئے کی درخواست کی تھی۔ بھارتی وفد کے ہیڈ نے کوئٹہ کی ۱۹۷۵ء میں اس
 میں مطلق کیا تھا کہ انہوں نے یہ درخواست اپنی حکومت کو پہنچا دی ہے۔ لیکن آج
 بھارتی وفد کے ایک رکن سر و بطور نے اپنی حکومت کی طرف سے اعلان دیا ہے کہ
 استغواب رائے کی تیاریاں اتنی آگے بڑھ چکی ہیں کہ اسے اب ملوثی نہیں کیا جائے گا
 جو یہی کھڑا کرے گا اس نے اپنی طرف سے تقریب کے آخر میں کہا

”جو ناگزیر“ صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۳

”جو ناگزیر“ صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۵

"یہ غیر ضروری اور واصل غیر مناسب سمجھا گیا کہ ہندی ریاستوں کو اس بات کی آزادی دے کر یا اس قسم کی کوئی بھی لکھنؤ رکھ کر کہ وہ بلا قیاس کسی بھی ڈومین میں الحاق کر سکتی ہیں حکومت حال کو مزید پیچیدہ کیا جائے۔

کشمیر کے الحاق کے تحت پاکستان کی شکایت میں مذکور ہے کہ یہ الحاقی عوام کی بھاری اکثریت لکھنؤ کے خلاف ہے اور کسی بھی الحاق، آئینی جغرافیائی، اقتصادی یا مذہبی وجہ سے غیر مناسب ہے۔

اسی کوئی پر جو ناگہان کو پر کھنا چاہیے۔ کیا پاکستان یہ کہہ سکتا ہے کہ جو ناگہان کو پاکستان سے الحاق اکثریت کی خواہشات کے بین مطابق ہے؟ کیا پاکستان یہ مرہٹا کہہ سکتا ہے کہ جو ناگہان کو اور مانا دور کا الحاق، الحاقی، جغرافیائی، اقتصادی، ثقافتی یا مذہبی وجوہات سے مناسب ہے؟

راست جو ناگہان میں کرائی گئی رائے شماری کے بارے میں سر دیواری نے کہا کہ رائے شماری کا پروگرام جنوری کے وسط میں ہی ترتیب دے دیا گیا تھا۔ اور اس کو ملتوی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

تاج حکومت ہونے سے یہ ذمہ لیا ہے کہ اگر مستقبل میں حالات کا یہ تقاضا ہو کہ رائے شماری کرائی جائے۔ اور فائدہ پاکستان نے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ تو بلاشبہ مناسب نگرانی میں اس کا اہتمام کیا جائے گا۔

مزید تقاریر

سر دیواری کی تقریر کے بعد ان کی تقریر کے بعض نکات پر جو مدعی نظر افغان نے بحث کی۔

مذکورہ جو ناگہان صفحہ ۳۱۶ تا ۳۱۷

مذکورہ جو ناگہان صفحہ ۳۱۰

اور جب جونا گڑھ کا سوال آیا تو حکومت ہند نے پہلے بار اسے عامہ کا سوال اٹھایا۔ ہم نے اس کو مسترد نہیں کیا۔ ہم نے جو کچھ کہا کہ وہ ہے کہ نہ صرف جونا گڑھ بلکہ ان تمام ریاستوں کا جن کے متعلق اختلاف ہو اس اصول کے تحت فیصلہ کیا جائے۔ اور اس پر ہم اب بھی قائم ہیں۔

ہماری یہ درخواست ہے کہ کشمیر اور جونا گڑھ سے حکومت ہند اپنی فوجیں واپس بلا لے۔ دونوں میں سے کسی بھی سیاست میں پاکستان کی فوج موجود نہیں رہے۔ اس کے بعد بھارتی وفد کے لیڈر مسٹر گوپال سوامی آجنگر نے مسئلہ جونا گڑھ پر اپنی حکومت کی پالیسی کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ ”میں نے اپنی حکومت کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اگر ملکی برقی قوت استغواب رائے کو ملتوی کر دیا جائے اور حکومت ہند اس نتیجہ پر پہنچی کہ استغواب رائے کے انعقاد کے انتظامات اس حد تک مکمل ہو چکے تھے کہ اگر یہ کام مکمل کر دیا جاتا ہے تو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس سے انتظامی انتشار پیدا ہو گا۔“

آخری تقریر

مسٹر آئنگر کا طویل تقریر کے بعد چوہدری قمر اللہ خان نے بعض نکات کی مزید وضاحت کی انہوں نے خصوصاً کہا کہ ”کراچی کے ڈان اخبار میں دو برطانوی نامہ نگاروں کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ وہ ڈاکٹر ڈالنے میں رازداری سے قطعی کام نہیں لیا گیا۔ اور جو بلیٹ پیپر رائے دہندگان کو دیئے گئے تھے ان پر نمبر چسپے ہوئے تھے جس سے رائے دینے والے کی پہچان بہ آسانی ہو سکتی تھی۔ نامہ نگار اس دولت جونا گڑھ میں

ملے "جونا گڑھ" صفحہ ۳۲۴-۳۲۵

ملے "جونا گڑھ" صفحہ ۳۵۲-۳۵۳

موجود تھے۔ اور انتہواب رائے کا اعتقاد انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۱۳۱
انہوں نے مزید کہا کہ

”کیا وزیر اعظم کو یہ اختیار تھا کہ وہ ریاست کا نظام حکومت ریجنل کمشنر کے سپرد
کر دے؟ یہ ہے پہلی بات۔ ثانی جیت کے ماسواہ وہ صورت حالات جس کی وجہ
سے ریجنل کمشنر کو یہ درخواست کی گئی وہ حکومت ہند کے ان اقدامات کا نتیجہ تھی جو
وسط ستمبر اور اس کے بعد اقتصادی رکاوٹ ختمی کی راہ ریاست پر عملے اور عارضی
حکومت کی بہت انزالی کی شکل میں رونما ہوئے۔ میری یہ فکر دلیل ہے کہ چونکہ
یہ حالات حکومت ہند کے پیدا کردہ تھے اس لئے ۹ نومبر کی شام کو ریاست میں
ہندوستانی انواع کے داخلے کا کوئی جواز نہیں ۱۳۲

”کشمیر میں عوام نے مہاراجہ کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی ہے ان کی
فوج شکست خوردہ ہو کر منتشر ہو گئی ہے اور مہاراجہ کی حکومت ریاست کشمیر کے
صرف ایک حصہ پر قائم ہے وہ لوگ جو مہاراجہ کے خلاف کھلی بغاوت پر اتر گئے
ہیں۔ انہوں نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ وہ مہاراجہ کی واپسی کو ناپسند کرتے ہیں
اور ان علاقوں میں مہاراجہ کو کوئی اختیار نہیں۔ اگر مشنریٹنگ کے کہنے کے مطابق
ان سوالات کا فوری طور پر فیصلہ ہونا چاہیئے تو کشمیر میں بھی ایسا ہی کیا جائے
ایک طرف یہ سوال رکھا جائے کہ آیا کشمیر ہندوستان سے الحاق اور مہاراجہ
کو برقرار رکھنا چاہتا ہے؟ اور دوسری طرف یہ سوال رکھا جائے کہ آیا کشمیر
پاکستان سے الحاق اور مہاراجہ سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے؟ اگر جونا گڑھ کے
منعلق بھی اس تجویز پر عمل کیا جائے۔ ۱۳۳

۱۳۳ ”جونا گڑھ“ صفحہ ۳۸۴

۱۳۴ ”جونا گڑھ“ صفحہ ۳۸۶

۱۳۵ ”جونا گڑھ“ صفحہ ۳۸۶

”میرزا گداگڈاگڈا“ کے سلاطین کو نسل کا اصول کے سوال سے تعلق ہے اگر اس معاملے کی تاریخ ماضی کو چھوڑ کر دونوں ڈومینین اس اصول کو تسلیم کر لے ہیں تو دونوں ریاستوں کے الٹا کی کامیاب بندوبست اسلوب رائے مل گیا جائے تو حق و انصاف کا تقاضا ہے کہ دونوں معاملات میں استصواب رائے آنا اوان اور غیر جانبدارانہ ہو۔ کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہے کہ استصواب رائے میں ایک یا دوسرے فریق کی طرف ذی کفنی ہے یا ایک قوم کو دوسری قوم کے مقابلے میں ترجیح دی گئی ہے۔ یہ بے کشمیر اور جو گداگڈا کے معاملات کا لب لباب ہے۔ مثلاً

بحث کا خاتمہ

چوہدری ظفر اللہ خان کی تقریر کے بعد سلاطین کو نسل کے صدر نے مسئلہ جو گداگڈا کی بحث کے خاتمہ کا حسب ذیل الفاظ میں اعلان کیا۔

”سلاطین کو نسل کے ممبران کو یاد ہو گا کہ مسٹر گوپال سوامی ٹیٹلر کی اپنی حکومت سے مشورے کے لئے روانگی سے قبل سلاطین کو نسل مسئلہ کشمیر کے حل کی شرائط پر غور کر رہی تھی۔ گداگڈا دو اجلاس میں چند دستاویزی و فیکل سہولت کی خاطر مسئلہ جو گداگڈا بند بحث ہوئی۔

میرزا رائے میں مسئلہ کشمیر کے حل کی بدوجہ کا وقت آگیا ہے اور اس کے بعد بلاشبہ مسئلہ جو گداگڈا کا۔ اس لئے میرزا تجویز ہے کہ آج کا اجلاس متوی کیا جائے اور مسئلہ کشمیر پر بحث کے لئے سلاطین کو نسل کا اجلاس۔ امانی پروڈ بدھ دکھا جائے مثلاً اس طرح سلاطین کو نسل میں مسئلہ جو گداگڈا کی بحث دو روز میں ختم کر دی گئی۔

اس کے دو ماہ بعد اپریل ۱۹۰۵ء میں بھارت نے اپنے علاقے سے پاکستان کی

مثلاً ”جو گداگڈا“ صفحہ ۳۹۱ تا ۳۹۲

مثلاً ”جو گداگڈا“ صفحہ ۳۹۲ تا ۳۹۳

طرف سے ملے۔ دونوں کا ہائی کمانڈر جنرل صاحبزادہ محمد علی جناح تھے۔
 انھوں نے پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ چھڑائی جو کشمیر کے مسئلے تک لڑا
 دیا۔ آخر کار ۱۹۴۷ء کے آخر میں اقوام متحدہ کی کوشش سے غائریہ فیصل میں ایک
 فیصلہ ہو گیا کہ شمالی قبضہ سلاطین اقوام متحدہ میں مشیر کے طور پر ہو جائے
 جو آخر میں پاکستان کشمیر کی طرف۔ راستہ میں راجہ اور اس وقت جو ناکہ ہو گیا تھا
 اسے نہ لگا۔ بعد کے دنوں میں مشیر کے لیے ایک کمیٹی کے دو اراکین دونوں کا
 بھی لگا۔ اگر کم آجائے لیکن جو ناکہ ہو گیا۔ جو ناکہ مسئلے کے طور پر نہیں سمجھا گیا
 کوشش نہیں کی گئی۔

ایشیہ کا خاتمہ

اس کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں دو
 جنگیں ہوئیں۔ ان دونوں جنگوں میں کشمیر ایک اہم وجہ رہا تھا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ
 کے بعد دونوں فریقین کے درمیان مسئلہ معاہدے پر دستخط کیے گئے۔ اسی معاہدے میں
 دیگر معاملات کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ آئندہ سے دونوں فریقین پاک بھارت
 معاملات صرف باہمی طریقے سے حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اسی وقت تک حکومت
 پاکستان کی طرف سے اقوام متحدہ میں مشیر کے لیے کوششیں ہو رہی تھیں
 لیکن ۱۹۷۱ء کے بعد اس قسم کی کوئی کوشش نہیں کی گئی اور چونکہ فروری ۱۹۷۱ء میں
 مشیر کو کشمیر کے ساتھ منسلک کر کے پیش کیا گیا تھا۔ اس وجہ سے ۱۹۷۱ء
 کے بعد اس مسئلہ کو اقوام متحدہ میں دوبارہ پیش کرنے کی توقع بھی تقریباً ختم ہو گئی ہے۔

پچالیس سالوں کے دوران

مالیوسی کا سفر

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مسئلہ جونا گڑھ پر فروری ۱۹۴۷ء میں صرف دو روز مکمل طور پر بحث ہوئی اور بعد میں مسئلہ کشمیر کی بحث کے دوران اس مسئلہ کا وقتاً فوقتاً مختصر ذکر ہوتا رہا۔ اسی عرصہ کے دوران پاکستان پہنچنے والے جونا گڑھ مانا دور، مانگرول، سردار گڑھ اور بانٹوا کے مسلمان اقوام متحدہ میں ہونے والی بحث کی خبریں ریڈیو پر بڑی دلچسپی اور امید کے ساتھ سنتے تھے۔ بین الاقوامی ایجنسیوں سے بے خبر یہ لوگ اس فوش لیس میں مبتلا تھے کہ چوہدری ظفر اللہ خان کسی عہدہ پر جونا گڑھ واپس مل جانے کا اعلان کریں گے۔ اور وہ لوگ جلد ہی شاہی دربار میں اپنے آباہی دھن واپس پہنچ جائیں گے۔

یہی وقت گزرتا گیا۔ اقوام متحدہ میں بحث کے دوران جونا گڑھ کا ذکر کم سے کم ہوتا گیا اور ان لوگوں کی امیدیں آہستہ آہستہ مالیوسی میں تبدیل ہونے لگیں۔ اس کے بعد جونا گڑھ کا نام بین الاقوامی سطح پر تو کبھی قومی سطح پر بھی شاید کہیں نہیں آتا ہے۔

اقوام متحدہ کو عرضداشت

سلامتی کونسل نے مسئلہ جو ناگڈھہ کی بھارتی تقسیم ہو جانے کے پچھ ماہ بعد اقوام متحدہ کے پاک بھارت کمیشن کے چیئرمین سر افریڈ کونز نوٹس کی ابتدا میں کہا پی آئے۔ اس وقت ریاست جو ناگڈھہ کے مسلمانوں کی طرف سے انہیں ایک عرضداشت پیش کی گئی۔ جس میں بھارت کو بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کہتے ہوئے ریاست جو ناگڈھہ پر قبضہ اور نتیجتاً ریاست کے مسلمان باشندوں کو بین الاقوامی سطح پر مذمت کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس درخواست میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ حکومت پاکستان الحاق جو ناگڈھہ کو تسلیم کرنے کے وجود میں یہ سب کچھ غلطیوں سے انکبھتی اور غیر فعال رہی ہے اور جو ناگڈھہ کے مسئلہ کو تسخیر کی آڑ میں چمکشت ڈال دیا گیا ہے۔

بندائی چند برسوں میں پاکستان کی پارلیمنٹ میں بھارتی ممبران کی طرف سے بھی کھار مسئلہ جو ناگڈھہ اٹھانے کی کوششیں کی جاتی رہیں جو کہ ناکام رہیں۔

آج کا جو ناگڈھہ

برصغیر کی آزادی کے آٹھ ماہ بعد جو ناگڈھہ سمیت کاٹھیاواڑ کی تمام بھارتی پرستھیں ایک صوبہ سوڈا شریٹھیں دیا گیا تھا۔ ۱۹۵۶ء میں سوڈا شریٹھ کو عظیم تر صوبہ بمبئی کے ساتھ شامل کر کے اس کے ضلع و وجود کو بھی ختم کر دیا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۵۶ء میں صوبہ ہمارا شریٹھ صوبہ بمبئی سے بمبئی شریٹھ چھین لیا اور بقیہ تمام علاقے کو صوبہ بھارت کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ اس تمام عرصہ میں جو ناگڈھہ کو ایک ضلع کا مقام دیا گیا تھا جس کی سرحدیں تبدیل ہوتی رہتی تھیں سوڈا ضلع جو ناگڈھہ بہ نسبت سابقہ ریاست جو ناگڈھہ کے کافی وسیع علاقے پر محیط ہوا۔ ریاست پر بھارتی قبضہ کے بعد مسلمانوں خصوصاً مین برادری کی بڑے

ہمیانے پر ہجرت کے بعد اس پورے علاقے کی معیشت متزلزل ہو گئی تھی کیونکہ یہ لوگ
 ہی ریاست کے سب سے بڑے صارف (CONSUMERS) تھے بہت
 سی چھوٹی چھوٹی صنعتیں بند ہو گئیں اور اتنے ہی کارنگر اور مختلف اشیاء کے چھوٹے
 چھوٹے دکاندار بیکار ہو گئے تھے۔ مقامی ہندوؤں اور مسندھ سے آنے والے ہندو
 مہاجرین کی کوششوں کے نتیجے میں پانچ سات سال بعد حالات پھر معمول پر آنے شروع
 ہو گئے تھے۔

اس کے باوجود حکومت بھارت سابقہ ریاست جو ناگڑہ کے متعلقہ علاقے کی
 ترقی کے لئے دانستہ طور پر کوئی سکیمیں نافذ نہیں کرتی تھی۔ حکومت ہند کی یہ
 دانستہ لا پرواہی سال ۱۹۷۱ء تک جاری رہی۔ شملہ معاہدے کے بعد حکومت بھارت کو
 شاید یہ یقین ہو گیا کہ حکومت پاکستان اب ریاست جو ناگڑہ کے لئے کوئی دعویٰ نہیں
 کرے گی چنانچہ اس کے بعد جو ناگڑہ کے متعلقہ علاقے کی ترقی کے لئے بڑے
 پیمانے پر کوششوں کی ابتداء ہوئی یہ علاقہ پہلے ہی قدرتی وسائل کی دولت سے
 مالا مال تھا۔ اب جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ متعدد صنعتیں قائم ہو رہی ہیں جس کی وجہ سے
 یہ علاقہ بڑی تیزی کے ساتھ اقتصادی ترقی کے مراحل طے کرنے لگا۔ اس کے
 ساتھ ہی اس کی تاریخی یادگاروں کے سبب وہاں سیاست کو فروغ حاصل ہو رہا ہے
 یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ حکومت بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں آج تک بیابان
 کے علاقہ کسی بھی بڑی صنعت کی بنیاد نہیں ڈالی۔

اس صنعتی ترقی کا تقریباً تمام تر مفاد ان ہندوؤں کے لئے ہے جو اس علاقہ
 جو یہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ مسلمانوں میں سے کبیر سنگھ، جی۔ جی۔
 کے مکان کچھ آسودہ حال ہیں ان کے سوا تمام مسلمان بالوغریب میں بالکلے سڑے
 طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ڈیرہ بھر، کٹہہ ٹھرا، پھیری والے، مزدور اور
 چھوٹے چھوٹے دکاندار کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔
 زندگی کی نصف صدی عبور کرنے والے لوگ جن میں ہندو اور مسلمان

وہ لوگ شامل ہیں آج بھی نوابی دور حکومت کو ہیبت ہی محسوس اور وارفتگی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اس دور میں انہیں جو تعلیم، حالت، سماجی اور مذہبی جوتہیں حاصل تھیں اور آسائشیں مہیا تھیں۔ وہ ان کے ماضی کی یاد کو خوشگوار محسوس کرتے ہیں جو ناکندہ کے بند و باندھن سے سابقہ ریاست کے ایسے ہیں جو کتا بن جائے گی کہ ان میں صرف خواب مہابت خانی کے پاکستان سے الحاق کے بیٹھے پرستہ کی گئی ہے اس کے سوا نوابی دور حکومت کے خلاف کوئی شکایت یا الزام تراکی نہیں ملتی۔

تاریخی یادگاریں

قوال ماسلمان کے تقریباً تمام عقائد کا اسی وقت سرکاری و غیر سرکاری طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

موتی باغ۔ جہاں متعدد اقسام کے درخت، پودے اور نباتات کا ذخیرہ
 تھا کیا گیا تھا۔ وہاں اسی وقت ایک دیگر بکچرل کاٹ قائم کیا گیا ہے۔ کانپارڈ
 کتب سے پہلے ایک ڈسپیدی ہونے کا قصور اعرار رکھنے والی بیاد و خالچی
 و خبر دی آج بھی اسی نام سے مروج رہے اور ہر سال لاکھوں قارئین، طلباء و دانشور
 اور محققین استفادہ کرتے ہیں۔ اسی طرح جمیل شاہ و آثار کی یاد میں قائم کی گئی
 پروکسی باپٹن آج بھی خزانوں میں جنوں کی نعمت کدہ ہی ہے۔ و آثار کی پیاری
 پرواقع جمیل شاہ و آثار کے بچہ کی رونق آج بھی چھپنے کی طرح قائم و دائم ہے
 گزشتہ پورے آٹھ سو اور چھپن مذاہب کے متعدد مقامات کی اہیت میں بھی کوئی
 کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔

جو آگے کی بجائے پیچھے کے بعد سرور پیش اور دیگر بندو رہنماؤں
نے سونا کہ کہیں یہ کھٹاتے کا دورہ کیا تھا اور اس کی طرف سے اسے
کا اعلان کیا تھا۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

کے ساتھ پہرہ خاک کر دیا گیا۔

نواب مہابت خانگی کی یاد میں کراچی کی ایک مشہور سڑک اسٹیک منٹ روڈ
(EMBANKMENT ROAD) کو نواب مہابت خانگی روڈ کے نام سے
سوسوم کر دیا گیا۔ تین فرلانگ طویل اس سڑک کے ایک سرے پر اسماعیلی جماعت خزانہ
شاخہ عمارت کھڑی ہے جبکہ دوسرے سرے پر لیبار کیٹ واقع ہے۔ سڑک کے
ایک طرف کاٹھیاواڑ اور گجرات کے مسلمانوں کی بلند و بالا بانٹھی عمارتیں اور
دوسری جانب ایک قدیم ہسپتال جو سینٹ ہسپتال کے نام سے مشہور ہے کتیاز
میں ایسوسی ایشن کا ایجوکیشنل اینڈ ملکیٹیل سینٹر، آغا خان گریڈ اسکول، بانٹوا کی ایک
ان پریمہ صوبہ علم خاتون حاجیانی خدیجہ بان کی قائم کردہ رونق اسلام گریڈ کالج،
انجمن ایرانیائیں ہال، کتیاز میں ایسوسی ایشن کا چمک ہال، اسی ادارے کا سیکرٹری
اسکول اور کراچی کا ایک وسیع کھیل کامیڈان لکری گراؤنڈ واقع ہیں۔ لکری گراؤنڈ
کے سامنے ہی بانٹوا میں خدمت کیمٹی کی پانچ منزلہ وسیع ہسپتال بھی واقع ہے۔

دلاور خانگی کی دستار بندی

۱۹۲۱ء پر پل سلاٹ اور کوکراچی میں صدر القیاب خاں نے ولیعہد شہزادہ دلاور
خانگی کی بطور نواب جو ناگہمہ دستار بندی کی۔ دستار بندی کے بعد جو ناگہمہ
باؤس میں ایک دربار منعقد کیا گیا جس میں وہ باری شاعر جناب کاحل جو ناگہمہ
نے مروجہ نواب کو فرمایا حسین اور نواب دلاور خانگی کو بہادری دیئے ہوئے کچھ انعام
پیش کئے تھے۔ سیاست کے دغا دار رہنماؤں اور کارکنوں نے قندھار نے پیش کئے
موقع کی مہابت سے چند تقاریر کا اہتمام کیا۔

نواب دلاور خانگی بھی اپنے والد کی طرح سیاست اور عوامی زندگی سے
گہرا تعلق رکھتے آئے ہیں۔ پھر بھی سیاست جو ناگہمہ کے باشندوں کے قائم مقام
سوانحی اور تعلیمی اداروں کی طرف سے ملحقہ اداروں میں کبھی کبھار شریک مہتمم

شہرت سے دور رہنے کے باوجود بھی نواب صاحب کا مشہور نام میں بطور گورنر
تقرر کیا گیا تھا۔ اور انہوں نے سن ۱۹۱۹ء تک اس عہدے کے فرائض انجام دیئے تھے
نواب دلاور خان کی بہت مذہب پرست آدمی ہیں مطلقاً کے بہت شوقین ہیں
وہ جسے بد مذہب، جاہل الطبع اور خوش مزاج طبیعت کے مانگ ہیں دوستوں کا گھروں
میں ہونے والے تمام واقعات سے بالبرہت ہیں اور وہاں کے عوام کے کسی بھی قسم
کی آفت میں مبتلا ہونے کی صورت میں وہ اس کا شدید اثر لینے لگتے ہیں۔

دیگر کردار

سرشاہنواز بھٹو نے الحاق ہونا گدھ کے سلسلے میں تاریخی ساز کردار ادا کرنے
کے بعد سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور سابقہ گدھ کے ٹھیکہ دار سال
بعد نومبر ۱۹۵۵ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ریاست پر بھارت کے قبضے کے بعد انادور کے شیخ غلام محمد کو کچھ اور
کے لئے بھادونگر کے مہاراجہ کے پاس اور مانگروال کے شیخ خیر الدین کو بہرہ ندر
کے رانا کے پاس بطور سرکاری مہمان رکھا گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد آزادوں نے ان
وہ دونوں کو اپنے آگے۔ بعد میں شیخ غلام محمد کو ان کی حکومت کے بہت سی
دندر میں بطور ایک رکن شامل کیا گیا۔ اس وقت مانادور اور مانگروال کے شیخ
سامیان کراچی میں پھیر مہات ہیں۔

سرشاہنواز بھٹو نے بھارت نامہ کے نقطے میں دیکھی رہا اس کی بنا پر ان کے
والے دندورنگ کا قسم کر دینے کی ہوشماری تھی کہ ان کا ہم عصر مہات کو مانگروال
میں پہنچانے کے کچھ عرصہ بعد وہ دیکھ بھٹو میں انتقال کر گئے۔
جو مانگروال کے مہاراجہ کے مہمان بن کر ان کی گورنری میں شریانی کے
ایکشن منتقل ہوئے۔ یہودی مانگروال کی نشست کے لئے ان کے ایک ایک مہاراجہ
کے مقابلے میں انہیں شکست ہوئی۔ وہ ان کے ساتھ جو ان کو بھی انتقال ہو گیا۔

بھارتی مسووموں کے ساتھ ملک کی ٹینیں بعض دسی ریاستوں کے عوام میں
لئے حکام کی بد انتظامی کے خلاف انتشار پیدا ہونے لگا۔ مغربی بھارت کے بعض
مقامی حکمرانوں نے اپنی ریاستوں سے بد انتظامی غم کرانے کے لئے بھارت سے
کٹ گئے الحاق سے انکے ہونے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے ۱۹۴۷ء کی دہد اور عیسائی
میں اپنی ایک علیحدہ یونین تشکیل دی۔ بڑود کے مہاراجہ پر تاجابست کہ راؤ اس
یونین کے صدر تھے۔ وہ لٹاف ریاستوں میں ہاکر الحاق کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے
لگے پتاچہ ان کو اپریل ۱۹۴۸ء میں معزول کر کے دلیہد فتح سنگھ راؤ کو مہاراجہ
نارایا۔ اس کے ساتھ ہی الحاق کے خلاف تحریک کا خاتمہ ہو گیا۔

کیا جس میں جو ناگدھ کے باشندوں کی متکوری ذلی گناہوں کو مصلح دیا گیا ہو۔
 (د) ریاست جو ناگدھ سے متعلق ہر ایک مسئلے کو حل کرنے کے لئے ایک خاص ادارہ
 تشکیل دیا جائے۔

۱۷۔ ریاست جو ناگدھ کے بیشتر باشندے اپنی کوششوں سے آباد ہو چکے ہیں
 لیکن پھر بھی بہت سے غریب غاندھوں کی آباد کاری کے لئے مناسب راضی
 الاٹ کیا جائے۔

۱۸۔ ماضی میں ریاست جو ناگدھ کے طلباء کے لئے انجینئرنگ اور میڈیکل کالجز
 میں نشستیں مخصوص تھیں ان کو دوبارہ بحال کیا جائے۔

۱۹۔ ۱۹۵۱ء سے قبل نواب صاحب کو بعض خصوصی مراعات اور بہولیات حاصل تھیں
 جو بغیر کسی وجہ کے ختم کر دی گئی تھیں۔ ان کو دوبارہ بحال کیا جائے۔

۲۰۔ سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں باشندگان جو ناگدھ کے لئے کوئی خصوصی
 کیا جائے۔

۲۱۔ ریاست جو ناگدھ کے شہری جو پاکستان میں اگر آباد ہونا چاہتے ہیں ان کو
 پاکستان تہجرت حاصل کرنے میں بڑی مشکلات کا سامنا ہے اس کا ردال کو آسان
 بنانے کے لئے وزارت داخلہ میں فیڈریشن کے تعاون سے ایک خصوصی ڈپارٹمنٹ
 قائم کیا جائے۔

۲۲۔ حکومت پاکستان کے اعلیٰ حکام سندھ جو ناگدھ کو ہائل ڈراموں کر چکے ہیں اور
 کوئی اس کو نام تک نہیں دیتا۔ ہم اس کا سبب نہیں سمجھ سکتے۔ ہم یہ مسئلہ فوراً
 متحدہ میں پیش کرنے کے بعد ہو گئے ہیں۔ سندھ جو ناگدھ کے مسئلے میں بہت ناچ
 قسم کوئی پایا جائے۔

کیا وہ غلط تھی؟

اس پر نہیں دیتے جو ناگدھ کے ایک معروف گروائی دانشور جناب مولانا

تہذیب نے آئینہ سامنے رکھ دیا تو بڑا ہلاک آگے منواں کے تحت ایک مضمون میں
 ایشیائی برادری کے خیالات کو حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے۔
 "مجلس اربعہ کا وفد مل اور جہانگدہ کے سوال پر مکمل خاموشی ہی بات
 کی تیار رہ کر کے ہیں کہ وہ باتوں پر چاہتے ہیں کہ طویل مدت میں جہانگدہ کو خود
 جہانگدہ کی درجہ الیہاں بھارت کے سونے کے متراویف ہے، یادداشتی وہ اس میں
 کے کسی بھی پہلو سے صحیح و معقول نہیں، اگر ایسا ہے تو یہ بھارت سے ملے بڑی بڑی
 عرصہ کے ملے بڑی ہی شرم کی بات ہے۔ کیا وہ چاہتے ہیں کہ ہم جہانگدہ کے لوگ
 پتھوٹ کر ملے یہ ہمیں جو جائیں کہ بھارت کو پتہ نہ کہ ساتھ شامل کر لیں یہیں غلطی تو
 نہیں کہ وہ کیا وہ اس کے خلاف اور عیاں کہ یہاں نام سے سو اور فضول نہیں م

کیا کھویا کیا پایا؟

منفرد ریاست

اسی طرح کہ سلطان سلطنتوں اور ریاستوں کے مروجہ و اصول کے تحت کی گئی ہے
 ہر سال ہونے والی ان سلطنتوں اور ریاستوں کی انگریزوں کے پہلے ذوالیہ کے بعد بہت کم
 یاد گاری اور تاثرات لفظی کر رہا ہے اور وہ بھی ان کے اپنے منطقہ علاقے میں
 خود و ذاتی ہے لیکن چند منفرد سلطنتوں اور ریاستوں کے پہلے ذوالیہ کے بعد ہر سال
 تاثرات لفظی کر رہا ہے جو ان کے منطقہ علاقے کی صورت سے ابھرتے ہیں کہ انگریزوں کی
 لائق اور وصف میں ان کے ہر حال کے ہیں

سلطان برادر خان اور سلطان احمد خان کی لڑائی کے بعد ان کے بعد کا فیصلہ ان کے حوالے
 کر اور ان کے حوالے کی پر حال حال میں ہوا ہے کہ ان کے بعد کا فیصلہ ان کے حوالے کر
 لیا گیا ہے اور ہونے لگا ہے کہ ان کے بعد کا فیصلہ ان کے حوالے کر لیا گیا ہے
 لیکن سلطنتوں کی ان کے بعد کا فیصلہ ان کے حوالے کر لیا گیا ہے کہ ان کے بعد کا فیصلہ
 ان کے حوالے کر لیا گیا ہے کہ ان کے بعد کا فیصلہ ان کے حوالے کر لیا گیا ہے کہ ان کے بعد کا فیصلہ
 ان کے حوالے کر لیا گیا ہے کہ ان کے بعد کا فیصلہ ان کے حوالے کر لیا گیا ہے کہ ان کے بعد کا فیصلہ
 ان کے حوالے کر لیا گیا ہے کہ ان کے بعد کا فیصلہ ان کے حوالے کر لیا گیا ہے کہ ان کے بعد کا فیصلہ

مقرر دے کر اس کی جائیداد ضبط

کر لی جاتی تھی اس قانون پر نہایت بے دردی سے عمل کیا گیا جس کی وجہ سے
کاٹھیاواڑ اور گجرات کے مسلمانوں کی ہجرت کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جو ۱۹۵۵ء
تک جاری رہا۔

گجراتی مسلمان

کاٹھیاواڑ، گجرات، کچھ اور اپنی کئی علاقوں سے آکر پاکستان میں حکومت
اعتبار کرنے والے برہمن اور دیگر برادری کے مسلمانوں کو "گجراتی مسلمان" کے
نام سے پہچانا جاتا ہے چونکہ ان کے آبائی وطن میں گجراتی اور اس کی ذیلی زبانیں ان
کی روزمرہ بول چال اور کاروبار میں استعمال کی جاتی تھیں اس لئے یہاں پاکستان میں
بھی ان کی بہت بڑی اکثریت بھی زبانیں اپنے باہمی بول چال اور کاروبار میں استعمال
کرتے ہیں۔

ان گجراتی مسلمانوں نے پاکستان آکر کبھی بھی مہاجر ہونے کا دعویٰ کر کے
اپنی آباؤ اجداد کے لئے حکومت سے کوئی امداد طلب نہیں کی۔ بلکہ دیگر مسلمانوں کے
دکھوں مہاجرین کو خود اپنی مبالغہ سے امداد دی ہیں۔ قومی زندگی کے مختلف
 شعبوں میں انہوں نے حکومت سے کبھی کسی قسم کی کوئی مالی امداد طلب نہیں کی
اور صرف نجی وسائل، ذاتی محنت اور حکمت و مہارت کے ساتھ ان گنت فخریہ
سہولتیں انجام دیئے ہیں۔

غراب مہاجرت خدائی کے الحاق ہونے کے بعد کے اعلیٰ فیصلے کے نتیجے میں پاکستان
آنے والے ان گجراتی مسلمانوں اور خصوصاً مہاجرینوں نے بھارت میں بھاری نقصان
اٹھانے کے باوجود پاکستان کی اس وقت کی بیمار و کمزور معیشت کو استحکام
دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

میسنوں کا کردار

لاٹھیادار کے مبین مسلم لیگ کے پُر جوش حامی تھے جن کے نتیجے میں انڈیا اور گجرات کے میسنوں کو مکمل طور پر ٹوٹ لیا گیا۔ بیشتر دیگر مقامات کے ہزاروں میسنوں کو اپنے گھر بار، کاروبار اور کروڑوں روپے کے املاک چھوڑ کر پاکستان آیا۔ اس ہجرت کے نتیجے میں مختلف طبقوں کے میسنوں کو کل کتنا نقصان ہوا اس کا صحیح تخمینہ لگانا تو ناممکن ہے لیکن ایک محتاط انداز سے کے مطابق یہ نقصان پندرہ ارب روپوں تک جا پہنچتا ہے مبین برادری کے مختلف چوٹی کے تاجروں کو بھارت میں املاک اور دیگر اثاثوں کا کتنا بھاری نقصان ہوا۔ اس کی صرف ایک مثال یہاں پیش کی جا رہی ہے۔

بانٹوا میں حسین قاسم دادا کے خاندان کی کل دو کروڑ اٹھائیس لاکھ روپے کی غیر منقول جائیداد تھی۔ ان میں سے دو کروڑ روپے کی جائیداد "وقف الاولاد" کے طور پر قاسمی فنڈ کے نام تھی۔ بیس لاکھ روپے کی رقم دیگر افراد کے لئے حسین فنڈ کے نام تھی اور آٹھ لاکھ روپے کی جائیداد حسین قاسم ٹرانسٹ اینڈ میرٹیل وقف فنڈ کے نام تھی۔ ان کے اس تمام مشرکہ جائیداد کے دعویٰ کے نتیجے میں ان کو اور ان کے دس بیٹوں کو پاکستان میں پینتیس لاکھ روپے کا معاوضہ دیا گیا تھا۔ ان کے دس کے وقت برصغیر میں ان کی ۱۲ کاروباری شاخیں موجود تھیں۔ جن میں سے صرف دس کے سوا باقی تمام بھارت میں واقع تھیں۔ حکومت بھارت نے ان تمام شاخوں کو حیران کن جائیداد قرار دے کر ضبط کر لی تھی۔ ان تمام شاخوں میں کروڑ ہا روپے کا جمہوریت سامان موجود تھا۔ ان میں سے کئی شاخیں اپنی ہی علامتیں رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ مختلف بینکوں اور صنعتوں میں دادا خاندان کے پاس لاکھ روپے نقد اور حصص بھی تھے جنہیں ان تمام املاک اور اثاثوں کا معاوضہ نہیں دیا گیا۔ دیگر بڑے نے بھی کروڑ ہا روپے تک کی نقدی حصص، تجارتی سامان، جائیدادیں اور اثاثے

اس کے باوجود بھی یسوں برآمدہ گئے وہ چھری یسوں کوئی تیس کے قریب
 کے اور کچھ وسیع خود کی سطح پر بھی گئی اسی کا بہت بڑا حصہ سڑک
 کا تھوڑا کر کے دیکر بھاری کسٹوں میں لے بند کر دیا تھا پھر بھی بعض بار وہ ان کے
 ایک خاص حصہ کو ان کے اپنے ساتھ لے گئے میں کا یہاں رہے تھے جس نے پاکستان
 کی سڑکوں پر مسافر کو سب سے پہلے میں ہم کو روک دیا کی تھا

میں نے ایک چیز جو پھر سے یسوں نے روٹ لکے تھے وہ ان کی تھوڑی سی
 بڑی اور عمدہ اور جرات بھی جو ان کو کسی بھی سڑک پر بھیج دیا وہ ان کی میں بھی
 ہزارت تھوڑی سی میں مسافر کو ان کے پہلے کی طاقت رکھتی تھی

بانٹو کی بربادی۔ پاکستان کی خوشحالی

پورے کا ٹھیکہ دار کے تو کیا لیکن صرف بانٹو کے یسوں کی ہجرت سے پاکستان
 کو کتنے بڑے فوائد حاصل ہوئے۔ اس کا ذکر معروف مصنف جناب انیس احمد بھٹری
 نے حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

سرکار گڈو اور بانٹو پر ہندوستانی فوجوں نے قبضہ نہ کیا ہوتا۔ اور وہ ان کے
 مسافر کو بڑے دھم دھم کے پیارے ٹوٹے ہوئے تو پاکستان کو اتنا بڑا نقصان پہنچتا
 کہ اسی کا وجود خطرہ میں پڑ جاتا۔ کا ٹھیکہ دار کے سرکار گڈو اور بانٹو کے
 یسوں میں کوئی سروکار نہ تھا اور کوئی رعب نہ تھے پر لکھنؤ تو زمانے کتنے تھے
 ان کا دوبارہ وسیع تھا اور ہر طرف پھیلا ہوا تھا تقسیم ہند کے بعد ان کا قطعاً یہ ارادہ
 نہیں تھا کہ ترک وطن کر کے پاکستان چلے جائیں جو ان کی کب سے ضرورت محسوس
 کر رہا تھا کیونکہ نہایت منظم طور پر سندھ کے ہندو ساہوکار، تاجر و صنعتکار
 اپنا سامرا سرائیکے کہ ہندوستان آ گئے تھے سندھ میں کوئی ہندوستان آ گئے
 تھے سندھ میں کوئی ہندو کی تکمیل تک نہیں پہنچی تھی۔ لیکن سرمایہ داروں نے صرف
 اس لئے ترک وطن کیا تھا کہ پاکستان کی معیشت کو دھکا لگے اس طرح وہ اپنا وجود

کامیابیوں کو دیکھ کر دہلی اور ان سے تو ہین آمیز سلوک کیا۔ ہم اس موقع پر سابق صدر
 کانگریس اچاریہ کرپانی کو بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ انہوں نے بلاوجہ ہمارے صوفی منش
 منہ کی بندھائیوں پر اپنا ذاتی اثر ڈال کر اور ڈراؤنے خواب دکھلا کر ابدیام
 کے حکم کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس نملہ کو جنوبی وسط ہند
 اور راجستھان سے آنے والے مسلمانوں نے پرکھا۔ ہمارے ہندو بھائی بغیر کسی
 روک ٹوک کے پاکستان سے دھن دولت یہاں تک کر طوطے کا پنجرہ اور ہیل بڑ
 تک لے کر بھارت ماما کے چرنوں میں بیٹھنے سے لے چلے گئے وہ تو بغیر کسی روک
 ٹوک کے اسی طرح گئے جیسے کوئی ایک ہی شہر میں ایک نئے سے دوسرے نئے
 میں منتقل ہو جائے۔ قائد اعظم کی تخت تکیہ تھی کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی بھیس
 خالی نہ ہو اور انہیں آنے جانے اور ان کے اثاثہ کو لے جانے کی سہولت آسانی ہو
 اور اسی نے ہی راز نگہ سے اور اونٹ ٹکڑیوں کا بندرگاہ تک ایک تاجا بندہ
 رہتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جانے والے جو در قلائع اور گمراہ کئے گئے تھے
 حسرت و اس سے بہت دھن عزیز کو آخری بار دیکھتے ہوئے ہمیشہ کے لئے رونا
 حد پر چھوڑ رہے تھے۔ یہ لوگ زندہ دلی، ہفا کش لیکن عیش پرست تھے۔ ان
 جانے سے ہمارے ملک میں ایک عزم تک بے رونق رہی اور اقتصاد دی
 بھی چند دنوں کے لئے متاثر ہو گئی مہینہ بھائیوں۔ دہلی کے سوداگروں
 دیگر سیم نہروں نے کبھی کی نہرت سے کام کر کے ملک کے اقتصادی نظام
 پر کسی اثر کو فعل یہاں رہا تھا۔

متعدد کارنامے

مہسول اور دیگر اہم اوقاف مسلمانوں نے پاکستان میں شہادت، خدمت
 شہادت اور نجات و مسود کے شعبہ کے لئے لگائی ہیں جو اہم خدمات انجام
 دیں۔ ان میں سے ایک ہے "بے تیغ سپاہی سکونت" ۱۳۲۱-۲۲

ہیں اس کو بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ یا عمر اتنا کتنا کافی ہو
 تاکہ پاکستان کی دس کروڑ کی آبادی میں گجراتی مسلمان صرف تین فیصد ہونے کے باوجود
 شد وجہ والا تمام شعبہ جات میں ان کا حصہ ان کی آبادی کے مقابلے میں بہت ہی
 زیادہ رہے۔ اس کا ایک ہی نتیجہ ہے جیجیڑ اور دیگر تجارتی اداروں میں وہ اہم مقام کے
 حامل ہیں۔ نیز اس برادری کے صلیبی پسند، ایسا سن اور پرنسپل ہونے کی وجہ سے
 لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دیگر اقوام کے مقابلے میں گجراتیوں
 کے پڑوس میں رہائش اختیار کرنے کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔

نظم و ضبط اور اتحاد

یہ سب گجراتی مسلمان اعلیٰ قسم کا سماجی نظام رکھتے ہیں۔ ان کی ہر ایک برادری
 کے متعدد سماجی ادارے ہیں جو جماعت کے نام سے پکارتے جاتے ہیں۔ یہ جماعتیں
 سماجی معاملات میں نظم و ضبط نافذ کرتی ہیں۔ فرسودہ رسم و رواج کو ختم کرنے کی کوشش
 کرتی رہتی ہیں اور اپنے مستحق ارکان کو مختلف طریقوں سے امداد دیتی رہتی ہیں۔
 ان میں سے کئی سماجی اداروں نے متعدد کلینک، ہسپتالز، زریعہ خانے، اسکولز،
 مدرسے، کالج وغیرہ قائم کئے ہیں جن سے ہر پاکستانی بلا امتیاز قوم و نسل مستفید
 ہو سکتا ہے۔ یہ تمام ادارے ہر سال اپنی کارکردگی کی سالانہ رپورٹ شائع کرتے
 ہیں اور ان کے عہدہ داران کا باقاعدہ انتخاب کیا جاتا ہے۔ ان میں سے چند بڑی
 برادریوں کے اپنے مرکزی ادارے بھی ہیں۔ گجراتی مسلمانوں میں تعلیم کا اوسط نسبت
 دوسری اقوام کے زیادہ ہے۔

یہ تمام گجراتی خدمتی ادارے ہر سال خدمت خلق کے لئے کئی کمائی رقومات خرچ
 کرتے ہیں۔ ان کا اندازہ کئی کروڑوں تک جا پہنچتا ہے۔

سیاست کے میدان میں

[illegible]

بڑا نقصان

انہاں کے چھپے ہیں ہاتھوں گجراتی مسلمانوں کو ترکہ وطن کرنا چڑا کر ڈیڑھ
رو چھپے کی اٹاکی گجراتی پڑی اور پہلے مشورہ الہی عامہ ان کو چھوڑنا پڑا۔ پاکستان
میں سترہ حالات کے واسطے کے تحت ان کی زبان تک پہنچی گئی اور وہ اپنے قومی
ہوش اور سالانہ تاریخ بھی پڑی ہوئی تھی۔ ان کی امداد کے چلنے والے ہوش
تعمیم کا یوں ہیں ان کی رہنمائی کی تعلیم کے لئے کوئی بھی مقام و محل پاکستان کے
والے گجراتی مسلمانوں کو چھپے والا ہے۔ سے بڑا لیکن کسی نقصان تھا۔

اس کے اور وہ بھی ۲ گجراتی اہلکارات اور ایک سے بھی زیادہ انسان کے کاروبار
کی بہت بڑی تعداد نے اشاعت کے ٹھہرے ہیں گجراتی کو پاکستان کی نو بین صوبائی
تعمیم کے رکھا ہے۔ تقریباً تین چاروں میں مصطفیٰ انہاں کے اہلکارات سے
اس زمانہ کے امیاء کی کوششوں میں مقصد ہے کہ وہ پاکستان میں گجراتی زبان
حکومت کی اور خود گجراتیوں کے لئے تو یہی اور تعادل کے اور وہ درجہ ہے اور
گجراتی اشاعت کے کوششوں چار اطراف میں رہی ہے۔

حرف آخر

ہر ایک کو یہاں سے مل جائے گی۔ یہ ہے اس کو روکا جائے گا پس سوچنا نہیں چاہئے
 جو یہی حد کے وسط میں ہوگا اس کے ذریعہ سے سب میں دنیا کے تقریباً تمام
 ملکوں کے بادشاہیں یہ جلیں اس کے ساتھ راستہ ہو گا کہ وہ بھی ہر ایک پارینہ بن
 لیں لیکن وہ سو سال تک رہیں گے۔ یہ ہر ایک کے لئے ایک نیا نیا وسیع ملک ہو گا
 کاسیہ کی طرح

اب یہاں تک کہ اسے اپنی راست کے الائی کا فیصلہ کیا اس وقت شاید
 اس کے دویم و تیسری میں یہ بات ہو گی کہ اس کے بعد چھاتی افواج کے
 لئے اس کے ساتھ راست کے بیٹے سلطان کو اور ان کے ساتھ کاشیہ اور
 اور گرجان کے ملکوں سلطان کو اپنا خودی ہو گا۔ یہاں سے اس کے لئے گرجان
 کے ساتھ راست کے بیٹے اور اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 یہی ہو گا کہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اب یہاں تک کہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

ختم شد

حوالہ جات

کتابیں گجراتی

- ۱۔ پروفیسر لال ورمہمان شاہ، "دشادو چکرت" (زیریں پکری)،
گاندھی سائنس سنٹر، سورت - ۱۹۶۳ء
- ۲۔ حبیبہ کھانی، "پاکستان اور چین" (۱۹۵۵ء)
- ۳۔ رتوجانی گوٹھاری، "جون گڈو فادر کراتی" (مونا گڈو کراتی) (۱۹۵۵ء)
- ۴۔ گورادیند سنسر، بیٹی - ۱۹۴۹ء
- ۵۔ رتوجانی گوٹھاری، "ساریکا سورگ" (۱۹۵۵ء)
- ۶۔ منتریم شیمو پرشاد دیسائی، غیر مطبوعہ فارسی سورت، سن ۱۹۵۵ء
- ۷۔ مان ترینا گجراتی، "پر جھاس پر کاش" (جونا گڈو)
- ۸۔ شیمو پرشاد دیسائی، "سوراشٹر فائیس" (ساریکا سورگ)
- ۹۔ سورگ سیشن سنسر کراتی، "جون گڈو" - ۱۹۵۵ء
- ۱۰۔ عمر فاضل فاروقی، "نوبیڈ ٹوٹ" (رخون اوردوٹ) - ۱۹۵۵ء
- ۱۱۔ عوامی فاروقی، "پائیس ورس" (پکری پکری) - ۱۹۵۵ء
- ۱۲۔ سکرم "آٹو اڈر پکری" - ۱۹۵۵ء

۱. نام و نام خانوادگی: ...
۲. شماره دانشجویی: ...
۳. تاریخ: ...

201

تاریخ اسلام - جلد اول - باب اول - تاریخ اسلام
 قمری ۱۲۸۰ - ۱۲۸۱
 ۱۲۸۰ - ۱۲۸۱

THE UNIVERSITY OF CHICAGO PRESS
CHICAGO, ILL. 60637
U.S.A.
LONDON: ROUTLEDGE Kegan Paul
27, AVONDALE AVE., NEW YORK, N.Y. 10023
U.S.A.
SINGAPORE: EAST-ASIAN LIBRARY SERVICE
1, MARINE DRIVE, SINGAPORE 11
MALAYSIA: EAST-ASIAN LIBRARY SERVICE
1, MARINE DRIVE, SINGAPORE 11

1998

تاریخ ۱۳۰۲

26

[illegible]

ٹوان گجراتی

۱۔ ۲۰۰۰ سالہ قدیمہ راجستھان (شعبہ ہندو)

کویتا نامہ مہینہ ایسی ہی ایشیائی کا دس سالہ مجلہ ۱۹۹۱ء

۲۔ ۲۰۰۰ سالہ قدیمہ راجستھان (شعبہ ہندو)

۳۔ ۲۰۰۰ سالہ قدیمہ راجستھان (شعبہ ہندو)

۴۔ ۲۰۰۰ سالہ قدیمہ راجستھان (شعبہ ہندو)

۵۔ ۲۰۰۰ سالہ قدیمہ راجستھان (شعبہ ہندو)

مہینہ مہینہ گجراتی

۶۔ ۲۰۰۰ سالہ قدیمہ راجستھان (شعبہ ہندو)

مہینہ سماج

۷۔ ۲۰۰۰ سالہ قدیمہ راجستھان (شعبہ ہندو)

۸۔ ۲۰۰۰ سالہ قدیمہ راجستھان (شعبہ ہندو)

مہینہ علم

۹۔ ۲۰۰۰ سالہ قدیمہ راجستھان (شعبہ ہندو)

دھرم

۱۰۔ ۲۰۰۰ سالہ قدیمہ راجستھان (شعبہ ہندو)

۱۱۔ ۲۰۰۰ سالہ قدیمہ راجستھان (شعبہ ہندو)

گجراتی روزنامے اور جرائد

- ۱۔ "مسلم ٹائمز" روزنامہ، بمبئی، مدیر "مادانی"
- ۲۔ "مسلم بیلٹن" ہفتہ وار، راجکوٹ اُمدیہ، "نور"
- ۳۔ "مسلم گجرات" (ہفتہ وار سورت) مدیر، "مادانی"
- ۴۔ "پاکستان" ہفتہ وار، بمبئی، مدیر "حسین خان بھٹو"

انگریزی کتابیں

1. Chaudhri Mohammad Ali: "EMERGENCE OF PAKISTAN" University of Punjab Lahore- 1973.
2. Hudson, H.V. "THE GREAT DIVIDE" Oxford University Press, Karachi- 1970.
3. Jones, Alan Campbell "MISSION WITH MONSTRATTEE" Robert Bell & Company, London- 1951.
4. Senon, V.P. "STORY OF THE INTEGRATION OF INDIAN STATES" Oriental Longman, Calcutta. 1956.
5. "TIMES OF INDIA DIRECTORY", 1939.

ملاقاتیں

مندرجہ ذیل فہرست میں تحریر کئے گئے تمام انسداد سوائے ایک کے
اس وقت پاکستان آچکے ہیں۔

تو میں ان افراد کے آبائی مقامات کے نام تحریر کئے ہیں۔

- ۱۔ جناب اختر ایل۔ ایل۔ بی (دوبی اول)
- ۲۔ جناب اسماعیل ابراہیم کاروات (جونانگڑھ)
- ۳۔ جناب اسحاق محمد امریلیا (دوتھلی)
- ۴۔ جناب اسماعیل محمد امریلیا (دوتھلی)
- ۵۔ جناب سید اکبر علی محمد میاں (امریلیا)
- ۶۔ جناب حاجی مذاق جانو (دھورابی)
- ۷۔ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین محمد میاں مولوی (ناگروں)
- ۸۔ جناب زین العابدین "مدہوش" ترغزی (جونانگڑھ)
- ۹۔ جناب عبدالعزیز یوسف دانا والا (دھورابی)
- ۱۰۔ عبد القادر موسیٰ لاکھانی مرحوم (بھانڈوٹھرا)
- ۱۱۔ جناب عمر فاضل فاروق (کتیار)
- ۱۲۔ جناب غنی ڈولا (ترسائی)
- ۱۳۔ جناب محمد علی خواجہ ترغزی (جونانگڑھ)
- ۱۴۔ جناب شیخ نور محمد عمر (جونانگڑھ)
- ۱۵۔ جناب ولی محمد امی جی پٹیل (دوتھلی)
- ۱۶۔ جناب لارون "آگ" (دوتھلی)
- ۱۷۔ جناب یوسف حسین قاسم دادا (بانٹوا)

اشاریہ

”الحاقی جو ناگزیر“ میں جن شخصیات، مقامات اور اداروں کا ذکر کیا گیا ہے ان کو مندرجہ ذیل اشاریہ میں اکرود کے حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں جو ناگزیر ریاست، جو ناگزیر شہر، کاٹھیاواڑ، بکرات پاکستان اور ہندوستان کا اس کثرت کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے کہ ان سے متعلق صفحات کے نمبر اس اشاریہ میں مندرج ہیں سمجھے گئے تاہم جو ناگزیر ریاست اور جو ناگزیر شہر سے متعلق اہم موضوعات کا بیان جن صفحات پر ہے ان کے نمبر اس اشاریہ میں شامل کئے گئے ہیں

میں جو جی سے متعلق میری سابقہ چار کتابوں کے مطابق اس کتاب میں بھی جن مہین شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے اس اشاریہ میں ان کا نام میں ان کی ولایت خاندانی نام اور ان کے آبائی وطن کے نام کے مذکور ہے اگرچہ ان کے نام میں یکسانیت ہونے کی وجہ سے ان کی صحیح شناخت کے لئے ان کا خاندانی نام اور ان کے آبائی گاؤں کا ذکر کرنا لازمی رہتا ہے۔

... ..

Page 10

قزاق ۱۶۰ - ۱۵۳ تا ۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

اول

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

۱۶۰ - ۱۶۰

(ان)

مکتوبات ۲۵

۱۳۳ دلی قاضی

غیر ملکی محمد حسین ۵۸-۵۷

تھوٹو کھر ۱۳

نور سنگھ ۱۵۷-۱۳۳

زیند رتھوال ۸۰

نشر جہاڑپ ۵۵-۱۳

نصیر الدین شیخ ۱۸۷-۱۰۸۳-۱۶

نظام الملک ۵۲

نکوم-اسے-این ۱۳۸

نکریاست ۱۰۹

نواکریاست ۱۰۷-۱۰۳-۹۰-۶۸

نور محمد اشرف ۶۵

نور محمد ترک ۱۶۹

نور محمد جمال "نور دیکھو" ۱۵۳

نور محمد علیچ پریسی دکنیا (د) ۱۳۰

نوالپند موہن ۷۹

نور محمد علی پندت وزیر اعظم بھارت ۶۸-۵۳-۴۳

۶۹-۷۴-۷۷-۷۸-۸۳-۸۷-۹۳-۹۴-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۹

نیلیم پور ۱۱۸-۱۱۵-۱۱۳-۷۶

نیرنگ ۱۶۹

(۵)

نیرنگ ۶۱

نیرنگ ۶۸

نورتن-بہن ۶۶

نورتن-کراچی ۱۳۳

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

(۵)

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

(۵)

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

نورتن-مادانی ۶۱

مصنف کی دیگر تصانیف

مبین برادری کی تاریخ پر تحقیقاتی کتب

۱۔ پاکستان اور مبین برادری (گجراتی) (1982)

۲۔ مبین تاریخ کا خاکہ (گجراتی) 1983

ADAMJEE:

Story of a great Patriot (1984)

Memorable Memons (1986)

گجراتی تراجم

۵۔ بائبل، قرآن اور سائنس

(Maurice Bucaille: Bible, Quran & Science)

۶۔ حضرت محمدؐ

(1985) K.L. GAUBA: Prophet of the desert).

۷۔ علی آئے راسخاعت ثانی (1989)

(D.F. KARAKA: Then came Hazrat Ali)

۸۔ انیس (1987)

(Khalifa Rashid: Quran the visual presentation of the Miracle)

۹۔ ارتقاء انسان

(Maurice Bucaille: Origin of Man)

۱۰۔ عالمی مندی کا دہرہ چکر (1989)

(Ravi Batra: Great depression of 1990s)

ان کتابوں کا اسٹاک ختم ہو چکا ہے۔

مصنف کا تعارف

گجراتی زبان کے مشہور محقق و مصنف حبیب لاکھانی ۱۹۲۵ء میں کاٹھیاواڑ کے شہر امرلی میں پیدا ہوئے۔ وہیں سے ۱۹۴۷ء میں بمبئی یونیورسٹی کے میٹرک کے امتحان میں شریک ہوئے اور کامیابی حاصل کی۔ آزادی کے فوراً بعد وہ کراچی آگئے۔ ۱۹۵۱ء میں روزنامہ ”ڈان“ (گجراتی) سے اپنی صحافت اور ادبی کارکردگی کی ابتداء کی۔ اس دوران انہوں نے ایک مخلص سماجی کارکن کے طور پر بھی شہرت پائی۔ ۱۹۷۷ء میں آنکھ کی بیماری کی وجہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اس وقت تمام گجراتی مدیروں نے ایک شاندار جلسہ میں خراج تحسین کے طور پر ایک طلائی تمغہ کے ساتھ جذباتی ماحول میں انہیں الوداع کہا۔

چند آپریشنوں کے بعد آنکھوں کی کچھ بیناں پڑتے ہی وہ پھر سے میدان ادب میں دگنے جوش و ولولے کے ساتھ کود پڑے اور ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۹ء تک کے آٹھ سالوں کے دوران ان گنت مضامین کے علاوہ گیارہ کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے تراجم کی کچھ کتابیں مختلف مذہبی موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ باقی ماندہ کتابیں مہین برادری کی تاریخ سے متعلق ہیں۔ ان میں دو انگریزی تصانیف بھی شامل ہیں۔ موجودہ کتاب ان کی پہلی اردو تصنیف ہے۔ اس وقت ان کی قوت بصارت نہایت محدود ہونے کے باوجود بھی اللہ کی مہربانی سے ان کا قلم پہلے کی طرح رواں دواں ہے۔

ذخیرہ کتب:- محمد احمد وازی کراچی

پانچ پاکستان کا ایک فروشن شدہ باب الحاقِ جونا گڑھ

برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کی ریاست جونا گڑھ
پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی
بھارت کی افواج اور گاندھی جی کے بھتیجے شامڑ داس گاندھی کی رہنمائی میں
عامری سرکار نے ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو ریاست جونا گڑھ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔
اس کے نتیجے میں ریاست جونا گڑھ کا نام و نشان مٹ گیا، دولت مند
بیجوں کے مراکز بانٹوا اور کیا نہ تباہ و برباد ہو گئے۔ ریاست کے مسلمانوں کے
علاوہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کے لاتعداد مسلمانوں کو اپنا تھرا بار چھوڑ کر پاکستان کی
جانب ہجرت کرنا پڑی۔

انہی گجراتی مسلمانوں کی تجارتی اور صنعتی سوجھ بوجھ، خوش دودلوں کے نتیجے
میں پاکستان کی نوزائیدہ اور کمزور معیشت مضبوط ہو گئی۔ انہی گجراتی مسلمانوں نے
پاکستان کی اقتصادی خوشحالی کی بنیاد رکھی۔ اور اس طرح جونا گڑھ کی خاک پاکستان کو
خوشحال کر گئی۔

جونا گڑھ کے اس الحاق اور انہی نتائج کی یہ ایک فروشن شدہ داستان ہے۔